تاریخ بنی امیّہ

تاریخ مسلمانانِ عالم

مولانا قاری احمد

ادارہ تحقیقات

Marfat.com

Marfat.com

تاریخ بنی اُمیّہ

تاریخ مسلمانانِ عالم

مولانا قاری احمد

ادارہ تحقیقات

اردو بازار کراچی

Marfat.com

جملہ حقوق بہ حق مولف محفوظ ہیں

نام کتاب	تاریخ بنی اُمیہ
مولف	مولانا قاری احمد
ناشر	ادارہ تحقیقات
اشاعت	2018ء
تعداد	600/-
صفحات	256
قیمت	750/- روپے

ملنے کا پتہ:

بسم اللہ بک ہاؤس

نزد فضل الرحمان اسکول اردو بازار کراچی

خلیل ملک: 0312-2846175

Marfat.com

فہرست

عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
حکومت بنی اُمیہ کے بانوے سال	7	تعلیم وتربیت	71
حضرت امیر معاویہؓ، امام حسنؓ کا استعفیٰ	14	یزید کا پہلا خطبہ	72
امیر معاویہؓ کا خاندان	18	سپہ سالاری	73
پیدائش وعروج	19	امارت حج	76
شام کی گورنری	21	علم وادب	76
بحری فتوحات	23	دوسرا رخ	77
فتنہ وخلفشار	24	حادثہ کربلا	81
امارت وخلافت	30	حضرت امام حسینؓ کی ولادت	82
باغیوں سے مقابلے	32	شیعوں کے خطوط اور کوفہ کا سفر	87
رومیوں سے مقابلہ	35	کربلا میں قیام	98
قسطنطنیہ پر حملہ	37	عبداللہ بن سبا کی منافقانہ تحریک	119
یزید بن معاویہ کی ولی عہدی	39	امام حسینؓ اخلاق وکردار کی روشنی میں	124
حضرت اُمیر مُعاوِیہؓ کی وَفات	44	واقعات حرمین	129
حضرت اُمیر مُعاوِیہؓ پر مُنصفانہ نظر	46	یزید کی وفات اور حکومت	136
یزید ابن حضرت امیر معاویہؓ	70	معاویہ ابن یزید	139

Marfat.com

حالات حجاز، بصرہ، مصر اور عراق	140
عبداللہ ابن زبیرؓ کی خلافت	142
مروان بن حکم کی تخت نشینی اور وفات	144
عبدالملک بن مروان کی حکومت	148
فتنہ مختار	149
مختار کا قتل	151
مصعب بن زبیرؓ کی شہادت	154
عبداللہ ابن زبیرؓ کی شہادت	157
حجاج بن یوسف اور خارجیوں کا خاتمہ	159
عبدالملک کے کارنامے اور وفات	162
ولید بن عبدالملک کی تخت نشینی	167
طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر	170
محمد بن قاسمؒ اور سندھ کی فتح	173
ولید کی وفات اور کارنامے	177
سلیمان بن عبدالملک کی حکومت	179
حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ	182
مسند خلافت	183
حکومت کا رقبہ، اصلاحات اور کارنامے	188
عدل وانصاف کے چند واقعات	191
مکتوبات فرمانات	192
حسن زندگی کے چند نمونے	196
علم وفضل مقام ومرتبہ	203
وصیت اور وفات	205
یزید بن عبدالملک کی حکومت	208
ہشام بن عبدالملک کا دور حکومت	213
ترکستان میں بغاوت کا خاتمہ	213
سندھ کی دوبارہ فتح	215
فرانس میں جدید فتوحات	216
قیساریہ سوڈان اور افریقہ	218
زید بن علی کا خروج	220
بنو عباس کے اقتدار کا آغاز	223
ہشام بن عبدالملک کی وفات	228
ولید بن یزید کی حکومت	230
یزید بن ولید کی حکومت	233
ابراہیم بن ولید بن عبدالملک کی حکومت	235
آخری خلیفہ، مروان بن محمد بن مروان	237
مروان ثانی کی شکست اور عباسیوں کا اقتدار	243
بنی امیہ کا انتظام حکومت	250

Marfat.com

حکومت بنی اُمیہ کے بانوے سال

(کلماتِ قاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے جس اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی تھی خلفائے راشدین نے اپنی بہترین صلاحیتوں کو اس کی حفاظت ترقی اور استحکام میں خرچ کیا اس مبارک اور پرانوار دور کے بعد بنی امیہ کی بانوے سالہ حکومت کا زمانہ ہے جس کی ابتداء حضرت امام حسنؓ کی صلح وبیعت کے بعد ربیع الاول ۴۱ھ میں حضرت امیر معاویہؓ نے کی۔

یہ صحیح ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ اس حکومت کو اپنے خاندان میں باقی رکھنے کے خواہاں تھے مگر ان کے پوتے معاویہ بن یزید کے استعفٰی اور انتقال کے بعد ان کی اس خواہش کا خاتمہ ہو گیا اور حکومت اسلامیہ کی باگ ڈور حضرت امیر معاویہؓ کے خاندان سے نکل کر مروان بن حکم کے خاندان میں پہنچ گئی۔ چونکہ یہ دونوں خاندان ایک ہی مورث اعلیٰ ''امیہ بن شمس'' سے تعلق رکھتے تھے اس لئے اس پورے دور کو بنی امیہ کا دور کہا جاتا ہے۔

بنی امیہ کے بانوے سالہ دور حکومت میں ۱۴ خلفاء ہوئے پہلے اور نامور خلیفہ حضرت امیر معاویہؓ نے بیس سال حکومت کی اس طویل عرصہ میں ان کی سب سے بڑی خصوصیت یہ رہی کہ انہوں نے کتاب وسنت سے ایک دن کے لئے منہ نہیں موڑا بلکہ اس لائحہ عمل کو اس درجہ استحکام عطا کر گئے کہ آخری خلیفہ مروان ثانی تک کسی ایک کو یہ جرأت نہ ہو سکی کہ وہ کتاب وسنت سے انحراف کر سکے۔

حضرت امیر معاویہؓ اور ان کی حکومت سے عام مسلمانوں کے حُسن ظن کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ان کی حکومت اسلامی حکومت کا نمونہ تھی خلفائے راشدین اور خصوصاً حضرت عمرؓ کے طرز حکومت کو انہوں نے نہ صرف باقی رکھا بلکہ جن خطوط پر وہ ملک کو چلانا چاہتے تھے حضرت امیر معاویہؓ نے اس نقشہ کو سامنے رکھا اور ملک وملت کی ترقی اور فلاح و بہبود میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ان کی حکومت کے ہر حصہ میں اسلامی آثار نمایاں نظر آتے تھے جن کی تفصیلات آپ اندر کے اوراق میں پڑھیں گے۔

Marfat.com

حضرت امیر معاویہؓ کے متعلق مسلمانوں میں ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو سوءِ ظن رکھتا ہے اور ان کو ہاشمیوں کا دشمن خیال کرتا ہے یہ حقیقت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی جنگ ہوئی اور مسلمانوں کو ان کے باہمی اور شدید اختلافات کی بنا پر جانی نقصان اٹھانا پڑا، دوسرا اختلاف حضرت امیر معاویہؓ سے یہ ہے کہ انہوں نے حضرت امام حسنؓ سے جو معاہدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی کی اور انہوں نے حکومت جمہور کے حوالہ نہیں کی بلکہ اپنی زندگی میں اپنے بیٹے یزید بن معاویہ کو اپنا جانشین نامزد کر کے مسلمانوں سے یزید کے لئے بیعت حاصل کی، جو حضرات تاریخ کے گوناگوں واقعات پر منصفانہ نظر رکھتے ہیں وہ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ ان حالات کے وجود میں آنے کے اسباب کیا تھے اور ایک شر پسند گروہ دونوں طرف جو غلط فہمیاں پیدا کر رہا تھا وہ ان اختلافات اور جنگ وجدل کا سبب بنیں۔ البتہ افسوسناک بات یہ ہے کہ حضرت علیؓ، امیر معاویہؓ اور حضرت امام حسنؓ کو شر پسندوں کی منافقانہ چالیں سمجھنے میں دیر لگی اور وہ اس وقت پورے طور پر حالات سے باخبر ہوئے جبکہ ملت اسلامیہ میں جنگ ومخالفت کی آگ بھڑک کر ٹھنڈی ہو چکی تھی۔

حکومت بنی امیہ کو داغ دار بنانے میں حادثہ کربلا کو بھی بڑا دخل ہے لیکن تحقیقاتی نظر سے جب اس حادثہ کی نوعیت پر غور کیا جاتا ہے اور حضرت امام زین العابدینؓ کا حادثہ کربلا کے بعد یزید بن معاویہؓ کے ساتھ جو طرز وسلوک رہا اس پر جب نظر جاتی ہے، نیز حضرت امام حسینؓ کے ارشادات اور مدینہ سے کربلا تک کے سفر کے حالات سامنے آتے ہیں اور پھر یہ کہ حضرت زینبؓ کے شیعان کوفہ سے خطابات کو پڑھنے کے بعد یہ بات پوری طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ حادثہ کربلا تاریخ بنی امیہ کا انتہائی دردناک حادثہ تھا اور جس کے واقع ہونے کے دو بڑے سبب تھے، ایک یہ کہ یزید بن معاویہ نے دمشق سے قدم نہیں اٹھایا کوفہ اور عراق کے حالات کو پورے طور پر سمجھنے کی کوشش نہیں کی، وہاں کے حکام جو کچھ کرتے رہے یزید بن معاویہ نے ان کے کام اور احکام کی نگرانی نہیں کی۔ عراقی حکام جو چاہتے رہے وہ کرتے رہے، دوسرے یہ کہ حضرت امام حسینؓ نے اپنے ہمدردوں کے مشورے کو نظر انداز کر دیا اور محبت کے جھوٹے دعویداروں پر اس درجہ بھروسہ اور اعتماد کرتے رہے کہ مکہ سے عراق تشریف لے گئے اور جب حقیقت حال اور جھوٹے چاہنے والوں کی ناپاک حرکتیں سامنے آئیں تو حالات اس درجہ بگڑ چکے تھے کہ ان پر قابو پانا قبضہ سے باہر ہو چکا تھا یزید بن معاویہ کی اس حادثہ سے لاعلمی کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ جب ان کو اس دردناک حادثہ کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے برجستہ کہا کہ ’’خدا کی ہزار لعنتیں ہوں ابن زیاد پر جس نے میری مرضی کے خلاف حضرت امام حسینؓ کو لڑنے پر مجبور کیا اور جب وہ

Marfat.com

میرے پاس آنا چاہتے تھے تو کیوں نہیں آنے دیا۔"

بہرحال بنوامیہ کی حکومت میں حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کا اختلاف اور حادثہ کربلا جیسی ناپسندیدہ باتیں دیکھنے کے بعد بھی جو خصوصیات پائی جاتی تھیں وہ آج تک مسلمانوں کی کسی حکومت میں نہیں پیدا ہوسکیں یزید بن معاویہ نے تقریباً ۴ سال حکومت کی اور افریقہ میں اسلام کی اشاعت اور جدید فتوحات کے بعد جب دنیا سے رخصت ہوئے تو ان کے نیک خصلت فرزند نے مسند حکومت پر قدم رکھا مگر خرابی صحت کی وجہ سے بڑی جلدی استعفیٰ دے کر فوت ہوگئے اور حکومت حضرت معاویہؓ کے خاندان سے نکل کر مروان بن حکم کے ہاتھ میں چلی گئی۔

مروان بن حکم کے خاندان میں ۶۸ برس کے قریب حکومت کا سلسلہ باقی رہا جو ۱۳۲ھ میں ختم ہوا۔ اس عرصہ میں اسلامی حکومت کے امن وامان، ترقی، بقا اور اشاعت اسلام کے بہت سے مفید کام کئے گئے عبدالملک بن مروان اور ولید بن عبدالملک کا دور تو فتوحات اور دوسرے کارناموں کے لحاظ سے سنہرا دور کہا جاتا ہے اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز کی حکومت خلفائے راشدین کی حکومت کا صحیح عکس تھی اگرچہ ان کو بہت قلیل عرصہ حکومت کرنے کا اتفاق ہوا مگر مروان بن حکم کے خاندان میں ان کا زمانہ قابل فخر زمانہ تسلیم کیا گیا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے بعد ہشام بن عبدالملک کا بیس سالہ دور حکومت ہے جسے حکومت بنی امیہ اصلاحات، ترقی اور استحکام ملک کے اعتبار سے غیر معمولی شہرت وعظمت حاصل ہے۔ نئے نئے شہر آباد کرکے اسلامی حکومت کی رونق میں جو اضافہ ہوا وہ تاریخ کا ناقابل فراموش حصہ ہے۔ مذہبی وعلمی خدمات کے لحاظ سے بھی ہشام کے دور کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

غرض مجموعی طور پر بنی امیہ کی حکومت پر نظر ڈالنے اور ان کے کاموں کا جائزہ لینے کے بعد ایک انصاف پسند کو یہ تسلیم کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوتا کہ یہ دور شاندار دور تھا جس میں متمدن دنیا کا ایک بڑا حصہ مسلمان فتح کرچکے تھے اور سمندروں کے اندر جزیروں، براعظم افریقہ کے ریگستانوں اور ہندوستان کے میدانوں میں اسلام پہنچ چکا تھا، مشرق میں چین اور مغرب میں بحر ظلمات تک اسلام کی دھاک بیٹھ چکی تھی۔ ایک بڑی خوبی بنی امیہ کی حکومت کو یہ حاصل رہی کہ کسی شخص کو اپنی علیحدہ حکومت قائم کرنے کی ہمت نہیں ہوئی اور نہ اس قسم کے خیالات پیدا ہوئے حکومت اسلامیہ کا ہمیشہ ایک ہی مرکز رہا اور حقیقت تو یہ ہے کہ فتوحات اور ملک گیری بنی امیہ پر ختم ہوگئی اور ان کے بعد جدید فتوحات برائے نام نظر آتی ہیں اور پھر یہ کہ اسلامی حکومت کو بنی امیہ کے زمانہ میں جو مرکزی حیثیت حاصل تھی وہ بھی ختم

Marfat.com

ہوگئی۔ الگ الگ حکومتیں قائم ہونے لگیں اور عربوں کو جو تفوق حاصل تھا فنا ہوگیا، عربی تمدن، عربی تہذیب، عربی اخلاق ومراسم رخصت ہونے لگے اور غیر عربی مفتوح قوموں میں یہ احساس بڑھنے لگا کہ وہ عربی اسلامی تہذیب کو چھوڑ کر عجمی رسم ورواج اور عقائد واعمال کو ترقی دیں۔

یہ امر واقعہ ہے کہ بنی امیہ کے زمانہ حکومت میں قرآن وحدیث کے سوا کوئی مدار استدلال نہیں تھا۔ سب کی نظریں قرآن وسنت ہی پر رہتی تھیں اور وہ اسی پر عمل کرنے کو باعث عزت ونجات سمجھتے تھے مگر ان کی حکومت کے ختم ہونے کے بعد مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی ابھرنے لگے جن کی نظریں کتاب وسنت سے ہٹ کر دوسرے اصولوں اور دستوروں پر بھی پڑنے لگیں بلکہ بہت سے نئے نئے فرقہ پیدا ہوگئے جو کتاب وسنت کے خلاف علانیہ اپنے معتقدات اور خود ساختہ رسومات کو پھیلانے میں مصروف ہوگئے۔ تاریخ کا یہ پہلو انتہائی افسوسناک ہے کہ حکومت بنی اُمیہ کے فرمانرواؤں کے خلاف بہت سے مورخین نے زور قلم صرف کیا ہے اور مخالفت وعداوت میں اس حد تک بڑھ گئے ہیں کہ اُن کے محاسن کو بھی برائیوں سے تعبیر کیا ہے یا بدل ڈالا ہے۔ مگر اہل نظر خوب جانتے ہیں کہ تاریخی مجموعے زیادہ تر دور عباسیہ میں تالیف کئے گئے اور چونکہ عباسیوں کو بنی امیہ سے شدید مخالفت تھی اس لئے اعزاز واکرام کے پیش نظر عدل وانصاف کو بڑی حد تک مؤرخین نے نظر انداز کر دیا اور حضرت امیر معاویہؓ سے لے کر مروان ثانی تک کسی ایک کو نہیں بخشا حتیٰ کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی حکومت اور کردار تک پر حملے کئے اور عباسیوں کو خوش کرنے کے لئے بے شمار باتیں اپنی طرف سے شامل کر دیں۔

حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کی مخالفت کو ایسے نازیبا اور غلط انداز میں پیش کیا کہ سیدھے سادے اور تاریخی پیچیدگیوں سے ناواقف لاکھوں مسلمان بغض معاویہؓ کو ہی ایمان کا ایک حصہ سمجھنے لگے یہی حال حادثہ کربلا اور یزید بن معاویہ کے ساتھ نظر آتا ہے کہ حضرت امام حسینؓ کے قتل کی ذمہ داری یزید بن معاویہ پر ڈال دیتے ہیں اور اس رنگ آمیزی میں اہل بیت رسولؐ کے مقام ومرتبہ اور ان کے وقار و پابندی شریعت کو بھی بھول جاتے ہیں اور ایسی ایسی نازیبا باتیں حضرت زینبؓ بنت علیؓ اور حضرت سکینہ بنت امام حسینؓ کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ جن کو پڑھ کر گردن شرم سے جھک جاتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ تعلیمات اور آپؐ کے اخلاق وکردار مجروح اور بوسیدہ نظر آنے لگتے ہیں۔

خلافت راشدہ کے بعد آج تک مسلمانوں کی جتنی بھی حکومتیں قائم ہوئیں اور قائم رہیں ان میں یہ خصوصیت صرف حکومت بنی امیہ کو حاصل رہی کہ وہ سب سے زیادہ فاتح اور مدبر ثابت ہوئے ان کا

Marfat.com

دور برکتوں اور عظمتوں کا دور تھا متعدد صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام کی ان کو حمایت اور امداد حاصل تھی اور خیر القرون کا یہی وہ دور تھا جس میں اسلام اور علوم اسلامیہ کی اشاعت کے ساتھ مادی وروحانی برکتیں بھی پائی جاتی تھیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ سے فیض حاصل کرنے والے اسی دور میں خلافت کا کاروبار چلاتے نظر آتے ہیں۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ اسلامی تاریخ کے سب سے زیادہ روشن اور کامیاب دور کو تاریک اور بدترین دور ثابت کرنے کے لئے بہت سے لکھنے والے چند قدیم اور مصلحت کوش مؤرخین کی روایات کے پیچھے آنکھیں بند کئے چلے جا رہے ہیں، بلکہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کے نزدیک بنی امیہ کے دور کو بدترین دور ثابت کرنا ہی مدار ایمان ہے اور اس جذبہ میں ان کی آنکھیں یہ بھی دیکھنے سے قاصر ہیں کہ حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کا طرز عمل حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ کیا رہا اور ان حضرات کے بعد ان کے صحیح جانشین اور وارث حضرت امام زین العابدینؒ یزید ابن معاویہؒ اور دوسرے خلفائے بنی امیہ کے ساتھ کتنے خلوص، اخلاق سے ملتے رہے۔

یہ امر باعث مسرت ہے کہ صدیوں کی روایت پرستی کے بعد اہل علم و دانش میں ایک ایسی جماعت بھی ابھرنے لگی ہے اور ان کے پیروکاروں کی ایک بڑی تعداد پیدا ہو چکی ہے جو روایات کو آنکھیں بند کر کے قبول کرنا پسند نہیں کرتے بلکہ نقد و درایت کے معیار کو سامنے رکھنا چاہتے ہیں اور علم و عقل کی روشنی میں اس بات کو انصاف کے منافی سمجھتے ہیں کہ بنی امیہ کے مخالفین نے یا مفاد پرست مورخین نے جو خود ساختہ روایات تاریخ کا حصہ بنادی ہیں ان کو قبول کرلیا جائے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جب احادیث رسول کو جانچا اور پرکھا جاسکتا ہے تو پھر تاریخ کی روایات کو اندھا دھند قبول کر لینا کیا معنی رکھتا ہے۔

تاریخ حکومت بنی امیہ کے نام سے جس مجموعہ کو ناظرین ملاحظہ فرما رہے ہیں یہ ''تاریخ مسلمانان عالم'' کی چوتھی جلد ہے، تین جلدیں تاریخ انبیاء، تاریخ مصطفیٰ اور تاریخ خلفاء راشدین اس سے قبل زیور طبع سے آراستہ ہو کر ناظرین کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ حکومت بنی امیہ کے خلاف بے شمار جھوٹی روایات کی موجودگی میں قلم اٹھانا اور تاریخ کے دامن کو داغ دھبوں سے صاف کرتے ہوئے کوئی ایسا تذکرہ مرتب کرنا جسے عقل و ایمان قبول کرسکیں انتہائی مشکل کام ہے۔ مگر میں اللہ تعالیٰ کی عنایتوں اور اس کے فضل و امداد کا شکریہ نہیں ادا کرسکتا کہ اس مالک حقیقی نے اس نازک ترین کام میں میری رہنمائی فرمائی اور میں عقل ایمان اور انصاف کی روشنی میں دور اول کی تاریخ کے ۹۲

Marfat.com

سالہ دور کو قلم بند کرنے میں کامیاب ہو سکا۔

زیر نظر کتاب کی ترتیب میں واقعات کی تحقیق اور ان کی صحت کا خیال کس حد تک میرے پیش نظر رہا ہے اس کا اندازہ تو پڑھنے والے ہی خوب کر سکیں گے تاہم اتنا عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس تذکرہ کو قلمبند کرتے وقت جو کتابیں میرے سامنے رہی ہیں اور جن کا میں بغور مطالعہ کرتا رہا ہوں وہ ہماری تاریخ کا مایہ ناز سرمایہ خیال کی جاتی ہیں اور جن کو نظر انداز کرنے کے بعد کسی لکھنے والے کے لئے ایک سطر بھی لکھنا مشکل ہے، عربی، فارسی، اردو میں قدیم وجدید اور ضخیم ومختصر بہت سی کتابیں ہیں جن کو میں تحقیق وانصاف کی نظر سے پڑھتا رہا ہوں اور جن کی مختصر فہرست درج ذیل ہے۔

بخاری، مسلم، ترمذی، تاریخ الامم طبری، الاستیعاب، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، اسد الغابہ، ازالتہ الخفا، اتمام الوفا، البدایہ والنہایہ، العقد الفرید، الامامتہ والسیاستہ، تاریخ ابنِ خلدون، تاریخ تمدن الاسلامی، جرجی زیدان، جلا العیون، ناسخ التواریخ، مجاہد اعظم فتح الشام والمصر، تاریخ حاضر اسلامی شکیب ارسلان اور مکتوب مجدد الف ثانی، منہاج السنتہ، نہج البلاغہ، شرح نہج البلاغہ، تطہیر الجنان، سیرت خلفائے راشدین، سیر الصحابہ النظم الاسلامیہ سیرت معاویہؓ، تاریخ الامت، تاریخ اسلام شوق، تاریخ الاسلام، مولانا خدوی، تاریخ الاسلام مولانا نجیب آبادی، دس بڑے مسلمان تاریخ الاسلام ڈاکٹر حمید اللہ، تابعین تبع تابعین وغیرہ۔

مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابوں کے مطالعہ کا اتفاق ہوا جو اپنے مواد اور طرز استدلال کے لحاظ سے تاریخی کتب میں مستند حیثیت رکھتی ہیں جن کے نام بخوف طوالت نقل نہیں کئے جا رہے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ تاریخ ایک نازک موضوع ہے اور جب واقعات کو جانچنے اور پرکھنے کی کوشش کی جاتی ہے تو اس کی نزاکت میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے، جس کو پڑھتے ہوئے بہت سے لوگ اپنے خیالات اور رسم ورواج کو ٹھیس لگتی ہوئی محسوس کرتے ہیں مگر انصاف پسند ناظرین کو یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ مہمل روایات نے قومی زندگی میں جو خلائیں پیدا کر رکھی ہیں وہ تحقیق وتلاش کے ذریعہ ہی پُر ہو سکتی ہیں۔

اس تالیف سے میری غرض کسی کی دل آزاری نہیں ہے بلکہ حقائق کی پردہ کشائی ہے اور دردِ اول کی عظیم ترین اسلامی حکومت کے نامور فرمانرواؤں کا ذکر کرنے میں جو غیر مہذب لب ولہجہ پیدا کر دیا گیا ہے اس کی اصلاح اور شائستگی مقصود ہے۔

Marfat.com

مجھے خوشی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو مکمل کرنے میں میری امداد فرمائی اور ایسے ذرائع پیدا کر دیئے جن کی وجہ سے میرے لئے قلم اٹھانا آسان ہوگیا۔ کتابوں کی فراہمی اور مفید مشوروں کے سلسلہ میں بہت سے حضرات نے میری اعانت فرمائی ہے ان سب دوستوں اور بزرگوں کا مشکور ہوں اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے، بزرگ محترم الحاج مولوی محمد سعید صاحب قرآن محل، کراچی کا انتہائی ممنون ہوں کہ موصوف میری قلمی کاوشوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اپنے خصوصی اہتمام سے ان کی طباعت کا انتظام فرماتے ہیں۔ مکرمی خواجہ عبدالوحید صاحب مالک کلام کمپنی، کراچی مولانا سراج الآفاق صاحب ایم اے الہ آباد، مولانا شبیر احسن صاحب صابری نبیرہ، مولانا احمد حسن صاحبؒ کانپوری جناب شریف الاسلام صاحب فخری ایڈووکیٹ، شیخ الحدیث مولانا امجد علی صاحب رام پوری، پروفیسر انصار حسین صاحب ایڈووکیٹ کراچی، نواب معین الدین فریدی بی، اے ٹی آگرہ اور خواجہ رضی حیدر صاحب بی اے کا بے حد مشکور ہوں کہ یہ جملہ حضرات دوران تالیف کتاب میری امداد فرماتے رہے۔

مخدوم و محترم حضرت شاہ مانا میاں صاحب قادری سجادہ نشین حضرت محدث سورتیؒ اس سلسلہ کے قدیم کرم فرما ہیں۔ امید ہے کہ ان کی عنایتوں سے کبھی محروم نہیں رہوں گا۔ وللہ الحمد اولاً و آخراً

کمترین

قاری احمد پیلی بھیتی

۲ ڈی ۵/۱۶ ناظم آباد، کراچی ۱۸

Marfat.com

حضرت امیر معاویہؓ
امام حسنؓ کا استعفیٰ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مکمل اقتدار کا سلسلہ اس وقت سے شروع ہوتا ہے جبکہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، نے ربیع الاول ۴۱ھ میں چھ ماہ خلیفہ رہ کر خلافت سے استعفیٰ دے دیا اور امیر معاویہؓ کو مسلمانوں کا سربراہ اور خلیفہ تسلیم کرلیا کہ حضرت امام حسنؓ کے ہاتھ پر رمضان ۴۰ھ میں مسلمانوں نے حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد بیعت کی تھی حضرت علیؓ نے آخر وقت میں اپنے بعد ان کو خلافت کے لئے نامزد نہیں کیا تھا جس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ نہ صرف نظام خلافت کے آگے چلنے سے مایوس تھے بلکہ ان مسلمانوں پر بھی اعتماد نہیں تھا جو ان کے گرد جمع تھے اور جن کی نافرمانیوں سے انہیں کئی موقعوں پر پریشانی اٹھانی پڑی تھی۔

بہرحال حضرت علیؓ کی وفات کے بعد شیعان علیؓ نے جن کی مصلحت کوشیاں قدم قدم پر کام کر رہی تھیں اور جن کی پہلی اور آخری غرض مسلمانوں میں انتشار اور خانہ جنگی تھی، حضرت امام حسنؓ کو مسند خلافت پر بٹھا دیا۔ اول تو حضرت امام حسنؓ خلیفہ بننے پر راضی نہیں تھے اور جب لوگوں نے اصرار کیا تو آپ نے اس عہد کے ساتھ ان کی بیعت کو قبول کیا۔

''لوگو! میرے کہنے پر عمل کرنا جس سے میں جنگ کروں اس سے تم بھی جنگ کرنا اور جس سے میں صلح کروں اس سے تم بھی صلح کرنا۔''

شیعان علیؓ نے اگرچہ بیعت کر لی مگر یہ خیال انہیں ستا رہا تھا کہ حضرت امام حسنؓ لڑائی سے زیادہ امیر معاویہؓ سے صلح کرنے کو پسند کرتے ہیں اور حقیقت بھی یہی تھی کہ آپ جنگ وجلال کو پسند نہیں کرتے تھے، مزاج میں نرمی تو تھی ہی مگر بڑی چیز یہ تھی کہ ان نام نہاد حامیان علیؓ کا طرز عمل اپنے والد کے ساتھ دیکھ چکے تھے اس لئے نہیں چاہتے تھے کہ مسلمانوں میں خانہ جنگی بڑھے اور ملت اسلامیہ کی توجہ اسلام کو پھیلانے اور دشمنوں کا مقابلہ کرنے سے ہٹے۔

حضرت امیر معاویہؓ جو برسوں سے اپنی حکومت کے لئے کوشاں تھے حضرت امام حسنؓ کے مزاج،

Marfat.com

خیال اور نرمی سے اچھی طرح واقف تھے، انہیں پورا یقین تھا کہ امام حسنؓ جنگ کو کسی طرح پسند نہیں کریں گے دوسرے جن لوگوں نے انہیں مسند خلافت پر بٹھایا ہے وہ سب وہی ہیں جو اسلام میں خانہ جنگی کے خواب دیکھتے چلے آرہے ہیں اور جن کی شاطرانہ چالوں سے حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے درمیان اختلاف بڑھتے اور پھیلتے رہے، چنانچہ جیسے ہی ان کو یہ معلوم ہوا کہ امام حسنؓ کے ہاتھ پر کوفیوں نے بیعت کرلی ہے وہ فوراً ایک لشکر عظیم لے کر دمشق سے کوفہ کی جانب چل دیئے۔ حضرت امام حسنؓ جو اگرچہ صلح پسند تھے مگر یہ بھی گوارا نہیں کرتے تھے کہ میری صلح پسندی اور موقعہ کی نزاکت سے کوئی فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے چنانچہ آپ بھی چالیس ہزار کے قریب لشکر کو لے کر کوفہ سے باہر نکلے اور مدائن میں رباط کے مقام پر ٹھہر گئے۔

حضرت امام حسنؓ کا خیال تھا کہ چند گھنٹے آرام کرنے کے بعد آگے بڑھیں گے مگر ساتھیوں کی بزدلی، پہلوتہی اور منافقانہ سرگوشیاں دیکھ کر اس قدر رنجیدہ ہوئے کہ آپ نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا!

''لوگو! میرا دل صاف ہے میں تم سب کو محبت کی نظر سے دیکھتا ہوں، مگر افسوس میں تمہارے اندر اتحاد ویکجہتی کی کمی محسوس کرتا ہوں۔ تم جس اتحاد کو ناپسند کرتے ہو بلاشبہ وہ اس تفرقہ سے جو تم پھیلانا چاہتے ہو ہزار درجہ بہتر ہے میں تمہیں کسی بات کے لئے مجبور نہیں کرتا ہوں تم اپنی مرضی کے مالک ہو۔''

اہل بیت کے نام نہاد حامی جن میں بڑی تعداد خارجیوں کی تھی حضرت امام حسنؓ کے ارشادات سن کر بہت مایوس ہوئے کیونکہ وہ سوچ رہے تھے کہ جس وقت جنگ چھڑے گی عین اسی وقت ہم غداری کے نمونے پیش کریں گے۔ لیکن اب ان کی یہ آرزو ٹوٹتی نظر آرہی تھی اس لئے وہ بغاوت اور شرارت پر اتر آئے۔ حضرت امام حسنؓ کو اسی طرح کافر کہنے لگے جس طرح ان کے والد حضرت علیؓ کو معاذ اللہ کافر کہہ چکے تھے۔ اس طرز عمل نے فوج میں ایسا انتشار پیدا کیا کہ مار پیٹ شروع ہوگئی بہت سے فتنہ پرداز امام حسنؓ کے خیمہ میں گھس آئے۔ کپڑے پھاڑ ڈالے اور انتہائی گستاخی سے پیش آئے ان کا خیال تھا کہ شہید کردیں مگر امام حسنؓ کے مخلصین نے جلدی سے اپنی حفاظت میں لے لیا اور رباط سے مدائن کی طرف روانہ ہوگئے۔

کوفی اور دوسرے ان کے ساتھی جو اب تک کئی روپ بدل چکے تھے اپنی جھوٹی محبت کے دعویدار بن کر پھر مدائن حضرت امام حسنؓ کے گرد جمع ہوگئے۔ مورخین کا بیان ہے کہ مدائن کے قرب وجوار میں امیر معاویہؓ کے لشکر سے امام حسنؓ کے لشکر کی کئی جھڑپیں ہوئیں مگر امام نے ہر موقعہ پر یہی دیکھا کہ فوج

Marfat.com

بزدلی اور فتنہ پردازی پر تلی ہوئی ہے لہٰذا آپ جنگ سے کنارہ کش ہو کر خاموش بیٹھ گئے۔ مگر آپ اسے بھی اچھا نہیں سمجھتے تھے کہ معاملات خاموشی اور کنارہ کشی کی وجہ سے دیر تک الجھے رہیں اور فوجوں کی ذہنی پریشانی کسی اور ہنگامہ کا سبب بنے۔

اسی عرصہ میں آپ کو اطلاع ملی کہ حضرت امیر معاویہؓ کی فوج عبداللہ بن عامر کی سپہ سالاری میں مدائن کے قریب پہنچ چکی ہے۔ آپ کو خیال آیا کہ ایسا نہ ہو کہ امیر معاویہؓ کی فوج مدائن پر حملہ کر دے اور بے خبری میں مسلمانوں کا خون بہنے لگے اس لئے آپ اپنی فوج کو لے کر مدائن سے باہر نکلے۔ غرض جنگ اور مقابلہ نہیں تھا بلکہ آپ چاہتے تھے کہ صلح کی تدبیر پیدا ہو۔

عبداللہ بن عامر نے جب امام حسنؓ کو اپنی طرف آتے دیکھا تو لشکر سے الگ ہو کر امام حسنؓ کے قریب آئے اور عرض کیا کہ میں لڑنے نہیں آیا ہوں بلکہ صلح چاہتا ہوں۔ حضرت امام حسنؓ جن کو ساتھیوں کی غداری اور بزدلی کا اچھی طرح اندازہ ہو گیا تھا جنگ سے صلح کو ترجیح دیتے تھے۔ ابن عامر سے جواب میں فرمایا!

”میں صلح کا حامی ہوں، مسلمانوں کی باہمی خون ریزی مجھے ہرگز پسند نہیں ہے میں خلافت سے دستبردار ہونے کے لئے تیار ہوں بشرطیکہ امیر معاویہؓ میری چند شرطیں منظور کریں، اول یہ کہ کتاب وسنت پر قائم رہنے کا وعدہ کریں، پرانی مخالفتوں کو بھول جائیں اور میرے مخلصین سے کوئی تعارض نہ کریں۔“

ابن عامر نے حضرت امام حسنؓ کی شرطیں امیر معاویہؓ کو پہنچائیں، وہ بہت خوش ہوئے اور ایک سادہ کاغذ ابن عامر کے ہاتھ امام حسنؓ کی خدمت میں بھیج دیا کہ جو آپ چاہیں لکھ لیں مجھے منظور ہوگا۔ اس کاغذ پر مہر بھی لگا دی اور دستخط بھی کر دیئے۔ حضرت امام حسنؓ نے کاغذ لے لیا اور مندرجہ ذیل صلح نامہ تحریر فرمایا جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

”میں خلافت امیر معاویہؓ کو سپرد کرتا ہوں۔ امیر معاویہؓ کے بعد مسلمانوں کو اختیار ہوگا کہ وہ جسے چاہیں خلیفہ منتخب کریں۔

امیر معاویہؓ کا سلوک تمام مسلمانوں کے ساتھ اچھا رہے گا اور مخلصین اہل بیت سے وہ مطلق تعارض نہیں کریں گے۔ اہواز کا خراج مجھے پہنچاتے رہیں گے اور کوفہ کا تمام خزانہ میری ملکیت رہے گا۔“

اس کے بعد امیر معاویہؓ اور حضرت امامؓ سے مقتدر حضرات کوفہ میں جمع ہوئے، صلح نامہ پر بغیر کسی

Marfat.com

بحث کے دستخط ہو گئے اور امام حسنؓ نیز مسلمانوں نے حضرت امیر معاویہؓ کو خلیفہ تسلیم کر لیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ امام حسینؓ بھی اسی بیعت میں شریک تھے اور امیر معاویہؓ کی وفات تک بیعت پر قائم رہے۔

مسلمانوں میں خانہ جنگیوں کے تباہ کن نتائج پر نگاہ رکھنے والے اس صلح سے بہت محظوظ ہوئے۔ غم صرف ان کو تھا جو حضرت عثمانؓ کے دور سے لے کر امام حسنؓ کی خلافت تک تخریبی کارروائیوں میں مصروف تھے زبان سے اسلام کے حامی اور حُب اہل بیت کے مدعی تھے مگر نگاہیں اسلام کی بربادی کے مناظر دیکھنے کی متمنی تھیں۔ حضرت امامؓ منبر پر رونق افروز ہوئے طویل خطبہ ارشاد فرمایا جس کے چند جملے یہ ہیں۔

''میں فتنہ وفساد کو معیوب ومکروہ جانتا ہوں، یہ صلح مجھے اس لئے پسند ہے کہ میرے جدامجد حضرت محمد مصطفیؐ کی امت سے فساد دور ہو جائے اور مسلمان ہر طرح محفوظ و مامون رہیں۔

میری اس صلح کے بعد اگر خلافت امیر معاویہؓ کا حق تھا تو وہ ان کو پہنچ گیا اور اگر میرا حق تھا تو میں نے بخوشی وہ بھی ان کو بخش دیا۔''

حضرت امیر معاویہؓ بھی اسی ممبر پر بیٹھے اور فرمایا! ''ابو محمدؓ آپ کی دلیری اور بہادری بے مثل ہے دنیا میں کوئی ایسی جوانمردی اور ہمت نہیں دکھا سکتا۔''

مسلمان ہر سمت سے بیعت کے لئے ٹوٹے پڑ رہے تھے۔ امام عالی مقام مسرور تھے کہ خون ریزی سے مسلمانوں کو نجات مل گئی۔

حضرت امام حسینؓ اور عبداللہ بن جعفرؓ اگر چہ صلح کے خلاف تھے مگر بڑے بھائی کا ادب ملحوظ تھا اور پھر جھوٹے محبان اہل بیت کی منافقانہ چالیں ان کے پیش نظر تھیں اس لئے خاموش ہو گئے۔ انہیں آنحضرتؐ کا یہ ارشاد گرامی بھی یاد تھا کہ ''میرا بیٹا حسنؓ سردار ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔'' کچھ شرارت پسندوں نے شورش برپا کرنا چاہی۔ حضرت امام حسنؓ کے خلاف آواز بلند کی اور آپ کو مُذِلُ المومنین کا خطاب دیا، حضرت امام حسنؓ نے صبر سے کام لیا مگر حضرت امیر معاویہؓ نے ان کی اچھی خبر لی اور خوب رسوا کیا۔

حضرت امام حسنؓ صلح کے بعد کوفہ سے مدینہ طیبہ تشریف لائے اور تمام زندگی اپنے نانا کے قدموں میں گزار دی۔ حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے بڑی معقول رقم پابندی کے ساتھ آپ کی خدمت میں پہنچتی رہی اور یہ سلسلہ تاحیات قائم رہا۔

Marfat.com

حضرت امام حسنؓ شعبان ۳ھ میں بمقام مدینہ طیبہ پیدا ہوئے آنحضرت صلعم نے حسنؓ نام رکھا، نانا کی آغوش اور والدین کی گود میں پرورش پائی، شکل وشبہات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی ہوئی تھی۔ صبر وشکر اور شجاعت ودلیری ورثہ میں ملی تھی۔ جمل اور صفین میں اپنے والد کے ساتھ موجود تھے۔ ۵۱ھ میں زہر کے اثر سے جب شہادت کے قریب پہنچے تو حضرت امام حسینؓ سے فرمایا ''آنحضرتؐ کے بعد جب خلافت حضرت علیؓ تک پہنچی تو تلواریں میان سے نکل آئیں اس لئے میں تو اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ نبوت اور خلافت دونوں ہمارے خاندان میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ میرے بعد کوفہ کے لوگ تم کو ابھاریں گے ان سے ہوشیار رہنا۔'' اس کے بعد آپ نے آنکھیں بند کرلیں اور روح پرواز کرگئی۔ مسلمانوں کے بے پناہ ہجوم میں جنازہ اٹھایا گیا اور جنت البقیع میں اپنی والدہ حضرت فاطمہؓ کے پہلو میں دفن کئے گئے آپ نے کئی شادیاں کیں آٹھ یا دس لڑکے ہوئے بعض سے سلسلہ آگے چلا۔

دور رسالت کے مسلمانوں میں یہ خصوصیت صرف حضرت امام حسنؓ کو حاصل ہے کہ آپ نے مملکت اسلامیہ کی خلافت وحکومت کو قربان کرکے بے شمار تلواریں نیام میں ڈلوادیں خون خرابے کے دروازے بند ہوگئے۔ یہ ایثار وقربانی مسلمانوں کو ایسی راس آئی کہ دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہ رہا جہاں توحید کے نغمے نہ گائے گئے ہوں اور تکبیر کی آوازیں نہ گونج گئی ہوں۔ بلاشبہ مسلمانان عالم قیامت تک امام حسنؓ کے اس عظیم احسان سے سبکدوش نہیں ہوسکتے۔ مگر اس کو کیا کہا جائے کہ مسلمانوں میں ایک طبقہ صرف حضرت علیؓ اور امام حسینؓ کو ہی مرکز عقیدت سمجھتا ہے اور حضرت امام حسنؓ کی ذات ان کے نزدیک نہ اتنی عزیز ہے اور نہ محترم ومکرم! یہی وجہ ہے کہ امام حسنؓ کی وفات وشہادت کے دن نہ مجلسیں برپا ہوتی ہیں نہ مرثیے پڑھے جاتے ہیں اور نہ اظہار غم کیا جاتا ہے کیا یہ اسی گروہ کی نسلی یادگار نہیں ہے جن کو حضرت امام حسنؓ کی صلح پسندی سے اختلاف تھا اور جوامت مسلمہ میں انتشار وتخریب پھیلانے کے لئے پوتہ ٹیکے ہوئے تھے۔

امیر معاویہؓ کا خاندان

حضرت امیر معاویہؓ خاندان ''بنو امیہ'' کے نامور فرزند تھے مکہ کے قبیلہ قریش میں دو خاندان بڑے عروج پر تھے، ایک امیہ بن شمس کا خاندان ''بنو امیہ'' اور دوسرا عبدالمطلب بن ہاشم کا خاندان ''بنی ہاشم'' امیر معاویہؓ کے والد کا نام ابوسفیان دادا کا نام حرب بن امیہ بن شمس تھا۔ دونوں خاندان پانچویں پشت میں عبدالمناف پر پہنچ کر ایک ہوجاتے تھے۔

Marfat.com

بنو امیہ کو اگر پورے عرب میں دنیاوی عظمت حاصل تھی تو بنی ہاشم دینی سیادت میں ممتاز تھے، پورا عرب انہیں کعبہ کی نگہبانی اور خدمت کی وجہ سے عزت واحترام کی نظر سے دیکھتا تھا، بنو امیہ کی یہ کوشش ہمیشہ جاری رہی کہ کسی طرح دنیوی عروج کے ساتھ دینی پیشوائی بھی حاصل ہو جائے۔ مگر یہ حسرت کبھی پوری نہ ہوسکی!

امیہ، حرب اور ابوسفیان تینوں قوت وشجاعت اور دولت وسیاست میں شہرت کے لحاظ سے پورے عرب پر چھائے ہوئے تھے۔ سپہ گری اور سپہ سالاری ان کا خصوصی امتیاز بن گئی تھی مگر اس کے باوجود لوگ مذہبی اعتبار سے بنی ہاشم کے سامنے ہی سر عقیدت جھکاتے تھے۔

اسلام سے ابوسفیان کی شدید مخالفت، متعدد معرکوں میں مسلمانوں کے خلاف تلوار زنی میں یہی راز پوشیدہ تھا۔ دنیوی اقتدار کے ساتھ دینی سیادت کے حصول کی کوشش امیہ بن شمس سے شروع ہوئی اور بنی امیہ کے آخری بادشاہ مروان ثانی تک جاری رہی۔

دینی وسیاسی اعتبار سے حصول عزت کی جدوجہد کوئی معیوب بات نہیں ہے بشرطیکہ نیت اچھی ہو اور حصول کے طریقے پرامن اور اخلاقی ہوں، بنی امیہ کے بعض افراد کو بہمہ وجوہ کامیابی حاصل نہ ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہی تھی کہ وہ بنی ہاشم سے الجھے رہے اور ان کو راستہ کی رکاوٹ سمجھتے رہے، حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اقتدار وسیاست کے ساتھ مذہبی حلقوں میں جو اعزاز ومقام حاصل کیا اس کی صرف ایک ہی وجہ تھی کہ وہ اسلام سے گہرا اور سچا تعلق رکھتے تھے اور بنی ہاشم کے ساتھ حسن سلوک کو اپنا مذہبی فریضہ خیال کرتے تھے۔

پیدائش وعروج

حضرت امیر معاویہؓ مکہ میں پیدا ہوئے باپ ابوسفیان اور ماں ہندہ نے ''معاویہ'' نام رکھا۔ حضرت علیؓ ٦ سال کے ہو چکے تھے۔ دو برس کے بعد غار حرا سے آفتاب ہدایت طلوع ہوا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تاج نبوت سے سرفراز ہو کر غار سے باہر آئے۔ توحید الٰہی کی آواز نے کفر کی تاریکیوں میں زلزلہ پیدا کر دیا۔ مخالفت کرنے والوں میں اگرچہ مکہ کے تمام قبائل حصہ لے رہے تھے مگر امیر معاویہؓ کے والد ابوسفیان اور ماں ہندہ مخالفین میں بہت نمایاں تھے۔ یہ مخالفت تھوڑے عرصہ تک نہیں رہی بلکہ ٢٢ سال تک مسلسل جاری رہی یہاں تک کہ ہجرت کے بعد بھی کئی معرکوں میں ابوسفیان فوج کی رہنمائی اور ہمت افزائی کرتے رہے لیکن وہ اسلام کو نہ مکہ میں دبا سکے اور نہ مدینہ میں پھیلنے سے

Marfat.com

روک سکے۔ پیہم شکستیں کھائیں آخر دامن اسلام میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔

۸ھ میں فتح مکہ کے موقع پر ابوسفیانؓ مکہ والوں کی طرف سے حالات کا جائزہ لینے آئے لیکن مسلمانوں کی آنحضرت صلعم کے ساتھ بے پناہ عقیدت اور جاں نثاری کے جذبات دیکھ کر اس قدر متاثر ہوئے کہ آنحضرتؐ کی خدمت میں پہنچ کر اسلام قبول کر لیا۔ آنحضرتؐ نے ان کی شہرت و وجاہت کا اتنا خیال کیا کہ مکہ میں فاتحانہ داخلہ کے وقت اعلان کر دیا کہ جو ابوسفیانؓ کے مکان میں داخل ہو جائے گا اسے امان دی جائے گی۔ آنحضرتؐ کے حُسن سلوک نے ان کے دل سے تمام پچھلی کدورتیں نکال دیں اور وہ اسلام کے سچے شیدائی بن گئے یہاں تک کہ معرکہ حنین میں جب بہت سے لوگ بھاگ کھڑے ہوئے تو ابوسفیان ثابت قدم رہے اور کفار کے حملوں کو برابر روکتے رہے۔

آنحضرتؐ ابوسفیان کو ساتھ لئے ہوئے جب فاتحانہ شان سے مکہ میں داخل ہوئے تو امیر معاویہؓ اور ان کی ماں ہندہ خدمت رسولؐ میں حاضر ہوئیں اور دونوں ماں بیٹوں نے اسلام قبول کر لیا۔ آنحضرتؐ کو امیر معاویہ کے اسلام سے بڑی خوشی ہوئی۔ آپؐ نے ان کو مبارکباد دی بعض راوی اس طرف بھی گئے ہیں کہ امیر معاویہؓ فتح مکہ سے پیشتر ہی صلح حدیبیہ کے وقت مسلمان ہو گئے تھے مگر باپ کے خوف سے اسلام کو چھپائے رہے اگرچہ مورخین کا ایک بڑا گروہ اس روایت کو قبول کرنے سے پس وپیش کرتا ہے لیکن حالات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو انکار کی تمام صورتیں بڑی حد تک ٹوٹ جاتی ہیں۔

کیا یہ حقیقت نہیں کہ بدر، اُحد، خندق اور حدیبیہ کے وقت امیر معاویہؓ پچیس اور تیس برس کے نوجوان تھے، بہادری اور سیاست میں بھی اپنے باپ سے کم نہیں تھے مگر اس کے باوجود وہ نہ بدر میں آئے اور نہ اُحد میں شریک ہوئے۔ نہ خندق میں کودے اور نہ حدیبیہ کے وقت انہوں نے کوئی حصہ لیا؟ جوان بیٹا باپ کے ساتھ کسی موقعہ پر نظر نہ آئے اس بات کا ثبوت ہے کہ اسلام کی حقانیت فتح مکہ سے پہلے ہی ان کے دل میں گھر کر چکی تھی، اعلانیہ اظہار کی حالات اجازت نہیں دے رہے تھے ورنہ عین ممکن تھا کہ وہ غزوات اسلام میں آنحضرتؐ کے ساتھ شریک ہو کر دوسرے مسلمانوں کی طرح اپنی بہادری کے کارنامے بھی دکھاتے۔ تاہم حنین اور طائف کے معرکوں میں شریک ہونے کی سعادت حاصل کر ہی لی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بہادری اور خلوص سے اس درجہ خوش ہوئے کہ آپ نے مال غنیمت سے سو اونٹ اور سوا سو تولہ چاندی عنایت فرمائی اور اس سے بھی زیادہ بڑا اعزاز یہ عطا فرمایا کہ ان کو کاتب وحی کے اہم عہدہ پر سرفراز فرمایا۔ خاندان بنو امیہ کی مخالفانہ سرگرمیوں سے مسلمانوں کے دلوں میں جو کدورت پیدا ہو چکی تھی اسے دور کرنے کے لئے آنحضرتؐ نے یہ بھی کیا کہ

Marfat.com

اس خاندان کے ایک مشہور فرد عتاب بن اسید کو مکہ کا عامل مقرر کیا تا کہ مسلمان پچھلی عداوتوں کو بھول کر باہم شیر وشکر ہو جائیں۔

حضرت امیر معاویہؓ کے عروج اور اسلام میں سیاسی خدمات کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ سے شروع ہوا اگرچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انہیں کسی عہدہ پر مامور نہیں کیا لیکن مشوروں میں وہ شریک رہے اور ان کے بڑے بھائی یزید بن ابوسفیانؓ کو اسلامی لشکر کے ایک دستہ کا سردار مقرر کیا اور وہ شام میں فوجی کارروائیوں میں مصروف ہو گئے۔امیر معاویہؓ اپنے بھائی کے ساتھ اس مہم میں شریک رہے اور نمایاں خدمات انجام دیں اور پھر اپنی شجاعت وسیاست کی بدولت شامی لشکر کے ایک حصہ کی سپہ سالاری پر فائز کیے گئے۔

یزید بن ابوسفیانؓ اور امیر معاویہ کے لشکروں نے شام کی سرحد پر قیصر روم کی فوجوں سے زبردست مقابلہ کیا قیصر کا سردار مارا گیا شامیوں کی ایک بڑی تعداد بھی ماری گئی۔مال غنیمت کا انبار لگ گیا جسے مدینہ طیبہ حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں روانہ کیا گیا۔خلافت صدیقی میں شامیوں پر مسلمانوں کی یہ بہت بڑی فتح تھی جو ۱۲ھ میں حاصل ہوئی۔

شام میں یزید بن ابوسفیانؓ اور ان کے بھائی امیر معاویہؓ کی جدوجہد جاری تھی کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیماری طول پڑ گئی چنانچہ ۲۳ جمادی الثانی ۱۳ھ کو جب آپ نے سفر آخرت اختیار کیا تو اسلامی فوجیں دمشق پر قبضہ کر چکی تھیں۔حضرت فاروق اعظمؓ مسند خلافت پر رونق افروز ہوئے اور فتح دمشق کی اطلاع آئی تو آپ نے یزید بن ابوسفیان کو دمشق کا گورنر مقرر کر دیا۔حضرت امیر معاویہؓ بدستور اپنے بھائی کی ماتحتی میں جنگی خدمات انجام دیتے رہے۔شام کی جملہ فتوحات میں آپ نے جس دانش مندی اور بہادری کا ثبوت دیا، اس کا اندزہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ چار سال کے قلیل عرصہ میں پورا ملک شام مسلمانوں کے زیرنگین آ گیا۔شامی سرداروں کی قوتیں پاش پاش ہو گئیں اور کوئی شہر ایسا نہیں رہا جہاں اسلامی جھنڈا نہ لہرا دیا گیا ہو۔

شام کی گورنری

حضرت امیر معاویہؓ اپنی دانشمندی، جنگی خدمات اور اسلام دوستی کی بنا پر امیر المومنین حضرت فاروق اعظمؓ اور مسلمانوں کی نظر میں اس درجہ مقبول ہو چکے تھے کہ ۱۸ھ میں جب ملک شام میں طاعون کی وباء پھوٹی اور یزید بن ابوسفیانؓ حاکم دمشق فوت ہوئے تو حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت امیر

Marfat.com

معاویہؓ کو دمشق کا گورنر مقرر کر دیا طاعون کی یہ وباء اتنی خوفناک اور ہلاکت خیز تھی کہ کوئی گھر ایسا باقی نہیں رہا جہاں موت کے قدم نہ پہنچے ہوں۔ بیس ہزار سے زیادہ جانیں لقمہ اجل ہو گئیں۔ شامیوں کے علاوہ موت کا جام پینے والوں میں مسلمانوں کی تعداد بھی ہزاروں سے متجاوز تھی۔ حضرت ابوعبیدہؓ، حضرت یزید بن ابوسفیانؓ، حضرت ضرارؓ، حضرت شرجیلؓ جیسے نامور سپہ سالاران اسلام اسی طاعون کی نذر ہو گئے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے دمشق کے عامل کی حیثیت سے بہت ہی نمایاں خدمات انجام دیں اس سے پہلے بھی فتوحات شام کے سلسلہ میں بہت سے موقعوں پر وہ مقدمۃ الجیش کی حیثیت سے نظر آتے ہیں کوئی ایسا معرکہ نہیں جہاں دلوں پر ان کا سکہ نہ بیٹھ گیا ہو، اُردن کے مستقل حاکم رہنے کے بعد جب دمشق کے گورنر ہوئے تو خلافت کی طرف سے آس پاس کے بہت سے علاقے بھی ان ہی کے ماتحت کر دیئے گئے۔

حضرت فاروق اعظمؓ جب مدینہ سے بیت المقدس تشریف لے گئے تو حضرت امیر معاویہؓ نے بڑے جوش اور عقیدت کے ساتھ ان کا استقبال کیا اور جب تک وہ شام میں رہے امیر معاویہؓ ان کی خدمت میں حاضر رہے۔

اسی زمانہ میں حضرت امیر معاویہؓ نے شاہانہ شان و شوکت اختیار کر لی تھی، دروازہ پر دربان پہرہ دیتے تھے اور آپ کی نقل و حرکت فوجی نگرانی میں ہوا کرتی تھی۔ حضرت فاروق اعظمؓ کو یہ طریقہ پسند نہیں آیا۔ آپ نے ٹوکا اور فرمایا کہ میں اسے اچھا نہیں سمجھتا ہوں کہ محلوں میں رہا جائے اور دروازہ پر دربان بٹھائے جائیں؟ مگر امیر معاویہؓ کے اس جواب سے کہ عیسائیوں پر رعب بٹھانے اور ان کے جاسوسوں کی سرگرمیوں سے باخبر رہنے کے لئے یہ سب کچھ کیا گیا ہے تاکہ قیصر کی فوجیں مرعوب ہو کر حملہ کا ارادہ نہ کر سکیں۔ امیر معاویہؓ کے اس جواب سے حضرت فاروق اعظمؓ مطمئن ہو گئے اور پھر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

۲۴ھ کے اوائل تک امیر معاویہؓ دمشق اور اس کے ملحقات کے حاکم اعلیٰ رہے شام کا پورا علاقہ ان کی سوجھ بوجھ کی بدولت مسلمانوں کے زیرنگین آ چکا تھا حضرت فاروق اعظمؓ اس علاقہ کی طرف سے اس قدر مطمئن تھے کہ انہیں امیر معاویہؓ کو ہٹانے کا کبھی خیال بھی نہیں آیا۔ ممکن تھا کہ وہ پورے شام کی گورنری کے عہدہ پر فائز کر دیتے مگر قضا نے اس کا موقعہ نہیں آنے دیا۔ یکم محرم ۲۴ھ کو جب حضرت عثمانؓ مسند خلافت پر آئے تو آپ نے امیر معاویہؓ کو پورے شام کا حاکم اعلیٰ بنا دیا۔

حضرت امیر معاویہؓ اپنی خوبیوں کی بدولت اگرچہ اس سے پہلے ہی عام شہرت، مقبولیت اور اثر

140211

Marfat.com

ودبدبہ حاصل کر چکے تھے مگر پورے شام کے گورنر ہونے کے بعد ان کا اقتدار اتنا بڑھ گیا کہ نہ دولت کی کوئی کمی رہی اور نہ فوج کا کوئی شمار! شام کا کوئی علاقہ ایسا نہیں تھا جو امیر معاویہؓ کے ہاتھ میں نہ آچکا ہو یہاں تک کہ حاکم حمص اور حاکم فلسطین کی وفات کے بعد یہ علاقے بھی حضرت عثمان غنیؓ نے آپ ہی کے ماتحت کر دیئے اور وہ ۲۷ھ تک پورے شام اور اس کے ملحقات پر اس طرح چھا گئے کہ بڑی سے بڑی طاقتیں ان کے اقتدار اور تدبیر کے سامنے سر اٹھانے کی جرأت نہ کرسکیں۔

بحری فتوحات

حضرت امیر معاویہؓ کی دلی خواہش تھی کہ بحری جنگوں کا سلسلہ بھی شروع کیا جائے چنانچہ انہوں نے دور فاروقی میں کوشش بھی کی مگر حضرت فاروق اعظمؓ نے اجازت نہیں دی حضرت امیر معاویہؓ کے سامنے چونکہ اطاعت امیر مقدم تھی، خاموش ہوگئے مگر اس دیرینہ آرزو کو بھلا نہیں سکے۔ آخر حضرت عثمان غنیؓ جب مسند خلافت پر آئے تو آپ نے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے بحری قوت کے بڑھانے اور مختلف جزیروں میں رومیوں کی فوجی قوتوں کو ختم کرنے کی اجازت دیدی۔

حضرت امیر معاویہؓ کو جیسے ہی بحری جنگ کی اجازت ملی آپ جنگی جہازوں کا زبردست بیڑہ تیار کرنے میں مصروف ہوگئے ۔ ۲۸ھ میں امیر معاویہؓ کے تیار کردہ جس بحری بیڑہ نے بحر روم میں اپنی قوت کا مظاہرہ کیا اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ بحری بیڑے کے جہازوں کی تعداد ۱۷سو سے زیادہ تھی، حالانکہ قیصر روم جو اپنی شوکت کے لحاظ سے دنیا کی سب سے بڑی قوت سمجھی جاتی تھی اس نے مسلمانوں کی قوت ختم کرنے کے لئے جو جنگی جہاز سمندر کی سطح پر چھوڑے تھے ان کی تعداد صرف ۶ سو تھی۔ بحر روم کے ساحل سے بحر اوقیانوس تک بر اعظم کے جتنے شمالی ممالک پھیلے ہوئے تھے مثلاً طرابلس، تیونس، الجزائر اور مراکش سب قیصر کے قبضے میں تھے، مصر پہلے ہی مسلمانوں کے قبضہ میں آچکا تھا امیر معاویہؓ نے تمام علاقے رومیوں کے قبضہ سے نکالے، قیصر کی کوئی تدبیر کامیاب نہ ہوسکی اور تھوڑے ہی دنوں میں رومیوں کی عظیم الشان سلطنت صفحہ ہستی سے مٹ گئی۔

چونکہ رومی فوج کا ہیڈ کوارٹر قبرص تھا اس لئے امیر معاویہؓ کی بحری فوج نے سب سے پہلے اسی کو حملہ کا نشانہ بنایا، قیصر نے آخر دم تک مقابلہ کیا مگر جان بچا کر قسطنطنیہ میں دم لیا۔ قبرص پر مسلمانوں نے قبضہ کرلیا یہ پہلی بحری فتح تھی جو امیر معاویہؓ کی تدابیر سے مسلمانوں کو حاصل ہوئی۔ اس فتح کے بعد امیر معاویہؓ خود جزیرہ قبرص میں آئے اور حالات کا جائزہ لینے کے بعد دوسرا حملہ ڈورس پر کیا بڑی خونریز

Marfat.com

جھڑپیں ہوئیں ڈورس والے ہتھیلی پر جان رکھ کرلڑے مگر اسلامی لشکر کے سامنے انہیں بھی شکست کھانا پڑی اور اسلامی فوج نے ڈورس پر قبضہ کرلیا غرض ۲۸ھ تک اسلامی فوجیں قسطنطینہ کے دروازہ تک پہنچ کر رُک گئیں اور کچھ عرصہ اندرونی شورشوں کو دبانے میں مصروف رہیں۔

قسطنطنیہ رومیوں کا دارالسلطنت تھا جہاں وہ ہر طرف سے شکست کھا کر محصور ہو گئے تھے اور از سر نو اپنی تنظیم اور قوت کو بڑھانے میں مصروف تھے تا کہ مسلمانوں سے اپنے ممالک واپس لے سکیں۔

فتنہ و خلفشار

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے چند ابتدائی سال بڑے امن و امان سے گزرے مسلمانوں کو ایک ہی خیال تھا کہ اسلامی اقتدار کو زیادہ سے زیادہ وسیع مضبوط کیا جائے۔ پوری اسلامی مملکت میں ہر جگہ مسلمان اپنے اپنے امیروں اور حاکموں کے اشارہ پر اسی جذبہ سے سرشار اشاعت اسلام اور استحکام مملکت میں مصروف تھے، مکہ مدینہ، شام، عراق، ایران اور مصر ہر جگہ یہی ایک جذبہ تھا جو کام کر رہا تھا۔ تمام جلیل القدر صحابی حضرت عثمانؓ کے معاون و مطیع تھے، ہر مشورہ میں شریک، ہر موقعہ پر حاضر اور ہر کام میں پیش پیش! مگر وہ گروہ جو صرف دکھانے کے لئے اسلام لایا تھا اور جس میں ایرانی بھی تھے اور یہودی بھی، شامی بھی تھے اور کوفی بھی۔ در پردہ اس کوشش میں تھے کہ کسی طرح مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا جائے اور یہ آپس میں الجھ جائیں اور ہم کو نہ صرف اپنے مقبوضہ علاقے ان سے واپس لینے کا موقع ملے بلکہ اسلام کی عالمگیر تحریک بھی ٹھنڈی پڑ جائے۔

فتنہ پردازوں کا یہ گروہ اتنا منظم تھا کہ ان کے آدمی ہر جگہ موجود اور گھات میں لگے ہوئے تھے مدینہ، مصر، شام اور عراق و ایران سب جگہ ان کے مرکز تھے مگر مدینۃ الرسول جو اسلامی مملکت کا دارالخلافہ تھا ان مفسدوں کا مرکز اعظم تھا جہاں سب سے بڑا فتنہ پرداز عبداللہ بن سبا اپنی شرارتوں کے ذریعہ مسلمانوں میں خلفشار کی ناپاک کوششوں میں مصروف تھا، تمام فتنے خانہ جنگیاں اور فساد اسی کے پھیلائے ہوئے تھے اس لئے اس کی تھوڑی بہت نقاب کشائی ضروری معلوم ہوتی ہے۔

عبداللہ بن سبا صنعا کا رہنے والا تھا۔ بڑا جعلساز، مکار اور عیار تھا، یہودیت چھوڑ کر بظاہر اسلام میں داخل ہوا تھا اس کی بڑی کوشش یہ تھی کہ مسلمانوں میں طبقاتی اختلافات کو جو اسلام نے مٹا دیئے تھے۔ دوبارہ زندہ کرے تا کہ وہ باہم دست، و گریبان ہو کر اتحاد و اخوت سے محروم ہو جائیں اس کی یہ کوشش مدینہ میں بھی جاری رہی اور پھر وہ اپنی ناپاک تحریک کو پھیلانے کے لئے کوفہ، بصرہ، مصر اور

Marfat.com

دمشق بھی گیا وہ جہاں بھی جاتا منافقوں کی ایک ٹولی تیار کرتا جو اس کے چلے جانے کے بعد بھی اپنی سرگرمیوں میں مصروف رہتے۔

اس بدبخت نے اپنی کامیابی کے لئے دو طریقے اختیار کیے اول یہ کہ وہ حضرت علیؓ اور اہل بیت کا عاشق زار بن گیا اور دوسرا طریقہ یہ اختیار کیا کہ حضرت عثمانؓ کے خلاف لوگوں کو بھڑکانا شروع کیا اور ساتھ ہی اپنے پھیلے ہوئے گرگوں کو بھی یہ ہدایات روانہ کیں کہ وہ حضرت عثمان غنیؓ کے خلاف آگ لگانے میں ان کی کنبہ پروری اہل خاندان کو مراعات اور ان کو بڑے بڑے عہدوں پر مامور کرنے کو سہارا بنائیں اور لوگوں کے ذہن میں اچھی طرح بٹھا دیں کہ بیت المال کے دروازے صرف خاندان عثمانی کے لئے کھلے ہوئے ہیں، مروان جس کو آنحضرتؐ نے شہر بدر کیا تھا ان کا مشیر خاص ہے اس کے علاوہ حضرت عثمانؓ توہین رسول بھی کر رہے ہیں کہ وہ ممبر کی اسی سیڑھی پر کھڑے ہوتے ہیں جس پر کھڑے ہو کر آنحضرتؐ خطبہ پڑھتے تھے حالانکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ اس سیڑھی سے نیچے کھڑے ہوتے تھے تاکہ احترام رسولؐ قائم رہے۔ سبائی گروہ نے ایک کام یہ بھی کیا کہ ہزاروں کی تعداد میں خطوط لکھے اور مملکت اسلامیہ میں ہر جگہ معززین اور بااثر مسلمانوں کو روانہ کئے تاکہ بغاوت و فساد کی آگ زیادہ سے زیادہ پھیلے اور سلگے۔ طبقاتی اور خاندانی منافرت بڑھتی جائے اور مسلمان گروہ در گروہ ہو کر ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑیں۔ بلاشبہ عبداللہ بن سبا کی یہ کوشش بڑی منظّم اور کامیاب تھی کہ مسلمانوں میں ایک ایسا گروہ پیدا کر دیا جائے جو آج تک حضرت عثمانؓ کو گالیاں دیتا ہے اور صدیقؓ اور فاروقؓ اور صدہا صحابہ رسولؐ کو اپنی ملامت کا نشانہ بنانے کو اپنے گمراہ خیال میں ایمان کا معیاری عقیدہ سمجھتا ہے۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔!

شوال ۳۴ھ تک سبائی فتنہ پوری مملکت میں آگ کی طرح پھیل چکا تھا۔ حضرت عثمانؓ سخت پریشان تھے کہ اس فتنہ کو کس طرح دبایا جائے، آخر آپ مدینہ سے حج کے لئے روانہ ہوئے اور ساتھ ہی تمام صوبوں کے عاملوں کو حکم بھیجا کہ وہ بھی مکہ پہنچیں تاکہ حج سے فارغ ہو کر مشورہ کیا جائے کہ اس فتنہ کا خاتمہ کس طرح ہو؟ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حج کے بعد مکہ میں مجلس مشاورت منعقد ہوئی کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا اور حضرت عثمان غنیؓ تمام عاملوں کو ہمراہ لیے مدینہ آ گئے۔ یہاں بھی مشورے ہوئے سب نے اس بڑھتی ہوئی شورش کے انسداد کے لئے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا۔ حضرت امیر معاویہؓ جو سب سے زیادہ حالات سے باخبر اور صائب الرائے تھے سب کی آراء کو سنتے رہے اور پھر اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے حضرت عثمان غنیؓ کو مشورہ دیا کہ!

Marfat.com

''حالات نازک صورت اختیار کر چکے ہیں اور مزید بگڑتے چلے جا رہے ہیں اگر یہی صورت رہی تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں آپ کی جان اس شورش کی نذر نہ ہو جائے، پس بہتر یہی ہے کہ آپ کچھ عرصہ کے لئے میرے ساتھ دمشق چلیں کیونکہ شام میں فساد کا کوئی امکان نہیں ہے جب حالات بہتر ہوں تو مدینہ واپس آ جایئے گا مگر فی الحال مدینہ میں آپ کا قیام خطرے سے خالی نہیں۔''

حضرت عثمان غنیؓ نے امیر معاویہ کی معروضات کو سنا اور صاف کہہ دیا کہ میں دربار رسولﷺ چھوڑنے کے لئے کسی حال میں تیار نہیں ہوں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آستانہ رسولﷺ کو چھوڑ کر کسی دوسرے مقام کو ترجیح دوں، حضرت امیر معاویہؓ نے اس عرضداشت کے نامنظور ہونے کے بعد اور چند مشورے دیئے مگر خلیفہ رسولؐ نے یہ کہہ کر ان کو مسترد کر دیا کہ نہ مدینہ چھوڑ سکتا ہوں، نہ فوجی دستے حفاظت کے لئے مقرر کر سکتا ہوں اور نہ یہ گوارا کر سکتا ہوں کہ بیت المال پر اپنی حفاظت کے لئے کوئی بار ڈالوں۔ حضرت معاویہؓ کے لئے یہ صورتحال بڑی پریشان کن تھی وہ آبدیدہ ہو گئے اور یہ کہتے ہوئے مجلس سے کھڑے ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ امیر المومنین پر اپنا فضل فرمائے مجھے اندیشہ ہے کہ دشمن آپ کی جان کے پیچھے پڑے ہیں اگر کوئی ایسی صورت پیش آئی تو قصاص کا معاملہ بڑا اتباہ کن ہوگا حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا یہ سب بعد کی باتیں ہیں جو ہوگا بعد میں دیکھا جائے گا۔

حضرت امیر معاویہؓ کو مملکت اسلامیہ میں جو قوت و شوکت حاصل تھی وہ ظاہر ہے اگر حضرت عثمان غنیؓ ذرا بھی ہمت افزائی کرتے یا ان کو شورش پسندوں کے خاتمہ کی طرف توجہ دلاتے تو بڑی آسانی کے ساتھ وہ عبداللہ بن سبا اور اس کے گروہ کی فتنہ کاریوں کا استحصال کر سکتے تھے اور منافقوں کا یہ گروہ جو اسلام دوستی اور آل رسولؐ کی محبت کا راگ الاپ رہا تھا اسی دم ختم ہو سکتا تھا اور ملت اسلامیہ اس خلفشار اور فتنہ سے ہمیشہ کے لئے نجات حاصل کر لیتی مگر حضرت عثمان غنیؓ اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ جو لوگ زبان سے کلمہ پڑھتے ہیں اور اسلام کا نام لے کر نمازوں میں شامل ہوتے ہیں ان پر ہاتھ اٹھایا جائے ان کا خیال تھا کہ اگر ایسا کیا گیا تو غیر مسلموں کو یہ کہنے کا موقعہ ملے گا کہ مسلمان اپنے بھائیوں پر ہاتھ صاف کرنے میں بھی تامل نہیں کرتے تو پھر غیر مسلموں سے کیا اچھا برتاؤ کر سکیں گے۔

بہرحال تمام مشورے بیکار ثابت ہوئے تو حضرت امیر معاویہؓ اور تمام عاملین ممالک اسلامیہ اپنے اپنے مقام کے لئے روانہ ہو گئے۔ یہ صورتحال بڑی پریشان کن تھی مگر حضرت عثمان غنیؓ نے کوئی ایک قدم بھی ایسا نہیں اٹھایا جو صبر و استقلال کے خلاف ہو اور جس سے ان کے اضطراب کا پتہ چلتا ہو۔

اس دوران میں عبداللہ بن سبا مصر میں اپنی تخریبی سازشوں اور ترکیبوں میں لگا ہوا تھا اور مختلف

Marfat.com

ممالک میں اپنے گرگوں کو ہدایات بھیج رہا تھا اور تاکید کر رہا تھا کہ حضرت عثمان غنیؓ اور ان کی خلافت کو بدنام کرنے اور لوگوں کو ان کے خلاف اکسانے اور بغاوت پھیلانے میں ہر ممکن کوشش کی جائے، آخر جیسے ہی صوبوں کے عاملین اپنے اپنے مقام پر پہنچے عبداللہ بن سبا نے فتنہ کی آگ اور شدت سے بھڑکانا شروع کر دی، مصر کو اس نے اپنا مرکز بنایا اور تمام اسلامی دنیا میں اپنے چیلوں کے ذریعہ حضرت عثمانؓ کے خلاف جھوٹ تہمت اور الزامات کے طوفان کھڑے کر دیئے، بہت سے غریب و مخلص مسلمان بھی اس کی تحریک کے جال میں پھنس گئے، ابن سبا بد باطن جن الزامات اور اتہامات کی تبلیغ کر رہا تھا اور اپنے آدمیوں اور خطوط کے ذریعہ خلافت اسلامیہ کو پامال اور برباد کرنے کی کوشش کر رہا تھا ان میں حسب ذیل باتیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

''خلافت حضرت علیؓ کا حق ہے کیونکہ وہ رسول اللہؐ کے وصی ہیں یہ بہت بڑا ستم ہوا ہے کہ حق دار کا حق اس سے چھین کر دوسروں کو دیدیا گیا ہے، عثمانؓ غاصبان خلافت کے جانشین ہیں اس لئے وہ امیر المومنین نہیں ہوسکتے انہوں نے بڑے بڑے صحابہؓ کی توہین کی ہے ان کو عہدوں سے معزول کر کے اپنے رشتہ داروں کو گورنر بنایا ہے جو حد درجہ نالائق اور بے عقل ہیں لہٰذا ایسا شخص کسی طرح خلافت کا اہل نہیں ہوسکتا ہے۔ مدینہ کی چراگاہیں اپنے قبضہ میں کر لی ہیں۔ بیت المال کی رقموں کا ناجائز استعمال کیا ہے، قرآن مجید کے اوراق جلاڈالے ہیں، بنی ہاشم کے حقوق بڑی بے دردی سے پامال کر رہے ہیں ان کا جھوٹ اور فریب اب آشکار ہو چکا ہے۔ (معاذ اللہ)

عبداللہ بن سبا کو سب سے زیادہ خوف امیر معاویہؓ کا تھا اس لئے اس نے شام کو چھوڑ کر مصر عراق اور کوفہ کو اپنا مرکز قرار دیا تھا اور جب یہاں کے لوگ ہموار ہو گئے تو اس نے حکم دیا کہ اب یہاں سے آگے بڑھو اور حضرت عثمانؓ کے خلاف جھوٹ کی آگ لگاتے ہوئے حج کے بہانے مکہ میں جمع ہو جاؤ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سبائی گروہ مکہ آنے لگا اور حج کی تاریخ کا آفتاب ڈوبتے ہی مدینہ کا رُخ کر دیا۔ مدینہ اول تو فوجوں سے خالی تھا دوسرے صحابہؓ کی بڑی تعداد بھی مکہ میں تھی ان نابکاروں نے بڑی سرعت سے راستہ قطع کیا اور مدینہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ حضرت عثمانؓ کے مکان کا محاصرہ کر لیا کئی دن شدید ہنگامے برپا رہے، حضرت علیؓ اور چند دوسرے صحابہؓ نے بڑی کوشش کی کہ بلوائیوں کے فتنہ کو ٹھنڈا کیا جائے مگر کوئی کامیابی نہیں ہوسکی آخر ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ کو رسول اللہؐ کے تیسرے جانشین اور داماد تلواروں کے وار پہ وار کھانے کے بعد قرآن پڑھتے ہوئے شہید ہو گئے۔ بلوائیوں کا زور اتنا بڑھ گیا کہ کئی دن مدینہ میں ہنگامے برپا رہے لاقانونیت کا زور رہا تیسرے دن حضرت عثمان غنیؓ حضرت علیؓ کی

Marfat.com

کوشش سے سپرد خاک کئے گئے۔ تفصیلی حالات اس سلسلہ کی تیسری جلد تاریخ خلفائے راشدین میں بیان کئے جا چکے ہیں۔

سبائیوں کی فتنہ آرائیوں کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ مدینہ کے باشندوں نے گھروں کے دروازے بند کر لیے تھے۔ مسجد نبوی کی امامت بھی ایک سبائی نے اپنے ہاتھ میں لے لی تھی۔ مسلمان ان حالات سے سخت پریشان تھے کہ ان حالات سے کس طرح نجات حاصل کی جائے آخر کچھ لوگ ہمت کر کے گھروں سے نکلے حضرت علیؓ کی معیت میں بلوائیوں کو ٹھنڈا کیا اور جب ذرا حالات پرسکون ہوئے تو سب نے متفقہ طور پر حضرت علیؓ کو خلافت کے لئے چنا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ بیعت کرنے والوں میں وہ سبائی بھی شامل تھے جو درپردہ بلوائیوں کو اکسار ہے تھے ان کی غرض یہ تھی کہ بیعت کرنے کے بعد مسلمانوں میں شامل وشریک رہتے ہوئے کچھ ایسی تدابیر کی جائیں جس سے مسئلہ خلافت میں مسلمانوں کے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے اور وہ آپس میں خونریزی اور تصادم کے بعد اپنا اتحاد کھو بیٹھیں۔

سبائیوں کا رہنما بدنہاد ابن سبا اپنے ناپاک خیال میں بھی بہت حد تک کامیاب ہوا اور حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ کے خلیفہ ہوتے ہی اس نے اپنے گرگوں کو حکم دیا کہ اب تمہارے پروپیگنڈے کا رخ یہ ہونا چاہیے کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت حضرت علیؓ کے اشارے پر ہوئی ہے تا کہ بنی امیہ خون عثمانؓ کا بدلہ لینے کے لئے بنی ہاشم سے الجھ پڑیں اور حضرت علیؓ اور امیر معاویہ کے طرفدار میدان میں ایک دوسرے کا خون بہا کر دشمنوں کو شاد ہونے کا موقع دیں آخر سبائیوں کی یہ تدبیر کارگر ہوئی وہ گروہ در گروہ ہو کر مدینہ سے مکہ اور وہاں سے کوفہ، عراق اور شام تک پھیل گئے اور ہر جگہ مشہور کر دیا کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت میں حضرت علیؓ کا ہاتھ ہے قاتلان عثمانؓ، علیؓ کے لشکر میں موجود ہیں اور وہ ان سے کوئی بدلہ لینا نہیں چاہتے ہیں مکر وفریب سے بھری ہوئی اس داستان کو سبائیوں نے اتنا اچھالا کہ بہت سے مسلمان اس درجہ متاثر ہوئے کہ حضرت علیؓ کی بیعت توڑ کر مدینہ سے مکہ اور شام کی سمت چل دیئے۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ جیسے نامور صحابی بھی اس افواہ کے اثر سے بچ نہ سکے اور دل برداشتہ ہو کر مدینہ سے مکہ روانہ ہو گئے۔ حضرت عائشہؓ جو مکہ میں موجود تھیں ان کو معلوم ہوا تو سخت رنجیدہ ہوئیں۔

حضرت علیؓ کے لئے یہ صورتحال سخت پریشان کن تھی دشمنوں کے جھوٹے اتہامات اور غلط پروپیگنڈے نے ہر جگہ آگ لگا دی تھی اس درمیان میں یہ مشہور کیا گیا کہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ مکہ سے مسلمانوں کے ایک عظیم گروہ کے ساتھ کوفہ کی جانب روانہ ہوئی ہیں تا کہ جو صحابیؓ

Marfat.com

کوفہ اور شام میں موجود ہیں ان سے قاتلان عثمانؓ کے متعلق مشورہ کریں اسی دوران میں حضرت علیؓ نے بعض نادان دوستوں کے مشورہ سے حضرت امیر معاویہؓ کو اطاعت کا پروانہ روانہ کیا اور ساتھ ہی بنی امیہ کے کچھ نامور عہدہ داروں کو معزول کر کے ان کی جگہ ہاشمیوں کو پروانہ تقرری دے کر روانہ کیا۔ غرض حالات بگڑتے ہی چلے گئے، حضرت عثمانؓ کا خون آلود کرتا اور ان کی بیوی کی کٹی ہوئی انگلیاں دکھا دکھا کر شام وعراق میں مسلمانوں کو مشتعل کیا گیا۔ یہ سب کچھ اس حد تک کیا گیا کہ حضرت علیؓ کو مدینہ چھوڑ کر کوفہ جانا پڑا اور مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں ایک دوسرے کا خون بہانے میں مصروف نظر آنے لگے۔

حقیقت یہ ہے کہ سبائی گروہ کافروں سے بھی ہزاروں درجہ بڑھا ہوا تھا اس گروہ نے جس فریب دغا اور مکر کے جال پھیلا کر مسلمانوں کو لڑادیا اور نامور صحابہؓ کو دھوکہ کھا جانے پر مجبور کر دیا۔ اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی ہے جنگ جمل ۳۶ھ اور جنگ صفین ۳۷ھ اسی گروہ کی ناپاک کوششوں کے نتیجے میں ہوئی تھیں۔ ہزاروں مسلمانوں کا خون ان دغابازوں کی حرکتوں سے پانی کی طرح بہہ گیا یہ دغاباز ایک طرف حضرت علیؓ کی محبت کا جھوٹا راگ الاپتے رہے دوسری طرف حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے مسلمانوں کو شہ دیتے رہے اور تیسرا کام یہ کرتے رہے کہ امیر معاویہؓ اور ان کے ساتھیوں کو یقین دلاتے رہے کہ قاتلان عثمانؓ کو حضرت علیؓ نے اپنی حفاظت میں لے رکھا ہے کیونکہ یہ قتل ان کے اشارہ پر ہوا ہے۔

یہاں یہ بات بھولنا نہیں چاہئے کہ اسلام کی حفاظت واشاعت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے ہزار کوششوں کے بعد بھی نہ یہ مٹ سکتا ہے اور نہ اس کی اشاعت رک سکتی ہے، اگر مٹتا اور پھیلنے سے رکتا تو آنحضرتؐ کی زندگی میں ختم ہو جاتا مگر تاریخ شاہد ہے کہ نامساعد حالات کی انتہا کے باوجود محفوظ بھی رہا اور بڑھتا بھی رہا حالانکہ دور رسالتؐ کے مخالفین ومنافقین نے مٹانے اور برباد کرنے میں کسی ایک تدبیر واختلاف سے منہ نہیں موڑا۔

آخر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سمجھ عطا فرمائی، نام نہاد شیعان علیؓ اور محبان عثمانؓ کی فتنہ آرائیوں اور خفیہ سازشوں کے پردے چاک ہو گئے۔ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں نے حالات کا جائزہ لیا غلط فہمیاں دور ہونے لگیں، غلطیوں پر ندامت کا اظہار ہونے لگا اور دونوں حضرت ایک دوسرے کے متعلق اپنی اپنی زبان سے اچھے کلمات ادا کرنے لگے حضرت علیؓ نے فرمایا اے لوگو! معاویہؓ کو بُرا مت کہو خدا کی قسم جب وہ نہ ہوں گے تو دنیا میں بدامنی پھیلے گی، نیز یہ کہ حضرت علیؓ نے ایک گشتی فرمان

Marfat.com

جاری کیا جس میں یہ اعلان تھا کہ اہل شام (یعنی معاویہؓ اور ان کے احباب) کا اور ہمارا اللہ ایک، رسول ایک، اللہ پر، رسول پر قیامت پر ایمان رکھتے ہیں نہ وہ ہم سے زیادہ اور نہ ہم ان سے زیادہ ہمارا اور ان کا معاملہ ایک ہے اختلاف صرف خون عثمانؓ کا ہے، تو اللہ خوب جانتا ہے کہ میں اس خون سے بری ہوں۔

اسی طرح حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ کو اپنے ایک خط میں لکھا ''اما شرفک فی الاسلام وقرابتک من النبی علیه السلام فلست ادفعه''۔ یعنی آپ کو اسلام لانے میں جو شرف اولیت حاصل ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو قرابت آپ رکھتے ہیں میں اسے تسلیم کرتا ہوں۔

اسلام اور حضرت علیؓ سے امیر معاویہؓ کو جو لگاؤ تھا اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ جنگ جمل اور صفین کے زمانہ میں عیسائیوں کی ایک ریاست نے یہ دیکھ کر کہ مسلمان آپس میں لڑ رہے ہیں مدینہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ حضرت امیر معاویہؓ کو معلوم ہوا تو آپ نے ایک خط ریاست کے حاکم اعلیٰ کو بھیجا جس میں لکھا تھا!

''اے رومی کتے! تو ہماری آپس کی لڑائیوں اور اختلافات سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے، یاد رکھ جس وقت تو نے مدینہ کی جانب رُخ کیا تو خدا کی قسم علیؓ کے لشکر سے جو پہلا شخص تیری سرکوبی کو نکلے گا وہ معاویہ بن ابوسفیان ہوگا۔''

حضرت معاویہؓ کے اس خط نے پوری ریاست کے ولولے ٹھنڈے کر دیئے اور حاکم ریاست خاموش ہو کر بیٹھ گیا۔

حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت اور حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کی باہمی لڑائیوں کی تفصیلات کو میں نے بہت حد تک نظر انداز کر دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سلسلہ کی تیسری جلد تاریخ خلفائے راشدین میں تمام واقعات کو پوری تفصیل سے بیان کیا گیا ہے ایک ہی سے واقعات کو دونوں حصوں میں مفصل لکھنے سے کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچتا اور نہ ناظرین ہی اسے پسند کریں گے کہ وہ جمل اور صفین کی تفصیلات اور حضرت علیؓ و معاویہؓ کی باہمی صلح کی کیفیت کو بار بار پڑھنے کی زحمت گوارا کریں لہذا مفصل معلومات کے لئے تاریخ مسلمانان عالم جلد سوم کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

امارت وخلافت

خلفائے راشدین کے زمانہ میں حضرت امیر معاویہؓ نے بیس سال بحیثیت گورنر شام اور اس کے ملحقات میں حکومت کی اور پھر امام حسنؓ سے صلح کے بعد وہ بیس سال تمام اسلامی دنیا کے بالاتفاق حاکم

Marfat.com

وفرمانروا رہے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے جب تخت حکومت پر قدم رکھا تو عالم اسلام میں خیالات کے اعتبار سے چار قسم کے لوگ موجود تھے۔ پہلا گروہ شیعان علیؓ کا تھا جن میں ایک بڑی تعداد منافقوں اور موقعہ پرستوں کی تھی جو ہمیشہ بدلتے رہنے اور ہوا کے ساتھ چلتے رہتے تھے اس گروہ کے لوگ عراق وایران میں زیادہ تھے کچھ تھوڑے بہت آدمی مصر میں بھی تھے۔ کردار کے اعتبار سے اس گروہ کا کوئی مستقل عقیدہ نہیں تھا اور نہ کوئی مسلک جیسا موقعہ دیکھتے ویسا رنگ بدلتے تھے۔ دوسرا گروہ خارجیوں کا تھا یہ گروہ پہلے شیعان علی میں شامل تھا مگر بعد میں حضرت علیؓ کی جنگ سے پہلو تہی اور حضرت امام حسنؓ کی صلح پسندی سے اختلاف کر کے الگ ہو گیا اور حضرت علیؓ اور امام حسنؓ کو کافر کہنے لگا جس کی وجہ سے خارجی کہلایا۔ حضرت علیؓ، امام حسنؓ اور امیر معاویہؓ نے اس گروہ کو پہلے تو سمجھانے کی کوشش کی نہیں مانے تو جنگ کی اور آخر میں امیر معاویہؓ نے ان کے خلاف فوجی اقدامات کئے اور پسپا کر دیا۔

یہ دونوں گروہ حقیقت میں عبداللہ بن سبا کی کوششوں سے معرض وجود میں آئے تھے اس لئے ان کی اصلیت سبائی تھی اور کام صرف یہ تھا کہ مسلمانوں کو باہم لڑا کر اسلامی اتحاد کو پارہ پارہ کیا جائے اگر غور سے دیکھا جائے تو ان دونوں گروہوں کی سازشوں کا پردہ چاک ہونے کے بعد حضرت علیؓ کو کوفہ میں خاموش بیٹھنے اور حضرت امام حسنؓ کو امیر معاویہؓ سے صلح کرنے کا خیال پیدا ہوا۔

تیسری جماعت ان چند صحابہ کرامؓ کی تھی جو فریقین میں کسی کے ساتھ شریک نہیں تھے اور مکہ، مدینہ اور آس پاس کے دیہات میں خاموش زندگی گزار رہے تھے۔ وہ حضرت علیؓ، امام حسنؓ اور امیر معاویہؓ تینوں کو قابل احترام سمجھتے تھے ان کو پورا یقین تھا کہ یہ سب کچھ غلط فہمیوں اور منافقین کی شرارتوں کا نتیجہ ہے اور ساتھ ہی یہ بھی امید تھی کہ یہ غلط فہمیاں ضرور دور ہوں گی حقائق پر جو پردے پڑے ہوئے ہیں وہ چاک ہوں گے اور مسلمان پھر متحد ہو کر خدمت اسلام اور اشاعت دین کو اپنا نکتہ مقصود بنائیں گے۔

چوتھی سب سے بڑی جماعت ان حضرات کی تھی جو حضرت علیؓ کی نرم مزاجی، امام حسنؓ کی صلح جوئی اور حضرت امیر معاویہؓ کی اسلام دوستی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور شب روز اس بات کے لئے کوشاں تھے کہ منافقوں کی سرکوبی کی جائے خارجیوں کو ان کی بدتمیزی کی سزا دی جائے۔ جھوٹے محبان اہل بیت اور ان کے باطل عقائد کو آشکارا کیا جائے اہل بیت رسولؐ کے احترام کو قائم برقرار رکھا جائے اور مسلمانوں کے باہمی اتحاد کو تقویت پہنچائی جائے تاکہ عالم اسلام میں خلفائے راشدین کے قائم کردہ نظام حکومت کو جو کچھ عرصہ سے معطل پڑا تھا بحال ہونے اور ترقی کرنے کا موقع ملے۔

بس یہی مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت تھی جس کے پاکیزہ خیالات کو امام حسنؓ نے امیر

Marfat.com

معاویہؓ سے صلح کر کے غیر معمولی تقویت پہنچائی، شر پسند عناصر ختم ہو گئے اور پورا عالم اسلام امیر معاویہؓ کی امارت وخلافت پر متفق ہو کر دین الٰہی کی برتری وعظمت کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس چوتھی جماعت کے پہلے سربراہ اور رہنما حضرت امام حسنؓ تھے تو غلط نہیں ہوگا۔

باغیوں سے مقابلے

کوفہ میں ربیع الاول ۴۱ھ میں امام حسنؓ اور امیر معاویہؓ کی صلح ہوتے ہی امیر معاویہؓ کو بحیثیت خلیفہ وامیر شیعان علیؓ اور خارجیوں کے ایک گروہ سے مقابلہ کرنا پڑا اس گروہ کی تعداد پانچ سو کے لگ بھگ تھی اور ان کا سردار فروہ بن نوفل اشجعی تھا۔ حضرت امام حسنؓ نے جیسے ہی امیر معاویہؓ کی امارت وخلافت کا اعلان کیا یہ گروہ کوفہ سے نکل کر مقام نخلیہ میں جا کر خیمہ زن ہو گیا اور مقابلہ کی تیاری کرنے لگا۔

حضرت امیر معاویہؓ اور امام حسنؓ اگر چاہتے تو ان باغیوں کو بڑی جلدی ختم کر دیتے مگر ان دونوں حضرات نے مقابلہ کو پسند نہیں کیا بلکہ پرامن کوفیوں سے فرمایا کہ یہ باغی گروہ تمہارے ہی رشتہ دار اور دوست احباب ہیں، بہتر ہے کہ تم ان سے ملو اور سمجھاؤ کہ وہ اپنی غلطی کو تسلیم کریں اور اس مخالفت سے باز آئیں۔ اشجعی قبائل سے تعلق رکھنے والے کوفیوں کی ایک جماعت ان کے پاس گئی ہر چند سمجھایا اور جب نہ مانے تو یہ لوگ ان کے سردار فروہ بن نوفل کو گرفتار کر کے لے آئے باغیوں نے پھر بھی اپنی غلطی کو تسلیم نہیں کیا اور عبداللہ بن الحوساء کو اپنا سردار بنا کر مقابلہ پر آمادہ ہو گئے۔

پُرامن کوفیوں نے حضرت امام حسنؓ اور امیر معاویہؓ کی اجازت سے ان باغیوں کا زبردست مقابلہ کیا۔ عبداللہ اور بہت سے باغی مارے گئے، باغیوں نے حوثرہ اسدی کو سردار بنایا جو باقی ماندہ باغیوں کو لے کر مقابلہ پر آیا مگر جب وہ بھی مارا گیا تو ساتھی بھاگ کھڑے ہوئے اور عراق وایران کے مختلف شہروں میں روپوش ہو گئے اس واقعہ کے بعد جلد ہی امیر معاویہؓ کو معلوم ہو گیا کہ خارجیوں کے گروہ عراق اور ایران کے کن کن شہروں میں روپوش ہیں اور اتحاد اسلامی کے خلاف ان کی سرگرمیاں کیا صورت اختیار کر رہی ہیں چنانچہ آپ نے ان کے استحصال کے احکامات بھی جاری کر دیئے مثلاً بلخ، ہرات اور بوشنج کے باشندے خارجیوں کے اثر سے بغاوت پر اتر آئے۔ امیر معاویہؓ نے فوراً ایک لشکر جرار ان کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا جس نے پہنچتے ہی بلخ کے قدیم اور بہت بڑے آتش کدہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور باغیوں کو ایسی سزائیں دیں کہ وہ دوبارہ سر اٹھانے کے قابل نہیں رہے یہ ۴۱ھ کا واقعہ ہے اس کے تھوڑے ہی دن بعد کابل جو کہ مملکت اسلامیہ میں شامل ہو چکا تھا بغاوت پر اتر آیا

Marfat.com

یہاں کے لوگ بڑے جنگجو اور سرکش تھے چنانچہ ۴۳ھ میں امیر معاویہؓ نے ایک بہت بڑا لشکر ان کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا جو کابل بست اور طخارستان کے باغیوں کو زیر کرتا ہوا غزنی تک پہنچ گیا۔ غزنی والوں نے اگرچہ بہت جم کر مقابلہ کیا مگر امیر معاویہؓ کی فوج نے ہمت نہیں ہاری سخت مقابلہ کے بعد غزنی کو فتح کر لیا۔

ایک اور بغاوت بھی اس علاقہ میں برپا کی گئی تھی یہ علاقہ غور کی بغاوت کے نام سے تاریخ میں موجود ہے۔ امیر معاویہؓ جن کو پورا احساس تھا کہ خلافت اسلامیہ کے باہمی اختلافات نے منافقوں کے حوصلے بڑھا دیئے ہیں، کب خاموش رہنے والے تھے جلد ہی ایک لشکر روانہ کیا جس نے پہنچتے ہی باغیوں پر قابو پا لیا۔

فروہ اور حوثرہ کی سرکوبی اور خاتمہ کے بعد نیز اندرون ملک بہت سی چھوٹی چھوٹی بغاوتوں کو ٹھنڈا کرنے کے بعد امیر معاویہؓ کو حیان بن ظبیان کی شرارتوں کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ یہ بات اس موقعہ پر یاد رکھنا چاہئے کہ فروہ اور حوثرہ کی طرح حیان بھی شیعان علیؓ میں حضرت علیؓ کے ماننے والوں میں پیش پیش تھا مگر واقعہ تحکیم کے بعد حضرت علیؓ کا دشمن ہو گیا جنگ نہرواں میں حضرت علیؓ کے مقابلہ پر آیا اور مسلمانوں کے ہاتھوں زخمی ہو کر گرفتار کر لیا گیا۔ حضرت علیؓ چاہتے تو خاتمہ کر دیتے مگر رحم دل علیؓ نے معاف کر دیا اور یہ ''رے'' میں سکونت پذیر ہو گیا۔ تھوڑے دن تو خاموش رہا لیکن خارجیت اور منافقت نے چین سے نہیں بیٹھنے دیا ہر وقت اسی فکر میں رہنے لگا کہ نہروان میں شکست و ذلت کا انتقام کس طرح لیا جائے، آخر امیر معاویہؓ کے مقابلہ کے لئے خفیہ تیاریاں شروع کر دیں کوفہ کو مرکز بنایا اور خارجی مختلف شہروں سے آ کر اس مرکز میں جمع ہونے لگے۔ حیان نے تھوڑے ہی عرصہ میں خارجیوں کو جو کبھی علیؓ کی محبت کا دم بھرتے تھے بڑی تعداد میں اپنے گرد جمع کر لیا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ کوفہ کے گورنر تھے، مزاج میں نرمی بھی تھی اور سختی بھی، کچھ دن کوشش کرتے رہے کہ یہ منافق اپنی حرکتوں سے باز آ جائے مگر جب یہ معلوم ہوا کہ حیان ایک بڑی جمعیت کے ساتھ اپنے سپہ سالار مستورد بن علفہ کی سرکردگی میں عید کے دن کوفہ پر قبضہ کرنے کی اسکیم مکمل کر چکا ہے آپ سے ضبط نہ ہو سکا اور ایک حکم کے ساتھ حیان کے گھر کا محاصرہ کر لیا گیا بہت سے لوگ مارے گئے، بہت سے گرفتار کر لیے گئے، مستورد سپہ سالار تین سو آدمیوں کو ساتھ لے کر کوفہ سے بھاگ کھڑا ہوا۔

حضرت مغیرہؓ نے خارجیوں کے بھاگتے ہی کوفہ اور اطراف میں اعلان کرا دیا کہ جو شخص کسی خارجی کو پناہ دے گا یا اس سے کسی قسم کا تعلق رکھے گا اسے موت کی سزا دی جائے گی۔ اس اعلان کے بعد ہی

Marfat.com

آپ نے مستورد کے مقابلے کے لئے فوجی دستے روانہ فرمائے، مستورد بھی ایک بڑی قوت کے ساتھ مقابل آ گیا مگر بہت جلد ہی موت کی آغوش میں سلا دیا گیا۔ اس کے بہت سے ساتھی مارے گئے اور جو روپوش ہو گئے تھے ان کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ یہ ۴۳ھ کا واقعہ ہے۔

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ کابل کے باغیوں کی سرکوبی کے لئے عبدالرحمٰن بن سمرہ کو متعین کیا گیا تھا جو اپنی فوج لئے ہوئے کابل پہنچے اور شہر کو گھیر لیا۔ کابلیوں نے خوب جم کر مقابلہ کیا مگر مسلمان شہر کی ایک فصیل کو توڑ کر اندر گھس گئے اور شہر پر قبضہ کر لیا۔

دوسری طرف سندھ کے گورنر عبدالرحمٰن بن سوار نے قلات پر دھاوا بول دیا اور اس کے ساتھ ہی مہلب بن ابی صفرہ نے مکران اور سندھ سے گزر کر ایسی معرکہ آرائیاں کیں کہ سجستان سے غزنی تک جہاں بھی جو سامنے آیا اسے شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

غرض مملکت اسلامیہ میں امام حسنؓ کی زبان سے امیر معاویہؓ کی امارت وخلافت کا اعلان ہوتے ہی بغاوتوں کے سلسلے پھوٹ پڑے امیر معاویہؓ نے ہر جگہ باغیوں کو ذلیل کیا، جہاں سر اٹھایا وہیں ان کو ہزیمت اور ذلت کا سامنا کرنا پڑا اور بہت جلد ہی خوارج کی قوتیں مملکت اسلامیہ میں دم توڑتی نظر آنے لگیں۔

سندھ کے گورنر عبداللہ بن سوار عبدی کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ اس نے پہلی بار شکست کے بعد دوبارہ اپنی قوت کو مجتمع کیا اور قلات پر قبضہ کرنے کی کوشش کی مگر حضرت امیر معاویہؓ کے تیسرے نامور سپہ سالار مہلب بن ابی صفرہ ازدی نے دوبارہ اس کو شکست دی اس طرح ۴۷ھ میں علاقہ غور کے باشندوں نے اسلام سے ارتداد اختیار کر کے فتنہ وفساد کو پھیلانے کی کوشش کی تو حکم بن عمرو غفاری نے بہت جلدی اس بغاوت کو بھی ختم کر کے سرکشوں کو نیچا دکھایا اور بہت بڑی تعداد میں مال غنیمت لے کر واپس آئے۔

امیر معاویہؓ کے ایک بہت بڑے مددگار زیاد ابن ابیہ تھے ان کی جرأت اور دور اندیشی سے امیر معاویہؓ کو بہت بڑا فائدہ پہنچا ان کی وفات کے بعد امیر معاویہؓ کا خیال تھا کہ شاید اب حکومت کو ایسا وفادار سپہ سالار نہ ملے مگر ۲۵ برس کی عمر کے بیٹے عبیداللہ ابن زیاد نے امیر معاویہؓ کے دل سے باپ کے غم کو بھلا دیا اور ۵۳ھ میں باپ کے مرنے کے بعد خراسان کی مہم میں سپہ سالاری کے ایسے جوہر دکھائے کہ اس راستہ کے بڑے بڑے چٹیل ریگستانوں کو اونٹوں پر عبور کر کے خراسان کی آخری سرحد تک پہنچا اور اس علاقے کے سرکشوں سے سخت مقابلہ کیا، چند ہی روز میں ارمنی، نسف اور بیکند جیسے نامور اور اہم

Marfat.com

مرکزی شہروں پر قبضہ کرلیا امیر معاویہؓ کو عبید اللہ بن زیاد کی اس دلیری اور کامیابی سے بہت خوشی ہوئی اور علاقہ خراسان ہمیشہ کے لئے اسلامی قلمرد میں آ گیا۔

یہاں یہ بات یاد رکھنا چاہئے کہ زیاد کا یہی وہ مشہور بیٹا ہے جسے عبید اللہ بن زیاد کے نام سے تاریخ ہمیشہ یاد رکھے گی کربلا کے واقعات اور امام حسینؓ کے تذکرہ کے سلسلہ میں ''ابن زیاد'' کا ذکر کوشش کے باوجود نہیں بھلایا جاسکتا قتل حسینؓ کا محرک اول اور ذمہ دار یہی ابن زیاد ہے۔

اس خراسانی مہم کے سلسلہ میں مورخین نے بیان کیا ہے کہ ترکوں کی ایک ملکہ بھی بطور مہمان اس علاقہ میں آئی ہوئی تھی جنگ کے شعلے بھڑکے تو جان بچا کر بھاگ کھڑی ہوئی مگر بدحواس اتنی تھی کہ اپنی ایک جوتی چھوڑ گئی فتح کے بعد جو مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا اس میں یہ جوتی بھی تھی جس میں سچے موتی اور قیمتی جواہرات ٹکے ہوئے تھے۔ سپہ سالار نے اس جوتی کو جب جوہریوں کے سامنے پیش کیا تو اس کی قیمت کا اندازہ ۲ لاکھ درہم لگایا گیا غریب مسلمان یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ایک عورت اتنی بیش قیمت جوتی بھی پہن سکتی ہے۔

خراسان کے بعد مسلمان ترکستان کی طرف بڑھے، سعید بن عثمان نے سپہ سالاری کے فرائض انجام دیئے۔ تین دن کی مہم کے بعد بخارا اور سمرقند پر قبضہ کرلیا مگر سعید بن عثمان اور مہلب بن صفرہ دونوں تیراندازی کے دوران اپنی ایک ایک آنکھ سے محروم ہوگئے۔ سمرقند کے لوگوں نے ہر سال ۷ لاکھ خراج دینے کے وعدہ پر صلح کر لی یہی حال ترمذ کا ہوا کہ مسلمان جیسے ہی داخل ہوئے ترمذ والوں نے مسلمانوں کے رعب وجلال کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے شہر کے دروازے کھول دیئے اور بہت ہی نرم شرائط پر صلح کر لی۔

رومیوں سے مقابلہ

حضرت امیر معاویہؓ کا نظریہ چونکہ حکومت اسلامیہ کی وسعت اور استحکام تھا اس لئے وہ کسی جانب سے بھی غافل نہیں رہے بغاوتوں کو دبانے اور ان کو ختم کرنے کے سلسلے میں ان کے اقدامات اسلامی تاریخ کا روشن باب ہیں ان کی نظر سے شمالی افریقہ اور روم کی عظیم سلطنت بھی اوجھل نہیں تھی اگرچہ شمالی افریقہ میں مسلمانوں کے چند مقبوضات پہلے ہی سے موجود تھے مگر ان کی پوزیشن کمزور تھی اور اس بات کا ہر وقت خطرہ تھا کہ نہ معلوم کس وقت یہ مقبوضہ علاقے مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جائیں اور شمالی افریقہ کو قابو میں لانے کے لئے عظیم جد وجہد کی ضرورت پڑے اس لئے امیر معاویہؓ نے اس طرف

Marfat.com

خصوصی توجہ دی اور عقبہ بن نافع امیر معاویہؓ کی ہدایت کے مطابق آگے بڑھے اور بہت جلدی لواتہ اور زناتہ کو مغلوب کر کے سوڈان کے بعض حصے فتح کر لئے۔ اسی طرح معاویہ بن خدیج نے عبداللہ بن زبیرؓ اور عبداللہ بن عمرؓ کی معیت میں بنزدت، سوسہ اور جلولا کو قبضہ میں کر لیا تھا۔

شمالی افریقہ کے بربری باشندے بڑے سرکش تھے، ان کو جب بھی موقع ملتا وہ بغاوت اور شرارت کر کے اسلامی لشکر کو بہت کچھ جانی و مالی نقصان پہنچاتے رہتے تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے عقبہ بن نافع کو اس صورتحال کی طرف خاص طور سے توجہ دینے کی ہدایت کی، چنانچہ انہوں نے باغیوں کی کئی مرتبہ سرکوبی اور مزاج پرسی کی اور بہت جلدی ان کے زور کو ختم کر دیا اور اس کے ساتھ ہی قیروان کے نام سے ایک نیا شہر قائم کیا اور اسلامی لشکر کی ایک چھاؤنی قائم کر دی تاکہ باغیوں کو سر اٹھانے کا موقعہ نہ ملے اور اسلامی فوج دوسرے علاقوں کی جانب پوری توجہ سے اپنی سرگرمیوں کو جاری رکھ سکے۔

مسلمانوں کی سب سے بڑی دشمن روم کی عیسائی سلطنت تھی یہ دنیا کی سب سے بڑی سلطنت تھی جو اپنے بحری اور بری بیڑے کے اعتبار سے اپنا ثانی نہیں رکھتی تھی یہی وہ عظیم سلطنت تھی جس کے مقبوضات کا سلسلہ افریقہ میں مصر سے لے کر مراکش تک گویا بحیرہ قلزم سے بحیرہ اوقیانوس تک پھیلا ہوا تھا ایشیا میں شام اور ترنیس کا گیشیا کا علاقہ تک اس کے قبضہ میں تھا اور یورپ میں بحیرہ روم کے تمام جزائر اس کے تسلط میں تھے۔ اتنی بڑی وسیع وعریض سلطنت سے ٹکر لینا آسان نہیں تھا مگر امیر معاویہؓ کے حوصلے بہت بلند اور مضبوط تھے وہ اپنے سوا کسی طاقت کو دیکھنا نہیں چاہتے تھے وہ جانتے تھے کہ قیصر روم پر حملہ کرنے کے لئے بڑے مضبوط بحری اور بری بیڑے کی ضرورت ہے اور اس کے بغیر اسلامی فوجیں کچھ نہیں کر سکتی ہیں اور مسلمانوں کی حالت یہ تھی کہ ان کے پاس ساحل پر بہت معمولی سی چند کشتیاں تھیں اور ان کو بھی ہر وقت اپنی بربادی کا اندیشہ لگا رہتا تھا رومیوں کی بحری فوج کے آدمی جب بھی چاہتے مسلمانوں کی کشتیوں پر دھاوا بول دیتے تھے اور مسلمانوں کی یہ مٹھی بھر بحری قوت منتشر ہو کر رہ جاتی تھی حضرت امیر معاویہؓ کے لئے یہ صورتحال ناقابل برداشت تھی آخر انہوں نے قیصر کے مقابلہ کے لئے ایک جنگی بحری بیڑے کی تیاری کا حکم دے دیا۔ لبنان کے جنگلات سے لکڑیاں آنے لگیں اور جہازوں کے بنانے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

حضرت امیر معاویہؓ کے سامنے اب سوائے رومیوں کے خاتمے کے کوئی دوسرا منصوبہ نہیں تھا اور وہ بحری بیڑے کی تیاریوں پر پوری توجہ دے رہے تھے ہزاروں آدمی دن رات جہازوں کے بنانے میں مصروف تھے اور حکم کی تعمیل بڑی تیزی سے ہو رہی تھی چنانچہ بہت تھوڑے عرصہ میں ایک ہزار سات سو

Marfat.com

جہازوں کا بیڑا تیار ہو گیا جو اس وقت کی دنیا میں سب سے بڑا طاقتور بیڑا سمجھا جاتا تھا۔

حضرت امیر معاویہؓ نے بحری بیڑے کی بنیاد تو حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ ہی میں ڈال دی تھی اور عیسائیوں سے کئی سمندری جھڑپیں سمندر میں ہوئیں اور ان کو نیچا بھی دیکھنا پڑا حضرت عثمانؓ کے دور میں جب رومیوں نے سکندریہ پر حملہ کیا تو امیر معاویہؓ شام سے اپنا بحری بیڑہ لے کر پہنچ گئے اور رومیوں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

حضرت امیر معاویہؓ کے قائم کردہ بحری بیڑے کو رومی بڑی تشویش کی نظر سے دیکھ رہے تھے ان کا خیال تھا کہ اگر اس بڑھتی ہوئی طاقت کا ابتداء ہی میں خاتمہ نہ کیا گیا تو رومیوں کا مستقبل تاریک ہو جائے گا چنانچہ انہوں نے یہ سوچتے ہوئے مسلمانوں پر حملہ کر دیا مگر کامیابی نہیں ہوئی اور آئندہ کے لئے مسلمانوں کا خوف ان کے دل میں بیٹھ گیا اور وہ پیش قدمی اور مقابلے میں قدم قدم پر جھجکنے لگے۔

حضرت امیر معاویہؓ کے قائم کردہ اس بحری بیڑے کی مدد سے مسلمانوں نے بحیرہ روم میں متعدد جزیروں کو آسانی سے فتح کر لیا اور رومیوں کو میدان میں آ کر مقابلہ کی جرأت نہ ہو سکی قبرص کا جزیرہ حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ ہی میں امیر معاویہؓ فتح کر چکے تھے اپنے دور میں انہوں نے دوسرے جزائر کی طرف توجہ کی اور مسلمان سپہ سالاروں نے روڈس اور اروڈا بھی فتح کر لیا۔ مسلمانوں نے جزیرہ سسلی پر حملہ کیا اور یہاں بھی اپنی دھاک بٹھا دی۔ روڈس اناطولیہ کے جنوب میں تھا اور خشک میوؤں کی پیداوار کے لئے مشہور تھا جزیرہ کریٹ کی طرف بھی مسلمان بڑھے مگر وہ فتح نہ ہو سکا قبرص بحیرہ روم کا وہی جزیرہ ہے جسے ترکوں کی کمزوری اور آپس کے اختلافات سے فائدہ اٹھا کر انگریزوں نے ہڑپ کر لیا تھا اسی جزیرہ کے شہر نکوسیا سے فرانس اور برطانیہ نے ۲۹ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو مصر پر حملہ کر کے اپنی اسلام دشمنی کا ثبوت دیا تھا اور جمال ناصر نے بڑی جرأت سے ان کے دانت کھٹے کر دیئے تھے۔

قسطنطنیہ پر حملہ

شمالی افریقہ کا تمام ساحلی علاقہ مصر سے لے کر بحر اوقیانوس تک قیصر روم کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت معاویہؓ نے انتہائی تدبر سے کام لے کر اس تمام علاقہ کو اس کے ہاتھ سے نکال لیا اور امیر معاویہؓ کے بہادر سپہ سالاروں نے جملہ ممالک پر اسلامی علم لہرا دیئے مشرق میں قیصر روم کے دو دارالسلطنت تھے ایک قسطنطنیہ دوسرا انطاکیہ چنانچہ انطاکیہ (شام) سے تو مسلمان پہلے ہی قیصر کو ختم کر چکے تھے صرف قسطنطنیہ رہ گیا تھا، امیر معاویہؓ ہر طرف سے بہت کچھ اطمینان حاصل کر چکے تھے اس لئے ان کو اب یہ

Marfat.com

کام رہ گیا تھا کہ قیصر روم کو قسطنطنیہ سے محروم کر دیا جائے تا کہ رومیوں کی طرف سے مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے اطمینان ہو جائے۔

قسطنطنیہ پر حملہ کے لئے حضرت امیر معاویہؓ نے جو فوج تیار کی اس کا سپہ سالار اپنے صاحبزادے یزید کو بنایا یزید کی سپہ سالاری سے جناب امیر کی غرض یہ تھی کہ وہ اول تو اپنے بیٹے کو اپنی طرح نڈر اور سیاسی معاملات میں دور رس بنانا چاہتے تھے دوسرے یزید کے چال چلن کی طرف سے مسلمانوں کو کچھ شکایتیں پیدا ہوگئی تھیں ان کا خیال تھا کہ اس مہم میں کامیاب ہونے سے یزید کی مقبولیت بڑھ جائیگی اور امیر معاویہؓ کو جو ندامت بیٹے کی وجہ سے ہو رہی تھی دور ہو جائیگی یہ امر قابل ذکر ہے کہ یزید کی سرکردگی میں جو فوج ۴۲ھ میں قسطنطنیہ کے لئے روانہ ہوئی اس میں چند ایسی ہستیاں شامل تھیں جن کی موجودگی سے حضرت امیر معاویہؓ اور یزید کے خلوص اور اسلام سے سچی محبت پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔ جیسے حضرت سیدنا امام حسینؓ، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ، حضرت عبداللہ ابن عمرؓ اور چند دوسرے نامور اور بزرگ۔

یہ لشکر دونوں راستوں سے خشکی اور تری کے ذریعہ روانہ ہوا اور بڑی دلیری سے اسلامی فوج نے پورے شہر کو گھیر لیا۔ رومیوں نے اپنے قلعہ اور کلیساؤں کو بچانے کے لئے زبردست جنگ کی اور مدافعت میں ایسی جان بازی دکھائی کہ مسلمان باوجود انتہائی جوش اور ولولہ کے محاصرہ سے آگے نہ بڑھ سکے رومیوں نے پہلی مرتبہ اس جنگ میں آتش گیر تیل اور آتش گیر مادہ استعمال کیا مسلمان اس خطرناک ہتھیار سے بالکل ناواقف تھے، چنانچہ کافی نقصان اٹھانا پڑا اور بہت سے مسلمانوں کو جام شہادت پینا پڑا۔ قسطنطنیہ کی یہ جنگ مسلسل ۶ سال تک جاری رہی مگر اتنے طویل عرصہ میں بھی باوجود بہترین فوج ہونے کے کامیابی حاصل نہ ہوسکی اس جنگ میں جناب امیرؓ کی اسلامی حکومت نے بے اندازہ دولت خرچ کی اور فوج کی قوت کو کسی وقت گھٹنے نہیں دیا مگر اتنی کامیابی نہیں ہوسکی جیسی حضرت امیر معاویہؓ اور یزید حاصل کرنا چاہتے تھے۔

اس جنگ کا سب سے اہم واقعہ یہ ہے کہ محاصرہ کے دوران میں صحابی رسول حضرت ابوایوب انصاریؓ نے شہادت پائی حضرت ابوایوبؓ نے زخمی حالت میں اسلامی لشکر کے سپہ سالار یزید بن معاویہؓ کو پاس بلاکر فرمایا کہ جب میں جانبر نہ ہوسکوں اور وفات پا جاؤں تو تم میرے جنازہ کو فوج کے آگے رکھ کر دشمن کے ملک میں گھستے چلے جانا جہاں تک جاسکو جانا اور جب دیکھو کہ آگے جانا محال ہے تو پھر اسی جگہ دفن کر دینا۔

یزید نے حضرت ابوایوب انصاریؓ کی وصیت پر بڑی سختی سے عمل کیا اور جیسے ہی صحابی رسولؐ کی

Marfat.com

آخری سانس ٹوٹی یزید نے جنازہ کو آگے لیکر آگے بڑھنے کی جدوجہد شروع کردی اور لڑتے بھڑتے شہر پناہ کی دیوار کے سایہ میں پہنچ گئے آگے جانے کا کوئی راستہ تھا نہیں اور جلدی راستہ ملنے کی کوئی امید بھی نہیں تھی اس لئے یزید نے شہر پناہ کی ایک فصیل کے سایہ میں حضرت ابوایوبؓ کو سپرد خاک کردیا اور ساتھ ہی رومیوں کو متنبہ کردیا کہ اگر اس قبر کی بے حرمتی کی تو یاد رکھنا شام میں عیسائیوں کے جتنے گرجا ہیں گرا کر خاک کا ڈھیر بنادیئے جائیں گے یہ انتباہ اتنا اثر انگیز تھا کہ کسی رومی کو قبر کے قریب آنے اور بے حرمتی کرنے کی جرأت نہ ہوسکی اس حملہ کے تقریباً اٹھارہ برس بعد ترکان عثمانؓ نے حضرت ابوایوبؓ کے مزار پر شاندار مقبرہ تعمیر کردیا اور قریب ہی ایک خوبصورت مسجد بنوادی جو آج بھی مسلمانوں کی عقیدت کا مرکز و مرجع ہے۔ ترک بادشاہوں کی رسم تاج پوشی اسی مسجد و مقبرہ کے احاطہ میں کی جاتی تھی قسطنطنیہ کو اگرچہ یزید کی فوج فتح نہ کرسکی لیکن رومیوں پر مسلمانوں کی دھاک اتنی زیادہ بیٹھ گئی تھی کہ رومیوں کو ہر وقت مسلمانوں کی طرف سے فکر رہتی تھی چنانچہ صدیوں کے بعد ترکی کے سلطان نے ۱۰۵۳ء میں قسطنطنیہ کو فتح کرلیا اور اسلامی تاریخ میں سلطان محمد فاتح کے نام سے مشہور ہوا۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ وہ نامور اور خوش قسمت صحابیؓ تھے جن کو ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر میں ٹھہرانے اور ان کی خدمت کرنے کا شرف حاصل ہوا تھا۔

یزید بن معاویہ کی ولی عہدی

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۴۱ھ میں حضرت امام حسنؓ رضی اللہ عنہ کی بیعت واجازت سے تخت حکومت سنبھالا تھا، انہوں نے بیس برس فرمانروائی کی اور انتہائی دانائی سے اسلامی حکومت کو وسعت دی، مضبوط کیا اور ان تمام خطروں کو بڑی حد تک ختم کردیا جو اسلامی حکومت کے لئے پریشانی اور خطرہ کا سبب بن سکتے تھے۔

رومیوں کی سرکوبی، شام کی فتح مکمل، عراق میں امن وامان، ترکستان میں جدید فتوحات، بخارا کی فتح، سمرقند پر تسلط، کابل، قلات و مکران کی واپسی پر قبضہ اور براعظم افریقہ میں ساحل بحراوقیانوس تک کی فتوحات کا طویل سلسلہ، نام نہاد شیعان علیؓ اور ان ہی کے بھائی بند خارجیوں کی اچھی طرح سرکوبی سے جب وہ فارغ ہوئے تو عمر کی ستر سے زیادہ منزلیں طے کرچکے تھے۔ کثرت کار اور غور وفکر کے سبب بڑھاپے میں صحت بھی اتنی جواب دے چکی تھی کہ خود ان کو یہ احساس رہنے لگا تھا کہ اب میں زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہ سکوں گا۔

Marfat.com

آخری کام ان کے سامنے یہ رہ گیا تھا کہ حکومت اسلامیہ کی باگ ڈور کس کے ہاتھ میں دی جائے اگرچہ ملک میں کئی ایسے حضرات موجود تھے جو اس منصب کے اہل تھے اور حکومت کے کاموں کو بہتر طریقہ پر چلا سکتے تھے مگر امیر معاویہؓ نے بعض وجوہ سے یہی مناسب خیال کیا کہ باپ کے بعد بیٹے کو تخت حکومت پر بیٹھنے کا موقعہ ملے۔ پھر یہ کہ کوفہ کے گورنر اور امیر معاویہؓ کے معتمد خاص مغیرہ بن شعبہ بھی اس بات پر زور دے رہے تھے کہ یزید بن معاویہ ہی کو جانشین بنایا جائے ان کی غرض اس مشورہ سے سوائے اس کے اور کچھ نہیں تھی کہ امیر معاویہؓ نے اپنی زندگی میں اگر یزید کو جانشین بنا دیا تو امت مسلمہ ایک بہت بڑے اختلاف سے بچ جائے گی، ورنہ ہوسکتا ہے کہ کسی دوسرے کے انتخاب میں اختلافات بڑھ کر انتشار بدامنی کا باعث ہوں اور حکومت اسلامیہ کو جو استحکام حاصل ہوا ہے وہ ٹوٹ جائے۔ اس کے علاوہ مغیرہ بن شعبہ نے امیر معاویہؓ کے پاس ایک وفد اہل کوفہ کا بھیجا جس نے امیرؓ کی خدمت میں پہنچ کر یزید کی ولی عہدی اور تخت نشینی کا مشورہ دیا اور اس بات کا یقین دلایا کہ اگر آپ نے ایسا کر دیا تو مسلمانوں کے باہمی اختلافات کا دروازہ بند ہو جائے گا یہ سب باتیں امیر معاویہؓ کے دل کی آوازیں تھیں ان کے سامنے بھی یزید کی جانشینی کے ساتھ ساتھ یہی سب وجوہات تھیں جو مغیرہ بن شعبہ اور کوفیوں کے وفد نے پیش کیں مگر اس کے ساتھ ہی یہ خیال پریشانی کا باعث بنا ہوا تھا کہ یزید کی ولی عہدی کو اگر شام اور عراق وغیرہ نے تسلیم کر لیا اور کوئی مخالفت نہ کی مگر حجاز کا معاملہ پیچیدہ ہے اور وہ جلدی اس بات کو قبول نہیں کریں گے کہ امام حسنؓ سے جو معاہدہ کیا گیا ہے اس میں کوئی ردوبدل کیا جائے۔ چنانچہ آپ نے اس اندیشہ کا اظہار مغیرہ بن شعبہ سے بھی کیا مگر انہوں نے امیر معاویہؓ کو نہ صرف مطمئن کر دیا بلکہ کوفہ اور بصرہ کے لوگوں سے یزید کی ولی عہدی کی رضامندی بھی لے لی۔ اور حجاز کی طرف سے اطمینان دلایا کہ وہاں بھی حالات سازگار ہو جائیں گے۔ عراق و شام وغیرہ میں یزید کی جانشینی کے سلسلہ میں کوئی پریشانی نہیں ہے۔ سب نے اس فیصلہ کو منظور کر لیا اور باقاعدہ یزید کی ولی عہدی کا اعلان کر دیا گیا۔

حجاز کی طرف سے امیر معاویہؓ کو فکر تھی کیونکہ وہاں حضرت امام حسینؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ جیسے بڑے بڑے صحابہ موجود تھے۔ اور پورا حجاز ان کے فیصلہ کا پابند تھا۔ امیر معاویہؓ نے پہلے حاکم حجاز مروان بن حکم کو لکھا کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی میں کسی شخص کو خلافت کے لئے نامزد کر دوں تاکہ امت اختلافات سے بچی رہے مگر اہل حجاز کا مشورہ ضروری ہے۔ لہذا تم وہاں کے معززین کے سامنے اس مسئلہ کو پیش کرو اور جو کچھ جواب ان کی طرف سے ملے اس سے مجھے مطلع کرو۔ مروان نے مدینہ میں

Marfat.com

معززین کے سامنے اس مسئلہ کو رکھا اور امیر معاویہؓ کے خط کا ذکر کیا، چونکہ اس خط میں کسی جانشین کا نام نہیں تھا سب نے اس خیال کو پسند کیا مگر جب مروان نے یزید کا ذکر کیا تو لوگوں میں بے چینی پیدا ہوئی دوسرے حضرات تو خاموش رہے مگر عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ نے مروان کو مخاطب کر کے کہا ''یہ امت کی خیر خواہی نہیں ہے بلکہ خلافت کو میراث بنایا جا رہا ہے تا کہ ایک بادشاہ کے مرنے کے بعد اس کی جگہ اس کا بیٹا بادشاہ بن جائے۔'' مروان نے تمام حالات لکھ کر امیر معاویہؓ کو بھیج دیئے۔ امیر معاویہؓ کے لئے سوائے اس کے کوئی صورت نہیں تھی کہ وہ خود حجاز کا سفر کریں اور جو حضرات مخالفت کر رہے ہیں ان کو اپنا ہم خیال بنائیں۔ چنانچہ مروان کی تحریر ملتے ہی جناب امیرؓ مدینہ روانہ ہو گئے۔

امیر معاویہؓ کے مدینہ آنے کی خبر جیسے ہی مشہور ہوئی حضرت امام حسینؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ مدینہ سے مکہ چلے گئے امیر معاویہؓ مدینہ پہنچے اور جب یہ معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا حضرات مکہ چلے گئے ہیں تو وہ بھی مدینہ سے مکہ چلے گئے اور وہاں انہوں نے ان تمام حضرات سے یزید کی جانشینی کے مسئلہ پر بات چیت کی۔ سب نے عبدالرحمٰن بن زبیرؓ کو منتخب کیا کہ وہ جناب امیرؓ سے گفتگو کریں۔

امیر معاویہؓ نے ابن زبیرؓ سے کہا کہ یزید آپ کا بھائی ہے اگر اسے خلیفہ بنا دیا گیا تو بہت سے خطرات ٹل جائیں گے اور یہ کہ حکومت کے نظم و نسق آپ ہی لوگوں کے مشورہ سے چلائے جائیں گے۔'' عبداللہ بن زبیرؓ نے امیر معاویہؓ کی گفتگو کے جواب میں کہا۔ خلیفہ بنانے کے تین طریقے ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ آنحضرتؐ کی طرح کسی کو نامزد نہ کیا جائے مسلمان جسے چاہیں خلیفہ بنا لیں۔ دوسرے یہ کہ حضرت ابوبکرؓ کی طرح کسی ایسے شخص کو جانشین مقرر کریں جو آپ کا رشتہ دار نہ ہو۔ تیسرے یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو طریقہ اختیار کیا تھا آپ بھی چند معزز مسلمانوں کی ایک کمیٹی بنا دیجئے جو باہمی تبادلہ خیال کے بعد کسی کو خلیفہ چن لے گی۔ ان طریقوں کے علاوہ کوئی اور طریقہ ہمارے قابل قبول نہیں ہوگا۔

حضرت امیر معاویہؓ نے ابن زبیرؓ کی تقریر کا کوئی جواب نہیں دیا اور اجلاس ختم کر کے لوگوں سے یزید کی بیعت لینا شروع کر دی۔ اکثر اہل حجاز نے یزید کی جانشینی کو تسلیم کر لیا ایک روایت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے پانچوں مذکورہ بالا بزرگوں سے الگ الگ ملاقات کی اور ان سے کہا کہ آپ [illegible] کے بااثر اور مرکز عقیدت ہیں اہل حجاز یزید کی بیعت کر چکے ہیں پھر آپ حضرات کو کیا عذر ہے۔ عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ کے علاوہ سب نے جواب دیا کہ ہم کسی کو نہ بھڑکا رہے ہیں

Marfat.com

اور نہ کسی کی رہنمائی کر رہے ہیں۔ اگر اہل حجاز بیعت پر رضامند ہیں تو ہمیں بھی کوئی انکار نہیں ہے البتہ عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ نے امیر معاویہؓ سے بحث کی اور کچھ سخت وسست سنائیں۔ غرض ان حضرات کے علاوہ تمام اہل حجاز یزید کی بیعت پر رضامند ہو گئے اور ان پانچوں حضرات نے بھی خاموشی کے علاوہ کوئی قدم نہیں اٹھایا اور امیر معاویہؓ اس عظیم مہم سے فارغ ہو کر واپس آ گئے اور پورے ملک میں باقاعدہ یزید کی ولی عہدی اور جانشینی کا اعلان کر دیا گیا یہ امر قابل ذکر ہے کہ امیر معاویہؓ کے اس اقدام پر ردعمل کے طور پر کسی طرف سے نہ مخالفت کی آواز اٹھی اور نہ کوئی ایسا ہنگامہ ہوا کہ جس کی بنا پر یہ کہا جائے کہ یزید کی ولی عہدی اور بیعت کو لوگ ناپسند کرتے تھے۔

یزید کی ولی عہدی کو پسند کرنے کے سلسلہ میں یہ بات بھی نہیں بھلائی جا سکتی کہ مختلف ملکوں اور شہروں سے بہت سے وفود امیر معاویہؓ کی خدمت میں پہنچے اور انہوں نے اپنی منظوری و مسرت کا اظہار کیا البتہ یہ ضرور ہوا کہ امیر معاویہؓ کے سوتیلے بھائی زیاد بن ابی سفیان جو بصرہ کے گورنر تھے اہل بصرہ سے بیعت لینے میں تامل کیا اور اپنے مشیر خاص عبید بن کعب سے کہا کہ میرے خیال میں یزید ناتجربہ کار نوجوان ہے لوگ خوشی سے بیعت نہیں کریں گے۔ اس لئے اگر تم امیر معاویہ کے پاس جا کر اس ارادہ سے باز رہنے کا مشورہ دو تو زیادہ مناسب ہے مگر عبید نے جواب میں کہا کہ یہ بات کچھ اچھی نہیں معلوم ہوتی کہ امیر معاویہؓ کو یزید کی طرف سے بدگمان کیا جائے بلکہ بہتر یہ ہے کہ یزید کی جن عادتوں کو آپ اچھا نہیں سمجھتے ہیں ان سے یزید کو باز رہنے کے لئے میں یزید سے ملاقات کروں اور سمجھاؤں، زیاد نے اس رائے سے اتفاق کیا اور عبید نے دمشق پہنچ کر یزید سے ملاقات کی اور سمجھایا کہ تمہارے لئے سیر و شکار میں وقت ضائع مناسب نہیں ہے اس سے حکومت اسلامیہ میں بری مثال قائم ہوتی ہے یزید نے عبید کے مشورہ کے بعد سیر و شکار کا سلسلہ بند کر دیا اور صالح زندگی اختیار کر لی۔

اس اثناء میں بصرہ کا ایک وفد احنف بن قیس کی سرکردگی میں دمشق پہنچا۔ امیر معاویہؓ سے ملاقات کی اور یزید کی جانشینی کے بارے میں گفتگو کی۔ امیر معاویہؓ نے ان کی موجودگی میں ایک عام دربار منعقد کیا اور کچھ لوگوں نے یزید کے مناقب بیان کئے اور یزید کی ولی عہدی کو ملک و ملت کے لئے مفید قرار دیا۔ امیر معاویہؓ نے بصری وفد کے لیڈر احنف بن قیس سے بھرے مجمع میں دریافت کیا کہ آپ کی کیا رائے ہے احنف نے کھڑے ہو کر کہا امیر المومنین جھوٹ کہتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ڈر لگتا ہے اور سچ کہتے ہوئے آپ کا خوف پریشان کرتا ہے اور یہ کہ یزید کو آپ ہم سے زیادہ جانتے ہیں اور اس کے مشاغل سے بھی واقف ہیں ایسی حالت میں پھر اگر آپ یزید کی ولی عہدی امت کے لئے مفید سمجھتے

Marfat.com

ہیں تو پھر صلاح ومشورہ کی ضرورت نہیں اور اگر وہ اس عہد کا اہل نہیں ہے تو اس کی دنیا کو بہتر بنانے کی فکر میں آپ کیوں اپنی عاقبت خراب کررہے ہیں اور ہم کو تو آپ کے کسی حکم کی تعمیل سے انکار نہیں ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے بڑی دانائی اور خوش اسلوبی سے معاملہ کو حل کر دیا۔ یزید کی ولی عہدی کے راستہ میں کوئی رکاوٹ نہیں رہی اور نہ کوئی خطرہ! ہر مشکل انہوں نے آسان کر دی اور اختلافات کے تمام راستے صاف کر دیئے۔ ملک میں ہر طرح امن وامان تھا حکومت کے جملہ امور بڑی عمدگی سے چل رہے تھے اور پورے ملک میں یزید بن معاویہؓ کی ذات سے کسی کو اختلاف نہیں رہا تھا۔

درحقیقت احنف بن قیس بہت سی سنی سنائی باتوں سے متاثر ہو کر حضرت امیر معاویہؓ کی خدمت میں آئے تھے اور ان کے اس طرح آنے میں سوائے حکومت اسلامیہ اور ملت کی بھلائی کے کوئی دوسرا جذبہ پنہاں نہیں تھا۔

Marfat.com

حضرت امیر معاویہؓ کی وفات

حضرت امیر معاویہؓ کی علالت کا سلسلہ جمادی الثانی سنہ ۶۰ھ سے شروع ہوا وہ ایک ماہ کے قریب صاحب فراش رہے۔ کام کی کثرت نے پہلے ہی کمزور کر دیا تھا، بیماری نے بستر سے اٹھنے نہیں دیا۔ یزید کسی مہم کے سلسلہ میں باہر گئے ہوئے تھے۔ امیر معاویہ یہ چاہتے تھے کہ بیماری کے زمانہ میں یزید ان ہی کے پاس رہے مگر مملکت کے کاموں کو انہوں نے زیادہ ضروری سمجھا اور یزید کو بلانے کی کوشش نہیں کی، مرض جب زیادہ بڑھ گیا اور انہوں نے اپنی حالت متغیر دیکھی تو اپنے معتمد خاص ضحاک بن قیس کو وصیت لکھنے کا حکم دیا آپ نے اس وصیت نامہ میں یزید کو مخاطب کرتے ہوئے لکھوایا!

"فرزند عزیز! میں نے تمہاری جانشینی کے راستہ سے ہر قسم کی مشکلات کو دور کر دیا ہے، مخالف بھی مطیع اور فرمانبردار بن گئے ہیں میں تم کو خاص طور پر وصیت کرتا ہوں کہ اہل حجاز کا ہمیشہ اور خاص طور پر خیال رکھنا کیونکہ وہی ہماری اصل اور بنیاد ہیں، اہل عراق کی خواہشات کو پورا کرتے رہنا اگر وہ ہر روز حاکموں کے تبادلہ کا مطالبہ کریں تب بھی اسے پورا کرنا کیونکہ حکام کا بدل دینا خونریزی سے بہتر ہے، اہل شام کی فلاح و بہبود کو بھی نظر انداز مت کرنا۔ دشمنوں کے مقابلہ میں ہمیشہ ان سے مدد لینا اور جب وہ مہم سے فارغ ہو چکیں تو ان کو جلدی واپس شام بلا لینا دوسری جگہ زیادہ دیر رہنے سے ان کے اخلاق بدل جانے کا اندیشہ ہے۔ تمہاری جانشینی اور خلافت کے سلسلہ میں صرف چار آدمیوں کی طرف سے مجھے مخالفت کا اندیشہ ہے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ۔

اول امام حسین رضی اللہ عنہ جو بڑے راست باز اور حق شناس ہیں مگر مجھے اندیشہ ہے کہ عراقی ان کو اکسا کر اور بہکا کر تمہارے مقابلہ میں کھڑا کر دیں گے۔ اگر واقعی ایسا ہوا اور تم کو غلبہ حاصل ہو جائے تو چشم پوشی سے کام لینا کیونکہ وہ ہمارے قریبی رشتہ دار اور پھر یہ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں اور ان کے ہم پر بہت سے حقوق ہیں اور اس خاندان نے ہم پر بہت سے احسان کئے ہیں۔

دوسرے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ان کی طرف سے کوئی فکر نہیں ہے یہ بڑے عالم و عابد ہیں اور

Marfat.com

ان کو دنیا کی کوئی ہوس نہیں ہے ان کا زیادہ وقت زہد و عبادت میں گزرتا ہے۔

تیسرے عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ، یہ ذاتی طور پر نہ کوئی حوصلہ رکھتے ہیں اور نہ ہمت وہ فقط اپنے رفیقوں کی پیروی کریں گے۔

چوتھے عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ یہ بڑے نڈر اور شیر کی طرح بہادر ہیں لومڑی کی طرح چالاک اور غوطہ دے کر حملہ کریں گے جب ان پر قابو پا جاؤ تو ہرگز رحم مت کرنا۔

ان باتوں کے بعد آپ نے اپنے متعلق وصیت فرمائی کہ!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک کرتا مرحمت فرمایا تھا وہ میرے پاس محفوظ ہے جب مجھے کفن دیا جائے تو اس مبارک پیرہن کو میرے کفن پر ڈال دیا جائے کیونکہ میں نے اس کرتا کو جان سے زیادہ عزیز رکھا ہے اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک اور آپ کے ناخن شریف بھی بڑی احتیاط سے محفوظ رکھے ہیں کفن دینے کے بعد ان چیزوں کو میری آنکھوں پر رکھ دینا یہ میری مغفرت کا بہترین ذریعہ ہیں۔

آخری وقت میں آپ نے فرمایا!

میرے تمام مال و اسباب کا جائزہ لے کر جو مال میرا ثابت ہو اس کا آدھا حصہ بیت المال میں داخل کر دینا۔

ان امور کی وصیت فرمانے کے بعد آپ کے مرض میں بہت اضافہ ہو گیا حالت زیادہ بگڑتی گئی اور سانس اکھڑتی چلی گئی یہاں تک کہ یکم رجب ۶۰ھ کو وہ انتقال کر گئے ضحاک بن قیس نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ دمشق میں سپرد خاک کیے گئے۔

Marfat.com

حضرت امیر معاویہؓ پر منصفانہ نظر

حضرت امیر معاویہؓ کی سوانح حیات ان کی فتوحات اور سیاسی سرگرمیوں پر پچھلے صفحات میں روشنی ڈالی گئی ہے اور واقعات کو قدرے تفصیل سے پیش کیا گیا ہے اس آخری باب میں اس بات کی کوشش کی جائے گی کہ حضرت امیر معاویہؓ کی اسلامی زندگی اسلام سے ان کے ربط لگاؤ اور عقیدت کو واضح طور پر بیان کیا جائے نیز اس بات کا بھی جائزہ لیا جائے کہ جناب امیر کا طرز حکومت کیسا تھا انہوں نے کس طرز و اسلوب سے حکومت کی، اصلاحات اور ایجادات کے سلسلہ میں کیا کیا قدم اٹھائے حکام اور گورنروں کے ساتھ ان کا سلوک کیسا تھا اور رعایا کے ساتھ وہ کس طرح پیش آتے تھے سیاسی اور فوجی اعتبار سے انہوں نے کہاں کہاں قلعے تعمیر کئے چھاؤنیاں بنائیں فوج کی تنظیم کے لئے کیا اصول وضع کئے اور سول کے انتظامات کے لئے کونسے اور کس قسم کے قدم اٹھائے، غیر مسلم رعایا کے ساتھ ان کا برتاؤ کیسا تھا۔ رعیت کی خبر گیری وہ کس حد تک رکھتے تھے؟ اشاعت اسلام اور اقامت دین کے ساتھ انسداد مفاسد کے سلسلہ میں ان کا عہد تاریخ اسلام میں کیا حیثیت رکھتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو کس درجہ عشق تھا وہ اہل بیت کو کس نظر سے دیکھتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور اہل علم و نظر کی نگاہوں میں ان کا کیا مقام تھا؟

اسلام لانے کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کو آنحضرتؐ کی نظر میں بڑی عزت حاصل ہوئی۔ آنحضرتؐ نے اسلام لانے کی سعادت پر ان کو مبارکباد دی اور اپنا کاتب وحی مقرر کیا اور ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا جب اقتدار ہاتھ آئے تو لوگوں سے اچھا برتاؤ کرنا، وہ سچے دل سے اسلام لائے تھے حنین بدر کے معرکوں میں آنحضرتؐ کے ساتھ وہ اور ان کے والد دونوں شریک تھے۔ اسلامی تاریخ میں یہ خصوصیت ان کی بہت نمایاں ہے کہ وہ باوجود اسلام نہ لانے کے ان جنگی معرکوں میں شریک نہیں ہوئے پچھلے صفحات میں ان کے متعلق تحقیق سے بتایا گیا ہے کہ وہ پہلے سے اسلام کی طرف مائل تھے مگر بعض وجوہ سے خاموش رہے یہی وجہ ہے کہ احد میں جبکہ ان کی والدہ بھی شریک تھیں... شامل نہیں ہوئے کوئی ایسی روایت موجود نہیں ہے جس سے قبل قبول اسلام وہ آنحضرتؐ کے مخالفین میں حصہ لیتے

Marfat.com

نظر آئیں۔ پورے مکہ میں ابوسفیانؓ کا گھر تھا جسے آنحضرتؐ نے فتح مکہ کے وقت بیت الامن قرار دیا اور اس خاندان کے ایک فرد کو مکہ کا عامل مقرر کیا تاکہ خاندان بنی امیہ سے مسلمانوں کی عداوت ٹھنڈی پڑ جائے مال غنیمت سے اس خاندان کو خوب نوازا اور ان کی عزت بڑھانے کے لئے کاتب وحی تک مقرر کیا تاکہ مسلمانوں کے دل سے بغض ونفرت ڈھل جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کے بڑے بھائی یزید بن ابوسفیانؓ کو شام کی لشکرکشی میں سردار مقرر فرمایا۔ امیر معاویہ بڑے بھائی کے ماتحت اسلامی فوج کے ایک افسر کی حیثیت سے شریک تھے۔ حضرت عمرؓ نے دمشق فتح ہونے کے بعد یزید بن ابوسفیانؓ کو دمشق کا عامل مقرر کیا اور جب وہ طاعون میں فوت ہوئے تو امیر معاویہؓ ان کی جگہ دمشق کے عامل بنائے گئے۔ حضرت عثمانؓ مسند خلافت پر آئے تو انہوں نے امیر معاویہؓ کی کارکردگی سے متاثر ہوکر پورے شام کا ان کو گورنر مقرر کر دیا۔ حضرت امیر معاویہؓ کی یہ خصوصیت بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ خلفائے ثلاثہ کو ان سے کبھی کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی۔ حضرت امیر معاویہؓ کی اسلام دوستی کے لئے یہ کہنا کسی طرح غلط نہیں ہوسکتا کہ فتح مکہ تک ان کی زندگی ولید کے بیٹے خالد ابن ولیدؓ اور ابوجہل کے بیٹے اپنے اپنے باپ کے ساتھ اسلام کی بیخ کنی کے لئے پیش پیش تھے مگر ابوسفیانؓ جیسے مخالف اسلام کے فرزند معاویہؓ باپ کے ساتھ کہیں نظر نہیں آتے۔ آنحضرتؐ کی نظر میں ان کے مقام کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ حنین وطائف کے مال غنیمت سے ان کو چالیس اوقیہ سونا (۴۰ تولہ) اور سو اونٹ مرحمت فرمائے، وہ اپنے لکھنے پڑھنے اور ذکی وفہیم اور دیانتدار ہونے کی وجہ سے کاتب وحی جیسے اہم ذمہ دار عہدے پر سرفراز کئے گئے۔ درحقیقت شرف صحابیت اور کتابت وحی الٰہی یہ وہ اعزاز ہیں جن کے ہوتے ہوئے ان کے لئے زبان کھولنے کی کوئی گنجائش نہیں رہتی اور برا بھلا کہنے کے تمام دروازے بند ہو جاتے ہیں۔

حضرت امیر معاویہؓ کی حکومت اگرچہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کی طرح جمہوری نہیں تھی اور نہ ان کا انتخاب مدینہ میں اس طرح ہوا تھا کہ جس طرح خلفائے راشدین کا انتخاب آنحضرتؐ کے صحابیوں نے کیا تھا، بلکہ وہ حضرت امام حسنؓ رضی اللہ عنہ کے استعفیٰ اور رضامندی کے بعد برسر اقتدار آئے تھے گویا امت محمدیہ میں کچھ عرصہ اختلافات رہنے کے بعد عام مسلمانوں نے ان کو منتخب کرلیا تھا۔ اس لئے ۴۱ھ کے سال کو مورخین نے "عام الجماعت" کہا ہے یہ واقعہ اس وقت کا ہے جبکہ امام حسنؓ نے امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی تھی چنانچہ یہ تاریخی اعزاز حضرت امام حسنؓ کو حاصل ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کے باہمی اختلافات کو مٹا کر صلح وصفائی اور امن وآشتی کی فضا پیدا کی اور

Marfat.com

امیر معاویہؓ کو برسر حکومت لانے میں عام مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی۔ ان حقائق کی موجودگی میں اگر ان کی حکومت کو خلفائے راشدینؓ کی حکومت کی طرح جمہوری نہیں کہہ سکتے تو یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ امیر معاویہؓ ایک مطلق العنان اور خود مختار فرمانروا تھے بلکہ اسلامی تاریخ میں ان کی شخصیت ایک ایسے مسلم فرمانروا کی سی ہے جس کو امام حسنؓ اور ان کے تمام متبعین اور عام مسلمانوں کی تائید حاصل تھی ان کا دارالحکومت اگرچہ مدینہ سے دور تھا مگر یہ واقعہ ہے کہ اہل حجاز نے ان کے خلاف کبھی بغاوت نہیں کی اور ان کو نہ صرف مسلمانوں کا بلکہ اسلام کا سچا خیر خواہ سمجھتے رہے۔

حضرت امیر معاویہؓ سے عام مسلمانوں کے اتفاق اور ان کی ذات سے حسن خیال کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ ان کی حکومت اسلامی حکومت کا صحیح نمونہ تھی خلفائے راشدینؓ اور خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طرز حکومت کو انہوں نے نہ صرف باقی رکھا بلکہ جن لائنوں پر وہ ملک کو چلانا چاہتے تھے حضرت امیر معاویہؓ نے اس نقشہ کو سامنے رکھا اور ملک وملت کی ترقی، فلاح اور بہبود میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ ان کی حکومت کے ہر حصہ میں اسلامی آثار نمایاں نظر آتے تھے۔

مسلمان فرمانرواؤں میں حضرت امیر معاویہؓ وہ پہلے فرمانروا ہیں جنہوں نے اعلیٰ سیاسی سوجھ، بوجھ، دوراندیشی اور ہوشیاری سے کام لے کر قیصر روم کی بے پناہ قوت وطاقت کو ملیامیٹ کر دیا اور اس کے ناپاک عزائم کو ابھرنے اور آگے بڑھنے کا موقعہ نہیں دیا، جنگی جہازوں کا ایسا عظیم بیڑہ تیار کیا کہ قیصر کے زور وقوت کا خاتمہ کر دیا، عکہ اور طرابلس میں جہاز سازی کے دو عظیم الشان کارخانے قائم کئے ہزارہا معمار ومزدور دن رات کام کرتے رہے اور لبنان سے لائی ہوئی لکڑیوں سے ماہرین نے دو ہزار کے قریب جہازوں کا بیڑہ تیار کر کے سمندر کی لہروں پر پہنچا دیا۔ بحیرہ روم میں اس بیڑہ نے تہلکہ مچا دیا اور دنیا کی سلطنتیں حیران رہ گئیں، کسی کو مقابلہ کی جرأت نہ ہو سکی، بحیرہ روم کے کئی سرسبز جزیرے اور آباد مقامات مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئے۔ امیر معاویہؓ کے بنائے ہوئے امیر البحر جنادہ بن ابی امیہ فن جنگ میں اتنے ماہر تھے کہ انہوں نے کم وبیش پچاس مرتبہ قیصر کے شہروں اور جزیروں پر حملے کئے اور ایک مرتبہ بھی شکست سے دوچار نہیں ہونا پڑا اور نہ مسلمانوں کو جانی نقصان برداشت کرنا پڑا۔ امیر معاویہؓ کے عہد کی یہ بڑی خصوصیت ہے کہ جس قدر بحری لڑائیاں ان کی عہد میں ہوئیں ان کے بعد اس کی نظیر نہیں ملتی ہے۔ کوئی سال ایسا نہیں گزرتا تھا جبکہ مختلف مقامات پر بیک وقت حملے نہ ہوتے ہوں۔

جہاز سازی اور بحری فتوحات سے امیر معاویہؓ کو بڑی دلچسپی تھی۔ حضرت عثمان غنیؓ سے اجازت لے کر انہوں نے پہلا جہاز سازی کا کارخانہ مصر میں قائم کیا جس نے پانچ سو کے قریب جہاز تیار کئے

Marfat.com

بعد میں کئی ساحلی مقامات پر متعدد کارخانے قائم کئے اور اس صنعت کو اتنی ترقی دی کہ بہت سے یورپین ممالک بھی مسلمانوں سے جنگی جہاز خریدتے تھے۔

اگر غور کیا جائے اور ذاتی تعصب اور عداوت سے ہٹ کر دیکھا جائے تو امیر معاویہؓ کا یہ کارنامہ ایک ایسی تاریخی شاندار عظمت رکھتا ہے کہ تنہا یہی ان کے نام کو زندہ رکھنے کے لئے کافی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ان کے بعد مسلمانوں نے بہت سے جہاز سازی کے کارخانے قائم کئے جن کو "ترسانہ" کہا جاتا تھا مگر اس سلسلہ میں اولیت کا جو فخر وشرف حضرت امیر معاویہؓ کو حاصل ہے وہ ان سے کوئی شخص باوجود اختلاف اور دشمنی کے بھی نہیں چھین سکتا۔

حضرت امیر معاویہؓ نے پانی میں اپنی قوت کو بڑھانے اور بحری توازن قائم کرنے کے بعد میدانی فوج کے استحکام پر پوری توجہ مبذول رکھی اور ملکی انتظام واستحکام کو کسی پہلو سے کمزور نہ ہونے دیا فوج کے نظام کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ ہی میں کافی مضبوط بنا گئے تھے۔ امیر معاویہؓ نے اسے مزید وسعت وترقی دی، ملک کے تمام مراکز پر فوجی چھاؤنیاں قائم کیں اور ان میں فوج کا باقاعدہ قیام رکھا اور بری فوج کی تنظیم۔کے ذریعہ انہوں نے غیر مسلموں پر ایسی دھاک بٹھائی کہ بغاوت سرکشی فتنہ پروازی کے تمام دروازے بند کر دیئے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے بہت سے نئے قلعے تعمیر کئے اور ان تمام پرانے قلعوں کو کارآمد بنایا جو مدت سے ویران اور بے کار پڑے ہوئے تھے ان پر منجنیق نصب کرائیں بلکہ پتھر برسانے والی اس مشین کا استعمال ہی پہلی مرتبہ حضرت امیر معاویہؓ کے دور حکومت میں شروع ہوا چنانچہ کابل کی فتح کے وقت منجنیق سے پتھر برسانے کا تذکرہ تاریخ میں موجود ہے فوجی قلعوں اور چھاؤنیوں میں سب سے زیادہ مشہور افریقہ میں قیروان کی چھاؤنی تھی، جو بعد میں ایک عظیم الشان شہر کی صورت میں تبدیل ہوگئی دوسری فوجی چھاؤنی مرعش کی تھی جو شام میں بنائی گئی تھی ایک قلعہ جبلہ میں بنایا گیا تھا جو ساحل شام پر واقع تھا۔ جزیرہ روڈس میں بھی ایک نہایت مضبوط قلعہ تعمیر کر دیا تھا اسی طرح شام میں انطرطوس، مرقیہ اور بلنیارس کے مقامات پر بھی جناب امیرؓ نے قلعے تعمیر کرائے تھے۔

شورش پسندوں اور فتنہ انگیزوں کی مخالفانہ کارروائیوں کی روک تھام کے لئے حضرت امیر معاویہؓ نے جگہ جگہ مسلمانوں کی نوآبادیاں قائم کیں اور خصوصاً ان نوآبادیوں کو سرحدی مقامات پر قائم کیا گیا، چنانچہ ان کی یہ کارروائی ملک کے امن وامان اور غیر مسلموں کے حوصلے پست کرنے کے لئے بہت مفید ثابت ہوئی، کافروں کے قلب میں مسلمانوں کی آبادکاری اور ان کا مستقل قیام ایک ایسی تدبیر اور

Marfat.com

سیاسی عقلمندی تھی جس نے فتنہ انگیزی کے سر کچل کر رکھ دیئے اور غیر مسلموں کو ہمہ وقت اپنے محصور ہونے کا خیال رہنے لگا۔

فوج کے آرام و سہولت کو انہوں نے ہمیشہ سامنے رکھا، حضرت عمرؓ کے نافذ کردہ فوجی احکام میں بعض بڑے خوشگوار اور دوررس اضافے اور احکام جاری کیئے آپ نے حکم دیا کہ ہر فوجی خواہ وہ پیدل ہو یا سوار اسے آئندہ سے دوگنی تنخواہ ملے گی اور یہ کہ فوج کو تنخواہ تقسیم کرنے کے لئے ایام مخصوص کر دیئے اور تنخواہ تقسیم کرنے والے حکام کو ہدایت کر دی کہ مقررہ تاریخوں پر تنخواہ ضرور تقسیم ہو جانا چاہئے، چنانچہ جو فوجی مہم پر ہوا کرتے تھے اور ان کے اہل وعیال شہروں میں رہتے تھے ان کی تنخواہیں بڑی پابندی سے ان کے گھرں پر پہنچادی جاتی تھیں اس تقسیم کے سلسلہ میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی ایک شکایت بھی بددیانتی تغلب یا رشوت کی جناب امیرؓ کی خدمت میں آئی ہو۔فوجیوں کے گھر والوں کو محسوس نہیں ہوتا تھا کہ ان کے گھر کے ذمہ دار مہم پر گئے ہوئے ہیں۔

حضرت امیر معاویہؓ کی فوج جو مختلف محاذوں پر پھیلی ہوئی تھی اس کی مجموعی تعداد چالیس ہزار تھی یہ وہ فوج تھی جس نے قلیل عرصہ میں دور دراز کے ممالک کو فتح کر لیا تھا اور دلوں پر اسلامی فوج کی جان بازی اور بہادری کے ایسے سکے بٹھائے تھے کہ امن وامان میں کبھی فرق نہیں آتا تھا ہر ماہ بیش قرار رقم فوج کی تنخواہ پر خرچ ہوتی تھی اور ایسے سلیقہ سے تقسیم کی جاتی تھی کہ کسی کو شکایت نہیں ہوتی تھی حضرت امیر معاویہؓ کی فوج میں ایسے بھی فوجی تھے کہ جو تنخواہ نہیں لیتے تھے بلکہ وہ مال غنیمت پر ہی گزارہ کرتے تھے چنانچہ لائق حکام کا ایک کام یہ تھا کہ وہ فتوحات کے بعد مال غنیمت کو باقاعدگی سے ان فوجیوں میں تقسیم کرتے رہیں۔

فوجیوں کے بچوں کو وظیفہ دینے کا طریقہ حضرت عمرؓ نے جاری کیا تھا تا کہ ان کی اچھی طریقہ پر پرورش ہوتی رہے اور اسلامی فوج کو اچھے نوجوان ملتے رہیں، حضرت امیر معاویہؓ نے اس اصول کو بھی باقی رکھا اور بڑی پابندی کے ساتھ بچوں کے وظیفے ان کے گھروں پر پہنچتے رہے البتہ یہ ترمیم کر دی کہ پہلے پیدائش کے بعد ہی وظیفہ جاری ہو جاتا تھا حضرت امیرؓ نے دودھ چھٹنے کے بعد وظیفہ جاری کرنے کے احکام جاری کیئے۔

حضرت امیر معاویہؓ مملوکہ ممالک کے انتظام پر بڑی توجہ صرف کرتے تھے چنانچہ اس ہوشمندی اور توجہ کی وجہ سے حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ میں جو ملک فتح ہوئے تھے ان میں سے ایک بھی آپ کے زمانہ میں ہاتھ سے نہیں نکلا بلکہ جدید فتوحات سے اسلامی حکومت نے ایسی وسعت حاصل کی

Marfat.com

کہ حضرت امیر معاویہؓ نے انتظامی غرض سے ممالک محروسہ کو علاقوں اور صوبوں میں بانٹ دیا، افغانستان سے افریقہ تک ان کی حکومت پھیلی ہوئی تھی اوران کا درمیان کے تمام ملکوں پر پورا پورا تسلط تھا انہوں نے ہر علاقہ پر ایک گورنر مقرر کیا تھا جو نہ صرف ہوشیار بلکہ متدین اور بارعب بھی ہوا کرتا تھا وہ تمام گورنروں کی خودنگرانی کرتے تھے۔معمولی سی شکایت پر بڑی سختی سے باز پرس کرتے تھے اوراس بات کی پوری فکر رکھتے تھے کہ رعایا کوکسی حاکم کی جانب سے کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے اپنی حکومت کے ہر حصہ میں پولیس کا ایسا اچھا انتظام کر دیا تھا کہ جرائم کا خاتمہ ہوگیا تھالوگ بڑی بےفکری سے اپنے گھروں کے دروازے کھول کرسو جایا کرتے تھے پولیس کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ صرف ایک شہرکوفہ میں چالیس ہزار پولیس تھی زیادوالئی بصرہ کہا کرتا تھا کہ اگرکوفہ سے لےکرخراسان تک رسی کا ایک چھوٹا ساٹکڑا بھی گر جاتا تو پولیس کواس کی خبر ہوجاتی تھی، جوچیز جہاں گرتی تھی وہ وہیں پڑی رہتی تھی اور کسی شخص کو یہ ہمت نہیں ہوتی تھی کہ وہ اسے اٹھانے کی جرأت کرسکے تمام بدمعاشوں مشتبہ لوگوں اورآوارہ گردوں کی نگرانی کے لئے سی آئی ڈی کا محکمہ قائم کیا تھا۔

درحقیقت حضرت امیر معاویہؓ کے گورنر بڑے مستعد اور ہوشیار تھے ان کا زیادہ وقت رعایا کے حالات کی خبر گیری پرصرف ہوتا تھا۔چنانچہ ایک مرتبہ زیادوالی کوفہ وبصرہ کے پاس ایک شخص آیا جو پہلے کبھی زیاد سے نہیں ملا تھا کہنے لگا کہ کیا آپ مجھے جانتے نہیں، زیاد نے ہنستے ہوئے کہا صرف تم ہی کو نہیں بلکہ تمہارے باپ دادا کو بھی جانتا ہوں اور یہ کہہ کراس کا شجرہ نسب بیان کردیا ایک مرتبہ رات کو زیاد دورے کے لئے شہر میں نکلا ہوا محلوں اور گلیوں کے چکر لگا رہا تھا کہ ایک گھر میں گھنٹی بجنے کی آواز آئی زیاد نے دروازے کی کنڈی ہلائی مکان کے مالک نے باہر نکل کر کنڈی بجانے کی وجہ پوچھی زیاد نے پوچھا کہ تم نے مکان میں گھنٹی کیوں بجائی تھی مالک مکان نے کہا کہ میں رات میں کبھی کبھی اس خیال سے گھنٹی بجادیا کرتا ہوں کہ چوروں کے ارادے ختم ہوجائیں اورلوگوں کا مال محفوظ رہے یہ سن کر زیاد نے کہا کہ میں کوفہ کا عامل زیاد ابن ابیہ ہوں تم کو جاگنے اور کسی کو باخبر رکھنے کی ضرورت نہیں یہ میرا فرض ہے تم آرام سے سوجاؤ، ملک میں امن وامان کا عالم یہ تھا کہ بےشمار ایسی عورتیں اور گھر تھے جن کے شوہر فوجی مہم کے سلسلہ میں باہر ہوتے تھے اورعورتیں تنہا بےفکری سے گھروں میں رہتی تھیں اوران کو کبھی کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوتا تھا۔

سلطنت کے جملہ کاموں سے باخبر رہنے کے لئے امیر معاویہؓ نے حکومت اسلامیہ کے ہر علاقہ میں اور خصوصاً گورنروں کے مستقر میں بہت سے لوگوں کو وقائع نگار اور پرچہ نویس (رپورٹر) کی

Marfat.com

حیثیت سے مقرر کر رکھا تھا جو وہاں کی کیفیت و حالات روزانہ لکھ کر حضرت امیرؓ کی خدمت میں بھیجتے رہتے تھے اور جناب امیر شہروں کے امن اور ملک کے حالات سے باخبر رہتے تھے اور یہ بات انہیں آسانی سے معلوم ہو جاتی تھی کہ کہاں کیا نیا واقعہ ظہور میں آیا گورنروں کے حالات کیا ہیں اور رعایا کس حال اور خیال میں زندگی گزار رہی ہے۔ ہر علاقہ سے ہر روز پرچہ نویس دارالخلافہ میں پہنچتے تھے اور دربان ان کو فوراً امیر کی خدمت میں پہنچا دیتے تھے۔

اسلامی قلمرو میں ڈاک کا انتظام سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے قائم کیا تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے اس انتظام کو بہت باقاعدہ اور وسیع کر دیا تھا آپ نے بعض ایرانی مدبروں سے جن کو رسل و رسائل میں تجربہ حاصل تھا اس سلسلہ میں مشورے کئے اور محکمہ ڈاک و اطلاعات کو ایسی باقاعدگی حاصل ہوئی کہ ملک کے کونے کونے سے ہر قسم کی خبریں اور ڈاک بڑی آسانی سے دارالخلافہ میں پہنچتی تھیں۔

خبروں اور ڈاک وغیرہ کے لئے تیز رفتار گھوڑوں اور خچروں کا بندوبست کیا گیا تھا دس دس کوس کے فاصلے پر سڑک کے کنارے سرکاری ہرکارے اپنے گھوڑوں کو لئے تیار کھڑے رہتے تھے نامہ بر ہر منزل پر سواری تبدیل کر لیا کرتا تھا اس انتظام کی معقولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ دو ڈھائی دن کے اندر ہر علاقہ کی ڈاک اور خبریں دارالخلافہ میں پہنچ جایا کرتی تھیں۔ پورے ملک میں ڈاک کے سلسلہ کو اس طرح قائم رکھا گیا تھا جرجی زیدان اور ڈاکٹر حسن نے امیر معاویہؓ کے قائم کردہ اس محکمہ کے حالات اور کارگزاریوں کو بہت تفصیل سے لکھا ہے اور مختلف ادوار میں ترقیات کی تفصیلات بھی دکھائی ہیں جن سے جناب امیرؓ کے طرز جہاں بانی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

اسلامی قلمرو میں امیر معاویہؓ وہ پہلے حکمران ہیں جنہوں نے نظام سلطنت کو باقاعدہ اور منظم طور پر چلانے کے لئے ایک نئے محکمہ کا ''دیوان خاتم'' کے نام سے افتتاح کیا اور اس اہم محکمہ کا افسر اعلیٰ عبداللہ بن ادس غسانی کو بنایا جو بڑے ہوشمند مدبر اور امور مملکت سے پورے طور پر واقف تھے اس محکمہ کی غرض یہ تھی کہ سرکاری فرامین کی کماحقہ حفاظت کی جائے اور اس بات پر پوری نظر رکھی جائے کہ ان میں کسی طرح کی کوئی ترمیم، تنسیخ یا اضافہ نہ ہونے پائے اس محکمہ کی ضرورت اس لئے پیدا ہوئی کہ ایک مرتبہ امیر معاویہؓ نے زیاد بن ابیہ کو ایک شخص کے لئے لکھا کہ اس کو ایک لاکھ درہم دے دیئے جائیں اس نے راستہ میں حکم نامہ کھول کر دیکھا تو ایک لاکھ کے دو لاکھ بنا دیئے زیاد نے رقعہ دیکھا اور پورے اطمینان کے ساتھ ادا کر دیئے اور حساب میں اس رقم کو جمع کر دیا کچھ دن بعد جب حسابات امیر معاویہؓ کے سامنے پیش ہوئے تو آپ نے اس رقم کو دیکھ کر کہا کہ میں نے ایک لاکھ لکھے تھے اس میں دو لاکھ

Marfat.com

کیسے ہوگئے زیاد نے رقعہ پیش کیا تو جناب امیرؓ کو اس بددیانتی کا علم ہوا اور آپ نے اس شخص کو بلا کر ایک لاکھ درہم وصول کئے اور اس بددیانتی کی سزا دی اور پھر اسی دن سے اس محکمہ کا قیام عمل میں آیا۔

جناب امیرؓ نے احکام جاری کئے کہ جتنے احکام وافرمین جاری ہوں ان پر سرکاری مہر لگائی جائے چنانچہ اس حکم کے بعد تمام سرکاری فرامین پہلے اس محکمہ میں آتے تھے ان کی نقل ہوتی تھی اور اس پر متعلقہ افسر کے دستخط ہوتے تھے اور فرمان کو بڑی احتیاط سے بند کر کے مہر لگادی جاتی تھی پھر سانڈنی سوار کے حوالہ کیا جاتا تھا۔

حکومت کے استحکام اور سلطنت کی بقا وترقی کے سلسلہ میں حضرت امیر معاویہؓ نے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی، رعایا کی فلاح وبہبود اور ان کے آرام وآسائش کو ہمیشہ سامنے رکھا چنانچہ رفاہ عامہ کے سلسلہ میں ان کا ایک اہم کارنامہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے ممالک محروسہ میں بنجر زمینوں کو قابل کاشت بنایا بیکار پڑی ہوئی زمینوں کو کارآمد بنانے کے لئے سرکاری خزانہ کی بے شمار رقم خرچ کی اور کاشت کرنے والے لوگ زیادہ سے زیادہ سہولتیں پانے لگے تاکہ غلہ زیادہ پیدا ہو کر ملک کی ضرورتیں آسانی سے پوری ہوتی رہیں اور قحط کا امکان ختم ہو جائے زمینوں کو سیراب کرنے اور ان کو قابل کاشت بنانے کے لئے پانی کی سب سے زیادہ ضرورت تھی لہذا آپ نے کئی نئی نہریں کھدوائیں بہت سی جگہ بند تعمیر کئے جو نہریں پرانی ہو کر مٹی سے بھر گئیں تھیں ان کو از سر نو صاف کرایا اور ان میں پانی جاری کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو نہریں بنائی تھیں ان کی صفائی اور دیکھ بھال پر بھی پوری توجہ دی صحابی رسولؐ حضرت معقل نے حضرت عمرؓ کے حکم سے بصرہ میں ایک بڑی نہر کھدوائی تھی اور وہ ''نہر معقل'' کے نام سے مشہور تھی، مٹی کی آمد کے سبب بند ہوگئی تھی حضرت امیر معاویہؓ نے عراق کے گورنر زیاد بن ابیہ کو حکم دیا کہ نہر معقل کو صاف کرایا جائے زیاد نے حکم کی تعمیل کی اور جب نہر صاف ہو کر جاری ہوگئی تو زیاد نے کوشش کی کہ لوگ اس نہر کو ''نہر زیاد'' کہنے لگیں مگر باوجود انعام واکرام کے کسی نے نہر زیاد نہیں کہا، اس سلسلہ میں یہ دلچسپ واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ زیاد نے ایک ہزار درہم کی تھیلی دے کر ایک شخص کو بھیجا اور کہا کہ نہر کے کنارے کنارے چلو اور راستہ میں لوگوں سے اس نہر کا نام پوچھو جو شخص سب سے پہلے نہر کا نام نہر زیاد بتائے اسے یہ تھیلی دے دینا۔ چنانچہ آدمی تھیلی لئے پھرتا رہا اور لوگوں سے پوچھتا رہا مگر اسے ایک شخص بھی ایسا نہ ملا جس نے یہ کہا ہو کہ یہ ''نہر زیاد'' ہے سب نے ''نہر معقل'' کہا آخر آدمی تھیلی لے کر واپس آ گیا اور زیاد کی یہ تمنا پوری نہ ہو سکی۔ حضرت امیر معاویہؓ کی کھدوائی ہوئی نہروں کے نام نہر شہداء، نہر ارزق اور نہر کظامہ وغیرہ تاریخوں میں ملتے ہیں۔ بندوں کی تعمیر اور نہروں کی کھدائی کے علاوہ

Marfat.com

حضرت امیرؓ نے کئی مقامات پر پہاڑوں کی ترائی میں بڑے بڑے تالاب بنوائے تھے جن میں بارش کا پانی پہاڑوں سے آ کر جمع ہو جاتا تھا اور کسان ضرورت کے وقت اسے کھیتوں میں لے جاتے تھے اور جسے پی کر جانور سیراب ہوتے تھے۔ غرض آپ کی کوششوں سے لاکھوں ایکڑ زمین سیراب ہونے لگی اور پیداوار میں اتنا زیادہ اضافہ ہوا کہ صرف مدینہ طیبہ کے ملحقات میں لاکھوں من گندم اور کھجوریں پیدا ہونے لگیں۔

ملک میں امن وامان کے قیام وخوشحالی وفارغ البالی کے علاوہ حضرت امیر معاویہؓ کو اس بات کا بھی خیال تھا کہ ملک میں ایسے جانور کیڑے مکوڑے اور درندے وغیرہ بھی نہ بڑھنے پائیں جن سے آبادی کو خطرہ، جانوں کا نقصان اور کھیتی وباغات کو تباہی کا سامنا کرنا پڑے۔ مورخین نے اس دور کے واقعات میں کئی ایسے قصے بیان کئے ہیں جو نہ صرف دلچسپ سبق آموز بلکہ ایمان افروز بھی ہیں۔

ایک مرتبہ شہر نصیبین کے حکام نے گزارش کی کہ شہر میں بچھو اس کثرت سے ہو گئے ہیں کہ لوگوں کا چلنا پھرنا اور سونا مشکل ہو گیا ہے حضرت امیر معاویہؓ نے حکم جاری کیا کہ ہر شخص کو روزانہ زیادہ سے زیادہ بچھو پکڑ کر پولیس کے حوالہ کرنا چاہئیں۔ جو شخص اس حکم پر عمل نہیں کرے گا اسے سخت سزا بھگتنے کے لئے تیار رہنا چاہئے چنانچہ اس حکم کے صادر ہوتے ہی روزانہ ہزاروں بچھوؤں کا ڈھیر پولیس کی مراکز میں لگنے لگا اور پولیس ان کو مارنے لگی۔ قلیل مدت میں سارا شہر بچھوؤں سے صاف ہو گیا۔

دوسرا وہ ایمان افروز طریقہ ہے جسے شمالی افریقہ کے فوجی گورنر عقبہ بن نافع فہری نے ۵۰ھ میں اختیار کیا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ تونس کے علاقہ میں سرحدی مقامات کی حفاظت کے لئے گورنر مذکور حضرت امیر معاویہؓ کے حکم سے ایک جدید شہر قیروان کے نام سے بسانا چاہتے تھے اور اس کے لئے انہوں نے جس جنگلی علاقہ کو پسند کیا تھا اس میں خوفناک جانوروں کا مسکن تھا بھیڑیئے، خطرناک درندے سانپ، بچھو اور طرح طرح کے موذی جانور اس جنگل میں اس کثرت سے تھے کہ کوئی شخص قدم رکھنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔

عربی فوج اور ان کے سرداروں نے یہ صورت دیکھ کر سالار لشکر حضرت عقبہ سے عرض کیا کہ آپ ہمیں جس جنگل کو صاف کر کے شہر بسانے کا حکم دے رہے ہیں وہ اتنا خطرناک ہے کہ اگر ہم نے اندر قدم رکھا تو شاید ایک جان بھی زندہ نہیں رہ سکے گی۔ ویسے ہم آپ کے حکم کے تابع ہیں مگر یہ صورتحال ایسی نہیں ہے کہ فوج کو بلا سوچے سمجھے جنگل میں گھسنے کا حکم دیدیا جائے جناب عقبہ نے اس گفتگو کو بڑے اطمینان سے سنا اور عرب سرداروں سے کہا ہماری فوج میں اللہ کا لشکر ہے اس کے خمیر میں ناکامی کا کوئی

Marfat.com

عنصر شامل نہیں ہے زمین کے کیڑے اور جنگل کے درندے اور جانور اللہ کی فوج کو نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ اس کے مقابلہ پر ٹھہر سکتے ہیں تم فکر مت کرو میں اس کا بھی انتظام کرتا ہوں۔

حضرت عقبہؓ کے لشکر میں آنحضرتؐ کے تقریباً بیس صحابی اور بہت سے تابعین موجود تھے، عقبہ ان تمام حضرات کو ہمراہ لے کر جنگل کے کنارے پہنچے اور سب کے ساتھ بڑے خشوع وخضوع کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کی اور پھر بڑی رقت اور عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اس سے فارغ ہوکر بلند آواز سے جنگل کے جانوروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگے اے جنگل کے جانوروں، سانپوں، درندوں، شیروں، بھیڑیوں اور ریچھوؤں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا اور ان کے لائے ہوئے دین اسلام کے خادم ہیں یہاں اس لئے آئے ہیں کہ اس جنگل میں اپنے دشمنوں سے حفاظت کے لئے ایک بستی بسائیں اور تمہارے رہنے کی زمین کو ایک اچھے اور جدید شہر میں تبدیل کردیں ہم تم سب کو اللہ کے نام سے حکم دیتے ہیں کہ تم سب اس جنگل کو اللہ کے لئے خالی کرکے چلے جاؤ اور اندرون ملک کو اپنا مسکن بنالو، ہم تم کو تین دن کی مہلت دیتے ہیں اس تین دن کے بعد اگر کوئی جانے سے رک گیا تو اس کو قتل کردیا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں اور دین اسلام کے خیر خواہوں کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ اس اعلان کے بعد جنگل خالی ہونے لگا اور ہر قسم کے جانور اپنی اپنی ٹولیاں بنا کر جانے لگے اور بہت جلدی تمام جنگل موذی جانوروں سے خالی ہوگیا۔ حضرت عقبہ تین دن کے بعد اپنی فوج کو لے کر جنگل میں داخل ہوئے اور جدید شہر قیروان کی بنیاد رکھی۔ مورخین بیان کرتے ہیں کہ چالیس سال تک قیروان میں کوئی موذی جانور نہیں دیکھا گیا۔

اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو خلافت راشدہ کے بعد حضرت امیر معاویہؓ وہ پہلے حکمران تھے جن کی نظروں سے رعایا کے آرام وسکون کا مسئلہ کبھی اوجھل نہیں ہوا۔ ان کی نظروں میں غریب وامیر سب کی عزت تھی وہ غریبوں کی فریاد سننے میں اولیٰ واعلیٰ میں کوئی امتیاز نہیں کرتے تھے، ہر شخص بڑی آسانی سے ان کی خدمت میں پہنچ کر اپنی دکھ بھری داستان سنا دیا کرتا تھا اور وہ اسے پوری توجہ سے سن لیا کرتے تھے وہ ہمیشہ صبح کی نماز سے فارغ ہوکر مسجد میں بیٹھ جایا کرتے تھے یہ دربار عام ہوتا تھا اور ہر شخص بلا جھجک ان تک پہنچ کر اپنی بپتا سنا دیا کرتا تھا اس دربار میں نہ نقیب ہوتا تھا اور نہ دربان ہوتے تھے روک ٹوک کا ذکر ہی کیا۔

حضرت امیر معاویہؓ کی عادت تھی کہ وہ اپنے اس روزانہ کے دربار عام کے علاوہ بھی خاص دربار

Marfat.com

کے حاضرین سے فرمایا کرتے تھے کہ آپ لوگوں کے شریف اور معزز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ لوگ مجھے غریبوں اور ضرورت مندوں کی تکلیف اور ان کے پریشان کن مسائل سے مطلع کرتے رہیں تا کہ میں ان کے انسداد کی کوشش کرتا رہوں آپ فرماتے تھے کہ میں اس شخص کو پسند کرتا ہوں جو غریبوں کی تکالیف سے مجھے آگاہ کرتا رہے وہ آدمی میری نظر میں بے وقعت ہے جو پریشانیوں کی امداد سے پہلوتہی کرے اور غریبوں کی تکالیف قائم رہیں۔ یادرکھو! اگر تم نے غریبوں کی دیکھ بھال اور ان کے آرام کی طرف سے غفلت برتی تو حشر کے دن جو سزا ملے گی اس میں تم کو بھی شریک کیا جائے گا اور میرے ساتھ تم بھی اللہ کی بارگاہ میں جواب دہ ہو گے حضرت امیر معاویہؓ کے یہی وہ خیالات اور ان کی حکومت کا انداز تھا جسے ان کے گورنروں نے بھی اپنا لیا تھا اور ان کی بھی یہی کوشش رہتی تھی کہ کہیں بھی کسی پر ظلم نہ ہونے پائے۔ عدل وانصاف کا یہ دور ایسا دور تھا جس میں عربی وعجمی، مسلمان ویہودی، عیسائی اور آتش پرست کسی میں کوئی امتیاز نہیں تھا۔ برائی جس نے بھی کی اسے بلاامتیاز سزا دی جاتی تھی۔

اسلام کی محبت نے حضرت امیر معاویہؓ کی زندگی کو ایسا نکھار دیا تھا کہ باوجود امیر مملکت ہونے کے ان میں نسلی وقومی غرور وتعصب نام کو نہ تھا وہ اپنی قلمرو کے ہر باشندے کو اللہ کی مخلوق سمجھتے تھے اور ان کے ساتھ یکساں برتاؤ کرتے تھے وہ صاحب علم وفراہم اور دانا وعقلمندوں کے قدردان تھے اور یہ بھی نہیں دیکھتے تھے کہ اس کا مذہب کیا ہے اور وہ کس عقیدے کا آدمی ہے چنانچہ مشہور عیسائی طبیب ابن آثال کو انہوں نے اپنا گھریلو طبیب مقرر کر رکھا تھا، شاہی اعزاز سے نوازا اور اس کی عقل وفہم سے متاثر ہو کر حمص کا ڈپٹی کمشنر مقرر کر دیا جہاں وہ عدالت کے فرائض انجام دیا کرتا تھا اس کے علاوہ آپ نے دو غیر مسلم سرجون اور منصور کو مالیات کے ذمہ دار عہدے بھی دے رکھے تھے۔ منصور کے متعلق مورخین کا بیان ہے کہ وہ امیر معاویہؓ کا پرائیویٹ سیکریٹری تھا غرض غیر مسلموں کے ساتھ خلفائے راشدین کا جو طریقہ تھا اسے امیر معاویہؓ نے بدستور باقی رکھا جس کا یہ اثر ہوا کہ کوئی شخص غیر مسلموں پر آنکھ نہیں اٹھا سکتا تھا ان کی عورتوں کی آبرو پورے ملک میں محفوظ تھی اور ان کو اپنی عزت وآبرو اور جان ومال کا کوئی اندیشہ نہیں تھا۔

تمام غیر مسلموں کو مذہبی آزادی حاصل تھی اور وہ اپنے گرجاؤں، کنسیوں اور آتش کدوں میں آزاد تھے اور اپنے مذہبی رسومات ادا کرتے تھے، حکومت نے ان کے مذہبی معاملات میں دخل دینے کی کبھی کوشش نہیں کی بلکہ ان کی اس درجہ حفاظت اور ان کے مال واسباب کی ایسی نگرانی رکھی کہ کبھی کسی کو

Marfat.com

شکایت پیدا نہ ہو سکی اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم کی جائیداد یا زمین وسامان پر قبضہ کر لیتا تھا تو عدالت اسے ناجائز قرار دیتی تھی بلکہ اس سلسلہ میں بلاذری کی روایت کے مطابق امیر معاویہؓ بھی یہ جرأت نہیں کر سکتے تھے کہ کسی غیر مسلم کی کوئی چیز جبریہ حاصل کر لیں چنانچہ بیان کیا گیا ہے کہ یوحنا کے گرجا کے قریب مسلمانوں نے ایک مسجد بنائی تھی امیر معاویہ نے اسے وسیع کرنا چاہا......اور گرجا کو مسجد میں شامل کرنے کے لئے عیسائیوں سے بات چیت کی اور ان کو گرجا کے معاوضہ میں اس سے اچھی اور بڑی جگہ دینا چاہی اور وعدہ کیا کہ تمام اخراجات میں ادا کروں گا مگر عیسائی راضی نہ ہوئے آخر امیر معاویہ نے مسجد کی توسیع کے خیال کو ترک کر دیا۔

غیر مسلموں اور ذمیوں کے ساتھ حضرت امیر معاویہؓ کے اس طرز عمل نے گورنروں کو بھی اس معاملہ میں انتہائی محتاط بنا دیا تھا اور وہ بھی اس امر کی ہمیشہ کوشش کرتے رہتے تھے کہ کسی نوعیت سے کسی غیر مسلم کو اسلامی حکومت سے تکلیف نہ پہنچے کئی مورخین نے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے آنحضرت کے مشہور صحابی حضرت عقبہ بن عامرؓ کو جب مصر کا گورنر بنایا اور وہ شہر میں پہنچے تو رہائش کے لئے کوئی مکان نہ ملا۔ شہر سے دور ایک معمولی سی زمین جو غیر آباد اور بنجر پڑی ہوئی تھی اور جس کا کوئی مالک بھی نہیں تھا اس پر مکان بنانا چاہا غلام نے بڑی دل سوزی کے ساتھ عرض کیا کہ شہر میں اچھی اچھی جگہیں موجود ہیں اور موقعہ کی بھی ہیں ان میں سے کوئی پسند کر لیجئے یہ بنجر زمین آپ کے رہنے کے لائق نہیں اور پھر آپ گورنر ہیں کون منع کر سکتا ہے؟ حضرت عقبہؓ نے جواب میں فرمایا شہر میں ذمیوں کی آبادی ہے اور وہ سب اپنی زمینوں پر قابض ہیں کیا تم کو نہیں معلوم کہ ہم نے ذمیوں سے معاہدہ کر رکھا ہے کہ تمہاری زمینیں اور جائیدادیں تمہارے ہی قبضہ میں رہیں گی تو پھر مجھے یہ حق کیسے پہنچتا ہے کہ میں ان کی زمینوں پر نظر ڈالوں اور معاہدہ کی خلاف ورزی کروں بس جو جگہ میں نے پسند کی ہے وہی مناسب ہے۔

اسلام لانے کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کو سب سے زیادہ جو چیز پسند اور محبوب تھی وہ مذہب اسلام تھا نہ صرف یہ کہ ان کی اپنی زندگی اسلام کا بہترین نمونہ تھی بلکہ ان کو دوسروں کی زندگی کو اسلام می ڈھالنے کی ہمیشہ فکر رہتی تھی وہ کسی کو اگر خلاف سنت کام کرتے دیکھتے تھے تو اسے بتاتے تھے اور خود کام کر کے دکھاتے تھے کہ دیکھو آنحضرت صلعم اس کام کو اس طرح کیا کرتے تھے مذہبی امور کو صحیح طور پر انجام دینے میں ان کی کوششیں ہمیشہ جاری رہتی تھیں سنت کی اشاعت اور بدعت کی روک تھام ان کا معمول بن گیا تھا عقائد کی اصلاح وامر کی تبلیغ اور نواہی ومنکرات کے انسداد کے لئے

Marfat.com

ہمیشہ مستعد رہتے تھے۔

اسلام کی تبلیغ واشاعت کے سلسلہ میں ان کے عہدوں کو بڑی خصوصیت حاصل ہے ان کے مقرر کردہ گورنر دور دراز ممالک میں اسلام کی تبلیغ سے کبھی غافل نہیں رہے بے شمار لوگوں نے کفر سے نکل کر اسلام کی آغوش میں جگہ حاصل کی افغانستان کے بت پرست الجزائر اور تیونس کے بربری اور مصر کے رومی سب نے ان ہی کے عہد میں اسلام قبول کیا اور دین کے گرویدہ ہو گئے۔ حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ میں کثرت سے مسجدیں تعمیر ہوئیں اور ان میں نمازوں کے نظام قائم کئے گئے جہاں جہاں مسجدیں بنائی گئیں وہاں وہاں اسلام کی بنیادیں ایسی مضبوط ہوتیں کہ آج تک اس میں کوئی فرق نہیں آیا وہ جب کسی شہر کو بسانے کا حکم دیتے تھے تو پہلے مسجد بنانے کا حکم فرماتے تھے۔

حرمین شریفین کی دیکھ بھال اور اس کی خدمت کا انہیں بہت خیال رہتا تھا آپ نے بہت سے خادم مقرر کر رکھے تھے جو ہمہ وقت صفائی اور نگہداشت میں لگے رہتے تھے حضرت امیر معاویہ پہلے حکمران ہیں جنہوں نے کعبہ کے سادہ اور معمولی غلاف کو اتروا کر دیبا کا قیمتی غلاف چڑھایا اور یہ کام اتنے خلوص سے کیا کہ بعد والوں کے لئے یہ ایک دستور بن گیا چنانچہ آج تک جو غلاف چڑھایا جاتا ہے وہ انتہائی بیش قیمت اور پرشوکت وتکلف ہوتا ہے حضرت امیر معاویہ کو اس میں بھی اولیت کا شرف حاصل ہے کہ آپ نے مسجدوں پر مینار تعمیر کرنے کا حکم دیا جو آج تک قائم ورائج ہے مصر کی تمام مسجدوں میں آپ کے حکم سے مسلمہ بن مخلد نے مینار بنوائے تھے جن کی وجہ سے مسجدوں کی شان وشوکت اور بڑھ گئی تھی۔

حضرت امیر معاویہؓ پہلے حکمران ہیں جن کے عہد میں تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع ہوا دوسری زبانوں سے عربی میں تراجم ہوئے سب سے پہلا ترجمہ وہ تھا جو آپ کے گھریلو طبیب ابن اثال نے ایک طبی کتاب کو یونانی سے عربی میں منتقل کیا جن کتابوں کا یونانی سے عربی میں ترجمہ کرایا گیا تھا ان کو حضرت امیر معاویہؓ نے سرکاری توشہ خانہ میں محفوظ کر دیا تھا۔ اسی طرح تاریخ میں پہلی کتاب حضرت امیر معاویہؓ نے عبید بن شربہ سے لکھوائی تھی جس کا نام اخبار الملوک الماضین تھا یہ کتاب زیر تالیف ہی تھی کہ مصنف اور امیر معاویہؓ دونوں دنیا سے رخصت ہو گئے اور اس کتاب کی تکمیل ۶۱ھ میں محمد بن اسحاق کے حصہ میں آئی۔

مندرجہ بالا سطور میں جن امور کا ذکر کیا گیا ہے ان سے حضرت امیر معاویہؓ کی زندگی اور ان کے اخلاق وعادات بہت کچھ واضح ہو جاتے ہیں اگر مزید جائزہ لیا جائے تو یہ کہنا کسی طرح غلط نہیں کہ

Marfat.com

اسلام لانے سے پہلے وہ ایک صالح نوجوان کی طرح مکہ میں زندگی گزارتے رہے اور اسلام لانے کے بعد ایک مخلص مسلمان اور سچے مومن کی طرح اسلام کی خدمت وحفاظت کرتے رہے ان کی با اخلاق پر امن اور اسلام پسند زندگی میں کہیں داغ دھبہ نظر نہیں آتا ان کے والد ابوسفیانؓ نے زندگی کا بڑا حصہ جس رنگ میں گزارا امیر معاویہؓ اس سے بالکل الگ نظر آتے ہیں۔ اسلام جس کے مٹانے کے لئے مکہ میں رات دن سازشیں ہوا کرتیں امیر معاویہؓ ان میں سے کسی سازش میں نظر نہیں آتے۔ تمام غیر اخلاقی ہنگاموں سے دور رہنا اور کسی موقعہ پر شریک نہ ہونا اس سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ پیدائشی نیک تھے اور نرمی، اخلاق اور رحم دلی ان کی فطری صفات تھیں درحقیقت اسلام اپنے ماننے والوں میں جو صفات پیدا کرنا چاہتا ہے امیر معاویہؓ کی زندگی ان سے متصف نظر آتی ہے۔

جو لوگ حضرت امیر معاویہؓ کو جھوٹی اور گھڑی ہوئی روایتوں کے ذریعہ بدنام کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور ان کو ظالم، جابر اور بے رحم بادشاہ کہہ کر اپنے دلی بغض کا اظہار کرتے رہتے ہیں ان کو مشہور شیعہ مورخ مسعودی کے اس بیان کو جوان کی کتاب مروج الذہب میں موجود ہے پڑھنا چاہئے جس کو ''سیرت معاویہؓ'' کے مصنف علامہ ابوالنصر نے بھی نقل کیا ہے۔

''امیر معاویہؓ کا معمول تھا کہ وہ روزانہ مسجد میں بیٹھ کر عام لوگوں کی فریادیں سنا کرتے تھے، وہ بڑی پابندی کے ساتھ گھر سے مسجد میں آیا کرتے۔ تھے اور مقصورہ سے ٹیک لگا کر لوگوں کے مقدمات اور ان کے بیانات سنا کرتے تھے فریادیوں میں ہر قسم کے لوگ ہوتے تھے بوڑھے، کمزور، غریب ویتیم لاوارث اور بیکس بھی اپنی شکایتیں پیش کرتے تھے اور جناب امیرؓ سب کی باتوں کو پوری توجہ سے سنا کرتے تھے، اور اس کا تدارک کرتے تھے ان کی مجلس اس وقت تک جاری رہتی تھی جب تک کہ وہ سب کی سن نہیں لیتے تھے۔ امیر معاویہؓ کی سیاست ان کے اخلاق ان کی بے انتہا سخاوت اور لوگوں پر بکثرت احسانات نے رعایا کے دلوں کو مسخر کر لیا تھا لوگ اپنے رشتہ داروں کے مقابلہ میں امیر معاویہؓ کی محبت واطاعت کو ترجیح دیا کرتے تھے حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد بنی امیہ میں جو فرمانروا ہوئے ان میں سے کچھ نے امیر معاویہؓ کے اخلاق وعادات کی پیروی کرنا چاہی مگر وہ امیر معاویہؓ جیسا حلم نہ پیدا کر سکے نہ رعایا کے ساتھ ویسی نرمی برت سکے اور نہ ان جیسا سلوک کر سکے۔''

لوگوں سے ملنے جلنے اور ان سے گفتگو کرنے میں امیر معاویہؓ کو ان کے مراتب ومقام کا بہت خیال رہتا تھا اگرچہ ان کا برتاؤ ہر شخص سے اچھا ہوا کرتا تھا مگر قریش کے معززین، اصحاب رسولؐ اور خصوصاً اہل بیت عظام اور ہاشمی خاندان کے حضرات سے وہ انتہائی ادب واحترام سے ملا کرتے تھے ان

Marfat.com

حضرات میں سے آنے والوں کو وہ اپنا مہمان خصوصی سمجھتے تھے مشہور شیعی محقق علامہ طقطقی امیر معاویہؓ کی اس عادت کے متعلق لکھتے ہیں اور جس کو سیر الصحابہ کے مصنف نے بھی ان کے حوالہ سے بیان کیا ہے۔

''شرفا قریش سے عبداللہ بن عباسؓ عبداللہ بن زبیرؓ، عبداللہ بن جعفر طیارؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ، ابان بن عثمانؓ اور ابو طالب کی اولاد سب امیر معاویہؓ کے پاس دمشق میں آیا کرتے تھے۔ امیر معاویہؓ سب کو بڑے اعزاز واحترام سے ٹھہراتے تھے اوران کی مہمانداری میں کوئی کسر نہیں رکھتے تھے۔ ان کی فرمائشات پوری کرتے تھے اوران کی ضروریات کا پورا خیال کرتے تھے بعض اوقات یہ حضرات ان کو سخت وسست بھی کہا کرتے تھے اوران کے دنیاوی مرتبہ کا کوئی لحاظ نہیں کرتے تھے مگر امیر معاویہؓ اس کے باوجود ان کے ساتھ نرمی ومحبت کا برتاؤ کرتے تھے بہت سی باتیں ہنس کے ٹال دیتے تھے اور بہت سی باتیں خندہ پیشانی سے سن لیا کرتے تھے، قیمتی تحائف اور بڑی بڑی رقمیں ان کو دے کر عزت سے رخصت کیا کرتے تھے۔''

اہل بیت کے ساتھ ان کے خصوصی سلوک کو مؤرخین نے تفصیل سے پیش کیا ہے، امام حسنؓ اور امام حسینؓ کا وہ بے حد احترام کرتے تھے یہ دونوں حضرات جب کبھی تشریف لاتے تو امیر معاویہؓ مودب ہو جاتے تھے۔ یہ دونوں حضرات سال میں ایک مرتبہ بلاناغہ آیا کرتے تھے، محترم مہمان کی حیثیت سے قیام کرتے تھے امیر معاویہؓ ان کی خدمت میں مقررہ وظائف کے علاوہ گراں بہا نذرانے پیش کیا کرتے تھے۔ علامہ ابن کثیر نے امیر معاویہؓ کے ان شہزادوں کے ساتھ سلوک واحترام کو اپنی تاریخ میں کئی مقامات پر بیان کیا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں۔

''جب امیر معاویہؓ خلفیہ ہوگئے تو امام حسینؓ اپنے بھائی امام حسنؓ کے ساتھ ان کے پاس جایا کرتے تھے۔ امیر معاویہؓ ان کی عزت کرتے، مرحبا کہتے اور عطیات پیش کیا کرتے تھے ایک مرتبہ ایک ہی دن میں ان کی خدمت میں ۲ لاکھ درہم پیش کئے'' ...... اس تذکرہ میں ابن کثیر دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

ایک مرتبہ امام حسنؓ امیر معاویہؓ کے پاس دمشق میں آئے، امیر معاویہؓ نے ان سے فرمایا میں آپ کی خدمت میں ایسا عطیہ پیش کروں گا جو اس سے پہلے کسی نے نہ پیش کیا ہوگا، پھر چار لاکھ کی رقم پیش کی اس کے بعد ایک مرتبہ دونوں بھائی ایک ساتھ آئے امیر معاویہؓ نے دونوں کی خدمت میں ۲۔۲ لاکھ پیش کئے۔''

اہل بیت اور بنی ہاشم کے ساتھ حضرت امیر معاویہؓ کے حسن سلوک کا تذکرہ ابن ابی الحدید نے بھی نہجہ البلاغہ کی شرح میں کیا ہے چنانچہ وہ دوسری جلد میں لکھتے ہیں۔

Marfat.com

''امیر معاویہ پہلے آدمی ہیں اس زمین پر جنہوں نے دس دس لاکھ درہم دیئے ہیں اور ان کا بیٹا یزید بھی پہلا آدمی ہے جس نے اس رقم کو دوگنا کر دیا اور یہ عطیات حضرت علیؓ کے دونوں صاحبزادوں امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو دس دس لاکھ ہر سال دیئے جاتے تھے اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کو دیئے جاتے تھے۔''

حضرت امام حسنؓ جب تک حیات رہے امیر معاویہؓ کا ان کے ساتھ سلوک جاری رہا اور جب وہ اس دار فانی سے تشریف لے گئے تو حضرت امام حسینؓ بھی حسب دستور سابق ان کے پاس آتے رہے جناب امیرؓ کی طرف سے نذرانہ پیش کرنے اور ان کے ادب واحترام میں کوئی فرق نہیں آیا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے تھے کہ جو لوگ اپنی حاجتیں اور مقاصد لے کر امیر معاویہؓ کے پاس دمشق جاتے تھے وہ گویا ایسی پُر بہار وادی میں ٹھہرتے تھے جس کی خوشگوار ہوا ان کی روح کو معطر کر دیتی تھی۔ صحابہ کرامؓ کے ساتھ ان کے سلوک کا اندازہ اس روایت سے ہو سکتا ہے کہ جب حضرت ابو ہریرہؓ نے وفات پائی تو جناب امیرؓ نے ان کے وارثوں کو ترکہ کے علاوہ دس ہزار درہم عطا کئے یہی حال اُمہات المومنینؓ کے ساتھ سلوک و خدمت کا تھا، حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں انہوں نے کئی مرتبہ ایک ایک لاکھ درہم پیش کئے اور دوسری امہات کو ہزاروں درہم دیتے رہتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت عقیلؓ بن ابی طالب نے حضرت علیؓ سے اپنا قرض چکانے کے لئے ۴۰ ہزار درہم مانگے اور جب نہیں ملے تو حضرت امیر معاویہؓ کے پاس دمشق پہنچے اور امیر معاویہؓ کو ان کے منہ پر برا بھلا کہا مگر اس کے باوجود جناب امیرؓ نے پچاس ہزار کی رقم پیش کی اور ان کی تلخ باتوں کو سکون سے سنتے رہے غرض سخاوت و فیاضی ان کے مزاج کا خصوصی حصہ تھی اور وہ دیتے وقت اس بات کو بھی نظر انداز کر دیتے تھے کہ کسے دیا جا رہا ہے اور وہ کتنا مخالف ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ میں حلم، عفو، درگزر، چشم پوشی کے اوصاف بہت نمایاں تھے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کسی پوچھنے والے کو جواب دیتے ہوئے فرمایا، امیر معاویہؓ کا حلم غصہ کے لئے تریاق تھا ان کی سخاوت زبانوں پر تالے لگا دیتی تھی، وہ خوب جانتے تھے کہ دلوں کو اپنا کس طرح بنایا جاتا ہے وہ اپنے اوصاف کا کبھی خود بھی ذکر کیا کرتے تھے ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ مجھے حضرت علیؓ کے مقابلہ میں چار چیزوں نے کامیاب کیا ''میں اپنے راز کو چھپائے رکھتا تھا اور حضرت علیؓ تمام رازوں کو ظاہر کر دیا کرتے تھے، میری فوج فرمانبردار اور حکم کی تابع تھی مگر حضرت علیؓ کی فوج نافرمان اور سرکش تھی، میں نے جنگ جمل میں کوئی حصہ نہیں لیا قریش مجھ سے خوش تھے اور حضرت علیؓ سے ناراض تھے۔''

Marfat.com

حلم اخلاق اور چشم پوشی کے سلسلہ میں مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے ایک مرتبہ ایک انصاری صحابی کی خدمت میں پانچ سو درہم بھیجے۔ انصاری صاحب کو اس قلیل رقم کے قبول کرنے میں اپنی ذلت معلوم ہوئی انہوں نے درہموں کی تھیلی بیٹے کے حوالے کی اور فرمایا جاؤ یہ تھیلی لے جاؤ اور امیر معاویہؓ کے منہ پر ماردو مگر دیکھو قسم کھاؤ کہ تم ایسا ہی کرو گے جو میں کہہ رہا ہوں۔ بیٹے نے وعدہ کیا اور تھیلی لے کر امیر معاویہؓ کی خدمت میں پہنچا اور کہنے لگا امیر المومنین! میرے والد بہت تیز مزاج رکھتے ہیں ان کو یہ رقم لیتے ہوئے اپنی ذلت محسوس ہوئی اور انہوں نے مجھے رقم دے کر حکم دیا ہے کہ یہ تھیلی آپ کے منہ پر ماردوں اب میں بڑا پریشان ہوں کہ کیا کروں اور ان کو جا کر کیا جواب دوں؟ حضرت امیر معاویہؓ نے بڑی سنجیدگی سے سب کچھ سنا اور غیض وغضب کے بجائے اپنے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپالیا اور فرمایا ''تمہارے والد نے تم کو جو حکم دیا ہے تمہارا فرض ہے کہ اس کی تعمیل کرو اور تھیلی کو میرے منہ پر مارو تا کہ باپ کے حکم کی تعمیل کر کے تم فرمانبردار فرزند ثابت ہو مگر ذرا آہستہ سے مارنا کیونکہ میں بوڑھا ہوں اور کمزور بھی ہوں۔'' لڑکا بہت شرمندہ ہوا اور کہنے لگا امیر المومنین! مجھ سے ایسی بے ادبی نہیں ہوسکتی، میں واپس جاتا ہوں اور جو کچھ ہوا ہے سب ان کو جا کر بتاؤں گا امیر معاویہؓ نے فرمایا ذرا ٹھہرو، پھر تھیلی کی رقم دگنی کر کے لڑکے کو دے دی اور وہ واپس چلا گیا تھوڑی دیر بعد یزید بن معاویہؓ کو اس قصہ کا علم ہوا تو ان کو بہت ناگوار گزرا اور اسی وقت باپ کی خدمت میں پہنچ کر کہا ''آپ نے ضرورت سے زیادہ نرمی، حلم اور اخلاق کو اختیار کر کے اپنی آبرو کو مٹی کر لیا ہے لوگوں کی نظروں میں کوئی عزت باقی نہیں رہی ہے یہ بھی کوئی بات ہے کہ جس کا جو دل چاہے آپ کے ساتھ کر گزرتا ہے اور آپ اپنی عزت و وقار کا بھی لحاظ نہیں کرتے ہیں۔'' حضرت امیر معاویہؓ نے جواب میں فرمایا ''فرزند عزیز! حلم و اخلاق سے آدمی ذلیل نہیں ہوتا ہے، مجھے میرے حال پر چھوڑ دو کیونکہ میں اپنی عادت کو بدلنا ہرگز پسند نہیں کرتا البتہ تم کو اختیار ہے جو طریقہ پسند کرو اور جیسا چاہو لوگوں سے سلوک کرنا در حقیقت امیر معاویہ کے یہی وہ اوصاف تھے جن کی وجہ سے اس وقت کی اسلامی دنیا میں کسی کو انہیں خلیفۃ المسلمین تسلیم کرنے میں عذر نہیں ہوا، مہاجر و انصار سب کی نظریں ان کو عزت و احترام سے دیکھتی رہیں یہ بھی حضرت امیر معاویہؓ کی صفت خاص تھی کہ آپ پچھلی باتوں کو بھول جاتے تھے اگر کسی مخالف کو اپنی مخالفت کا احساس ہو جاتا تھا اور وہ آپ کی خدمت میں آتے ہوئے ندامت محسوس کرتا تھا تو امیر معاویہؓ اس احساس کو اس کے دل سے اس طرح مٹا دیتے تھے کہ وہ آپ کا سچا خیر خواہ اور وفادار بن جاتا تھا۔

اس سلسلہ میں زیاد بن ابیہ کا واقعہ سب سے زیادہ حیرت انگیز ہے یہ زیاد حضرت علیؓ کے سچے

Marfat.com

دوست تھے حضرت علیؓ نے ان کو فارس کا گورنر بنایا تھا جب تک حضرت علیؓ زندہ رہے ان کی وفاداری میں فرق نہیں آیا اور پھر ان کی وفات کے بعد یہ امام حسنؓ کے بھی مطیع اور فرمانبردار رہے حضرت امیر معاویہؓ نے ان کو ایک مرتبہ لکھا کہ تم میرے پاس آجاؤ تو زیادہ اچھے رہو گے اور اگر ایسا نہیں کیا تو یہ تمہارے حق میں کچھ مفید نہیں ہوگا۔ زیاد بن ابیہ نے اس خط کو جامع مسجد میں مسلمانوں کے سامنے پیش کر دیا اور حضرت امیر معاویہؓ کو بے حد برا بھلا کہا اور یہاں تک کہا کہ اگر معاویہؓ میرے مقابلہ پر آئیں تو بچ کر نہیں جا سکتے ہیں۔ مگر یہی زیاد جب صلح وصفائی کے بعد امیر معاویہؓ کی خدمت میں آئے تو انہوں نے بڑے تپاک سے ملاقات کی اور سینے سے لگا لیا اور تھوڑے ہی دن بعد بصرے کا گورنر بنا دیا۔

باوجود اس کے کہ حضرت امیر معاویہؓ پوری اسلامی دنیا کے تنہا فرمانروا تھے مگر ان کے مزاج میں غرور و تکبر نہیں تھا جو لوگ ان کے سامنے ان کے نقائص بیان کرتے تھے ان کی غلطیاں پکڑتے تھے اور ان کو نصیحت و اچھا مشورہ دیتے تھے وہ سب کی باتوں کو بڑے سکون اور خندہ پیشانی سے سن لیا کرتے تھے اور ایسے حضرات کو اپنے گھر سے بڑے احترام و اکرام کے ساتھ رخصت کیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت مقدامؓ بن سعدی کرب چند دوستوں کے ساتھ جناب امیرؓ سے ملنے پہنچے اور دوران گفتگو میں ان سے پوچھا کہ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشمی لباس، سونا اور جانوروں کی کھال کے استعمال سے منع نہیں کیا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ آپ حریری لباس بھی زیب تن کرتے ہیں سونے کی انگوٹھی بھی پہنتے ہیں اور جانوروں کی کھال پر بھی بیٹھتے ہیں آخر آپ نے ایران کے بادشاہوں کے طریقے کیوں اختیار کر رکھے ہیں؟

حضرت مقدام کی تمام باتیں سچی تھیں، حضرت امیر معاویہؓ نے تمام اعتراضات کو خاموشی سے سنا اور جواب دیا بیشک حضور اکرمؐ نے ان سب چیزوں کے استعمال سے منع فرمایا ہے تمہاری ہر بات درست اور سچی ہے اور واقعی میں قصوروار ہوں مگر ملکی حالات کچھ ایسے ہیں کہ رعب واثر قائم رکھنے کے لئے یہ سب کچھ کرنا ہی پڑتا ہے میں اپنے ان کاموں کے کرنے پر شرمندہ و شرمسار ہوں حضرت مقدام اپنے ساتھیوں کے ساتھ جتنے دن امیر معاویہ کے مہمان رہے بڑے اعزاز کے ساتھ ان کی مہمان نوازی کی گئی اور رخصت کرتے وقت خاصا معقول نذرانہ ان کی خدمت میں پیش کیا اور ساتھیوں کو بھی انعام اکرام سے نوازا۔

عدل وانصاف، اخلاق ومساوات عفو و درگزر احساس مراتب سخاوت وفیاضی کے ساتھ ان کے سینے میں دردمند دل موجود تھا وہ لوگوں کی درد بھری داستان کو بڑی توجہ دیتے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم کی صحبت اور اسلامی تعلیمات نے آخرت کا ایسا یقین ان کے دل میں بٹھا دیا تھا کہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے قیامت کے ذکر پر ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے آخرت کے بیان اور میدان حشر کے مواخذہ کی باتیں جب ان کے سامنے ہوتی تھیں تو خشیت الٰہی سے کانپنے لگتے تھے اور روتے روتے بے حال ہو جاتے تھے۔

حضرت معاویہؓ کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ وہ خود کو خلفائے راشدین کے نقش قدم پر چلائیں اس کوشش میں اگر کبھی کوئی کمی ہو جاتی تھی تو سخت افسوس کا اظہار کیا کرتے تھے ایک مرتبہ بڑے تزک واحتشام سے کہیں جا رہے تھے ہر چیز سے شاہانہ شان و شوکت ظاہر ہو رہی تھی راستہ میں ایک جگہ قیام کیا فرش وفروش بچھائے گئے خیمے لگائے گئے حکام امراء فوج اور غلاموں کی ہر طرح چہل پہل شروع ہو گئی قیمتی گھوڑوں اور اعلیٰ نسل کے اونٹوں کی قطاریں سامنے سے گزرنے لگیں حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے مصاحب عبداللہ بن مسعدہ فزاری سے فرمایا!

''ابن مسعدہ! اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر صدیق پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے، وہ ایسے تھے کہ نہ دنیا نے ان سے محبت کی اور نہ انہوں نے دنیا کو عزیز رکھا اور وہ پاک وصاف اس جہان سے سفر کر گئے ان کے بعد دنیا نے حضرت عمرؓ کو اپنی طرف مائل کرنے کی بہت کوشش کی مگر باوجود سامان عیش وعشرت ہوتے ہوئے انہوں نے اس کی طرف توجہ نہیں کی قیصر وکسریٰ کے خزانے ان کے سامنے پڑے رہے مگر انہوں نے نظر اٹھا کے بھی نہیں دیکھا اور دنیا سے رخصت ہو گئے پھر حضرت عثمانؓ مسند خلافت پر تشریف لائے انہوں نے دولت وثروت کی آغوش میں پرورش پائی تھی اور خاندانی رئیس وامیر تھے مگر ہمیشہ اپنی دولت کو اللہ کے راستہ میں فیاضی کے ساتھ خرچ کیا کرتے رہے اور اپنی ذات کو کوئی فائدہ نہیں پہنچایا افسوس ہم کس درجہ دنیا کی طرف جھک گئے اور ان نیک سیرت اور پاکیزہ زندگیوں والے اصحاب سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔'' یہ فرما کر دیر تک افسوس کرتے اور آنسو بہاتے رہے۔

مزاج میں اس حکومت واقتدار کے ہوتے ہوئے اتنی سادگی تھی کہ وہ عام لوگوں کے ساتھ اس طرح گھل مل کر بیٹھ جاتے تھے کہ پہچاننا دشوار ہو جاتا تھا جب کوئی غریب آدمی کچھ کہنا چاہتا تھا تو ہمہ تن گوش ہو کر اس کی باتیں سنا کرتے تھے۔ وہ اس بات کو سخت ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص خاص طور پر ان کو سلام کرے راستہ میں ان کو دیکھ کر مودب ہو جائے یا مجلس میں ان کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو جائے ایک مرتبہ عبداللہ بن عامرؓ آپ کو دیکھ کر مودب کھڑے ہو گئے مگر ان کے ساتھی عبداللہ بن زبیرؓ اسی طرح بیٹھے رہے حضرت امیر معاویہؓ نے ابن عامرؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو آدمی اس بات کو پسند کرے کہ راستہ میں گزرتے ہوئے لوگ اس کی تعظیم کریں تو اس کو اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالینا چاہئے۔

حضرت امیر معاویہؓ کے فضائل کے لئے صرف یہی ایک بات کافی ہے کہ اسلام لانے کے بعد آنحضرت نے ان کو کاتب وحی کے عہدہ پر مامور فرمایا اور مزید یہ کہ جنگ حنین وطائف میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر سے آنے والے وفود اور مہمانوں کے قیام وطعام کا انتظام ان کے سپرد کردیا تھا تقریباً تین سال حضرت امیر معاویہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے کا شرف حاصل ہوا اس صحبت نے ان کو اسلامی اخلاق کا مثالی نمونہ بنادیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے ارشادات ان کو یاد تھے جبکہ وہ وفات شریف کے بعد برابر دہراتے اور بیان کرتے رہتے تھے چنانچہ کتب احادیث میں ان سے ایک سوتریسٹھ (۱۶۳) حدیثیں مروی ہیں جن کو صحابہ کرامؓ میں عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ، ابوسعیدؓ عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت ابودرداءؓ نے اور تابعین عظامؒ میں حضرت ابن المسیبؒ اور حمید بن عبدالرحمٰنؒ نے روایت کیا ہے حضرت امیر معاویہؓ کے فضائل میں بہت سی حدیثیں ملتی ہیں ترمذی میں ہے کہ آنحضرتؐ نے امیر معاویہؓ کے لئے فرمایا اے اللہ! معاویہؓ کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت پانے والا بنادے مسند امام احمد میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے اللہ! معاویہؓ کو حساب کتاب سکھادے اور عذاب سے بچالے ایک مرتبہ امیر معاویہؓ نے فرمایا مجھے خلافت کی خواہش اس وقت سے پیدا ہوئی جب حضور اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا۔ اے معاویہؓ جب تم بادشاہ ہو جاؤ تو لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، جس طرح سیاست اور امارت امیر معاویہؓ کو ورثہ میں ملی تھی شاعری اور فصاحت وبلاغت بھی ان کا خاندانی حصہ تھی وہ اپنے زمانے کے شاعروں اور ادیبوں میں شمار ہوتے تھے آپ کے خطوط اور احکامات سے علم وادب کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے شعرا سے ان کو قلبی عشق تھا ان کی نظروں میں ایسے شعرا بڑی عزت رکھتے تھے جن کا کلام اخلاق وشرافت کو ابھارنے والا ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ آپ نے عبدالرحمٰن بن حکم بن ابی العاص سے فرمایا!

''اے میرے بھتیجے! میں جانتا ہوں کہ تم کو شاعری بہت پسند ہے مگر دیکھو عورتوں کے ساتھ تشبیب کرنے سے بچتے رہنا تا کہ کسی شریف عورت کو شرمندگی نہ ہو اور کسی کی ہجو بھی نہ کرنا کہ کسی کی بدنامی ہو اور ہلکی طینت کا آدمی دشمن ہو جائے اور مدح سے بھی گریز کرنا کیونکہ یہ بے حیائی کی روزی ہے البتہ اپنی قوم کی فخریہ باتیں بیان کرنا اور ایسی شاعری کی کوشش کرنا جس سے نفس کو تہذیب اور دوسروں کو ادب حاصل ہو سکے۔''

Marfat.com

حضرت امیر معاویہؓ کے اشعار سے احساس نفس اور لطافت روح کا ترشح ہوتا ہے ان کی شاعری میں حقیقت کے اظہار کے ساتھ نصیحت کا پہلو بھی نمایاں نظر آتا ہے رمضان ۴۰ھ میں جب ان پر قاتلانہ حملہ کیا گیا تھا اور وہ بچ گئے تو عمر بن العاص کو مخاطب کرتے ہوئے یہ شعر پڑھا!

يَمُوتُ الصَّالِحُوْن وَانتَ حيٌّ

تَخطاكَ المَنايَا لا تَمُوتُ

ترجمہ: اچھے لوگ مرجاتے ہیں اور تو زندہ ہے موتیں تجھ سے اچٹ جاتی ہیں اور تو نہیں مرتا۔

حضرت امیر معاویہؓ جب کمزور ہو گئے اور انہوں نے محسوس کیا کہ اب سفر آخرت کا وقت آ گیا ہے تو گھر والوں سے فرمایا مجھے تکیہ لگا کر بٹھا دو سر میں تیل اور آنکھوں میں سرمہ لگا دو اور دیکھنے والوں کو آنے دو مگر جو آئے وہ دیکھے اور چلا جائے بیٹھے نہیں چنانچہ لوگ آنے لگے سلام کرتے اور دیکھ کر چلے جاتے اور کہتے کہ اب طبیعت اچھی ہے بیٹھے ہیں سر میں تیل اور آنکھوں میں سرمہ بھی لگایا ہے جب لوگ چلے گئے تو آپ نے یہ اشعار پڑھے!

وتجلدی للشامتين اريهم انی الرهب الدهر لاتنفع

واذا لميتته انشبت انهارها الفيت كل تميمته لا تنفع

''میں مخالفین کو تندرست بن کر دکھاتا ہوں تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ میں زمانہ کے حوادث کے سامنے جھکتا نہیں ہوں مگر جب موت اپنے پنجے گاڑ دیتی ہے تو تمام تدبیریں بے کار ہو جاتی ہیں۔''

ایک مرتبہ حضرت مغیرہ بن شعبہ کو یہ شعر سنائے (ترجمہ) اگر انسان کسی سے اپنا راز کہنا ہی ضروری سمجھے تو پھر اپنے مخلص بھائی سے کہے تاکہ وہ اسے چھپا سکے ورنہ پھر کہنا ہی نہیں چاہئے۔

حضرت امیر معاویہؓ کی زندگی، طرز حکومت اور عظیم کامیابی پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور حقیقت بھی یہ ہے کہ ان کی ذات سے اسلام اور اسلامی حکومت کو بہت بڑا فائدہ پہنچا بلکہ غور سے دیکھا جائے تو حضرت فاروق اعظمؓ اسلامی مملکت کو جس درجہ وسیع اور مستحکم بنانا چاہتے تھے حضرت امیر معاویہؓ نے بڑی حد تک ان کے اس خیال کو پورا کر دیا اسلام کی تبلیغ واشاعت اور اسلامی حکومت کی وسعت واستحکام میں دور فاروقی کے بعد امیر معاویہؓ ہی کا نام نظر آتا ہے اس امتیاز واعزاز کو بڑی سے بڑی مخالفت عداوت بھی غبار آلود نہیں کر سکتی رہے وہ اعتراضات جو مورخین نے ان کی زندگی پر کئے ہیں اور جن کے تذکرہ سے لوگ ان کی جانب سے کبیدہ خاطر نظر آنے لگتے ہیں اگر منصفانہ نظریں ڈالی جائیں تو ان کا رنگ بھی بہت کچھ ہلکا نظر آنے لگتا ہے اور ذہن سے تکدر کے اثرات دور ہونے لگتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت امیر معاویہؓ پر پہلا بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ سے جنگ کی، ان کی بیعت کو قبول نہیں کیا، جس کی وجہ سے جمل اور صفین کے معرکے ہوئے اور مسلمان آپس میں ایک دوسرے کا خون بہانے لگے۔ بادی النظر میں یہ اعتراض صحیح معلوم ہوتا ہے مگر تاریخ کے گوشوں پر نظر رکھنے والے اور واقعات کو غیر جانبداری کے ساتھ چھان بین کی نیت سے پڑھنے والے اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے انکار نہیں کر سکتے کہ دونوں جانب غلط فہمیاں پیدا کر دی گئیں اور سبائی اور عراقی گروہ کے آدمی ہمہ وقت لڑانے، الجھانے اور مسلمانوں میں اختلافات کی جڑیں مضبوط کرنے میں مصروف تھے ان لوگوں کی دلی خواہش یہی تھی کہ جس اسلام کو تلواروں کے ذریعہ نہیں دبایا جا سکا ہے اس اسلام کو مسلمانوں کی باہمی عداوت رقابت اور اختلافات کے ذریعہ مٹایا جائے۔ اور یہ حقیقت آفتاب کی طرح روشن ہے کہ جب نام نہاد شیعان علیؓ، عراقی، سبائی اور کوفیوں کا چڑھایا ہوا گردوغبار چھٹا تو دونوں جانب جنگ کی سرگرمیاں ٹھنڈی پڑ گئیں یہاں تک کہ حضرت علیؓ نے فرمایا! لوگو امیر معاویہؓ کی حکومت کو برا نہ سمجھو خدا کی قسم جب وہ نہ رہیں گے تو دنیا میں سخت بدامنی پھیلے گی ایک گشتی فرمان کے ذریعہ حضرت علیؓ نے اعلان کر دیا کہ اہل شام کلاور ہمارا معاملہ ایک ہے اللہ، رسول اور قیامت پر ہم سب ایمان رکھتے ہیں اختلاف خون عثمانؓ کا ہے تو اللہ جانتا ہے کہ میں اس خون سے بری ہوں۔ اہل جمل کے متعلق آپ نے فرمایا! اخواننا بغوا علینا وہ ہمارے بھائی تھے ہاں انہوں نے ہم سے بغاوت کی نہ منافق تھے اور نہ مشرک حضرت محمد بن طلحہؓ کی لاش کو دیکھ کر فرمایا صالح نوجوان تھا۔ حضرت طلحہ کی لاش پر پہنچے تو بار بار ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور فرمایا یہ وہ ہاتھ ہے جس نے آنحضرتؐ پر آنے والے مصائب کو دفع کیا تھا۔ اسی طرح حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ کو ایک خط لکھا اس میں آپ کی بزرگی و شرافت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی قرابت کا میں ہرگز منکر نہیں ہوں حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد جناب امیر معاویہؓ نے ضرار اسدی سے کہا کہ حضرت علیؓ کے اوصاف بیان کرو۔ ضرار نے دیر تک ان کے اوصاف بیان کئے حضرت معاویہؓ نے بڑے غور سے سنا اور بڑے رنجیدہ لہجے میں روتے ہوئے فرمایا۔ اے اللہ! ابوالحسنؓ پر اپنی رحمتیں نازل فرما واقعی وہ ایسے ہی تھے۔"

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر دوسرا بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ انہوں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے صلح کا جو معاہدہ کیا تھا اس کی ایک اہم دفعہ یہ بھی تھی کہ امیر معاویہؓ کسی کو اپنا جانشین نامزد نہیں کریں گے اور اپنے بعد خلفیہ کا انتخاب مسلمانوں پر چھوڑ دیں گے۔ مسلمان جسے چاہیں گے امیر معاویہؓ کا جانشین بنا دیں گے۔" مگر امیر معاویہؓ نے معاہدہ کی اس اہم ترین دفعہ کو توڑ دیا اور اپنی زندگی

Marfat.com

میں اپنے فرزند یزید کو ولی عہد مقرر کر کے مسلمانوں سے ان کی بیعت لے لی تاریخ کا سرسری مطالعہ کرنے والے یقیناً امیر معاویہؓ کی اس معاہدہ شکنی اور وعدہ خلافی کو برا سمجھتے ہیں اور یہ خیال کر کے کہ معاہدہ شکنی کر کے انہوں نے اسلامی جمہوریت کی روح کو مجروح کیا ہے جس کی وجہ سے خلافت وراثت میں تبدیل ہوگئی اور بہت سے اچھے لوگوں کو مسند حکومت پر آنے کا موقعہ نہیں مل سکا، امیر معاویہؓ کی جانب سے طبیعت مکدر ہو جاتی ہے مگر واقعات سے جو نتائج مرتب کئے جا رہے ہیں اور شکوک وشبہات کو اچھالا جا رہا ہے حضرت امیر معاویہؓ کی نیت ایسی نہیں تھی، اتنی بات کو تو وہ بھی اچھی طرح سمجھتے تھے کہ معاہدہ کی ایک دفعہ جمہور کی رائے سے تعلق رکھتی ہے اور جسے نظر انداز کرنا مسلمانوں کی آراء کو نظر انداز کرنا ہے اس کے باوجود انہوں نے یزید کو اپنا جانشین بنانے کی کوشش کی اس کی سب سے بڑی اور پہلی وجہ صورتحال کی نزاکت تھی اور یہ خیال تھا کہ حصول خلافت کے لئے مسلمانوں میں اختلافات اٹھ کھڑے ہوں گے اور یہ بات عین ممکن ہے کہ سبائی گروہ کے بچے کھچے عناصر اور کوفہ کے نام نہاد شیعان علیؓ کی سرگرمیاں بڑھ جائیں اور وہ حضرت امام حسینؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نیز دیگر مسلمانوں کے درمیان حصول خلافت کے نام پر کشت وخون کا بازار گرم کرانے میں کامیاب ہو جائیں گے اور یزید کو نامزد کرنے میں امیر معاویہؓ کی موجودگی اور ان کے اثرات کی وجہ سے کسی کو منافقانہ جوڑ توڑ کی ہمت نہ ہو سکے گی اور امت مسلمہ اس طرح انتشار خون ریزی اور باہمی اختلافات سے بچ جائے گی۔

درحقیقت حضرت امیر معاویہؓ نے جس محنت اور عظیم جدوجہد سے اسلامی حکومت کو وسیع و مستحکم بنایا تھا اور اسلام سے باغی عناصر کو دبا کر مسلمانوں میں اتحاد و یگانگت کو ترقی دی تھی اس خیال سے انہوں نے حضرت علیؓ سے اختلاف مول لے کر ہزاروں مسلمانوں کو برا بھلا کہنے کا موقعہ دے دیا اور اسی خیال کے پیش نظر وہ حضرت امام حسنؓ سے صلح کرنے کو پسند کرتے تھے یہ سب اسلام کی محبت میں کیا گیا یہ اسلام کی محبت ہی تو تھی کہ وہ امام حسنؓ سے صلح کرنے کے بعد پوری اسلامی دنیا کے واحد حکمران اور خود مختار فرمانروا ہوتے ہوئے بھی اسلام کے دامن سے وابستہ رہنے ہی کو ایمان سمجھتے تھے اور اسلام کو ترقی دینے پھیلانے اور بے شمار انسانوں کے سینہ میں اسلام کی عظمت کو بٹھانے کے لئے دن رات کوشاں تھے۔ اس میں شک نہیں کہ یزید اپنے باپ کی طرح خدا ترس، نیک چلن اور حکومت کو چلانے کے معاملہ میں دور اندیش اور صاحب فہم نہیں تھے کچھ باتیں ایسی بھی تھیں جن کو حضرت امیر معاویہ بھی جانتے تھے مگر ان کا خیال تھا کہ حکومت کی ذمہ داریاں یزید کی ان کمزوریوں کو دور کر دیں گی مگر افسوس کہ امیر

Marfat.com

معاویہؓ کے یہ نیک خیالات کماحقہ پورے نہ ہو سکے اور یزید نے حکومت کے معاملات دوسروں کے حوالے کر کے حادثہ کربلا کی وجہ سے حکومت کے دامن کو داغ دار بنا دیا۔

بہر حال حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان جو واقعات رونما ہوئے یا یزید کو جانشین بنانے میں امیر معاویہؓ نے جو کچھ کیا اس میں غلط فہمیوں کے سوا کوئی دوسری چیز نہیں پائی جاتی ہے دونوں حضرات اپنی اپنی جگہ اسلام کے حامی دین کی برتری اور عظمت کے خواہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور شیدائی تھے۔ایک اگر معارف قرآن سے آشنا تھے تو دوسرے کاتب وحی ہونے کے اعتبار سے مزاج اسلام کے شناسا تھے ایک اگر رسول اللہ کے داماد تھے تو دوسرے ان کے برادر نسبتی! دونوں پیغمبر اسلام کی شرفِ صحبت سے مستفیض تھے یہی وجہ ہے کہ مفکرین اسلام نے ان حضرات پر نکتہ چینی اور حرف زنی سے روکا ہے اور ان کی باہمی آویزش اور معاملات کو غلط فہمیوں پر مبنی کرتے ہوئے خطائے اجتہادی قرار دیا ہے گویا سوچنے سمجھنے اور فیصلہ کرنے کی غلطیاں تھیں جو ظہور میں آئیں اور ایک بشر سے اس قسم کی غلطیوں کا ہر وقت امکان ہے۔

Marfat.com

یزید ابن حضرت امیر معاویہؓ

ابتدائی حالات

حضرت امیر معاویہؓ نے جب ۲۲ رجب ۶۰ھ میں وفات پائی تو یزید کی عمر اس وقت ۳۴ سال تھی ۳ دن اپنے والد کا سوگ منانے کے بعد ۲۴ رجب کی شام کو دمشق میں تخت حکومت پر قدم رکھا یزید کے سن ولادت کے متعلق مورخین میں تھوڑا سا اختلاف پایا جاتا ہے۔ علامہ ابن کثیر نے بیان کیا ہے کہ یزید بن امیر معاویہؓ کی ولادت ۲۲ھ میں ہوئی حضرت فاروق اعظمؓ کی خلافت کا زمانہ تھا اور وفات حضرت فاروق اعظمؓ میں دو سال باقی تھے دوسری روایت میں سن ولادت ۲۵ھ بیان کیا گیا ہے مگر ابن کثیر کی روایت کو دو چار کے علاوہ سب ہی تسلیم کرتے ہیں چنانچہ وہ یزید کی پیدائش کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یزید بن معاویہؓ اور عبدالملک بن مروان اسی ۲۲ھ میں پیدا ہوئے۔

یزید کی ماں کا نام میسون تھا اور وہ یمنی عربوں کی مشہور شاخ بنو کلب سے تھیں یہ قبیلہ حجاز و شام کی سرحد پر آباد تھا اس قبیلہ کا آبائی مذہب عیسائیت تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو چند صحابہ کے ساتھ اس قبیلہ میں تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا تھا، حضرت عبدالرحمٰنؓ کو کامیابی ہوئی اور قبیلہ کے سردار نے بہت سے لوگوں کے ساتھ اسلام قبول کر لیا یہاں یہ بات بھی یاد رکھنا چاہئے کہ سفارت نبویؐ کے ایک مشہور فرد حضرت وحیہ کلبیؓ اس قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے ان کو آنحضرتؐ نے قیصر روم کے نام اپنا دعوتی خط دے کر بھیجا تھا میسون کے متعلق مورخین نے جو خیالات ظاہر کئے ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ وہ بڑی دین دار، پارسا اور صاحب عقل تھیں اور شریعت کی پابندی کا ان کو بہت خیال رہتا تھا چنانچہ ابن کثیر نے اپنی مشہور تاریخ میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک دن حضرت امیر معاویہؓ جب میسون کے پاس باہر سے آئے تو ان کے ہمراہ ایک زنخا خادم بھی چلا آیا میسون نے اپنے چہرہ کو چھپاتے ہوئے پوچھا، یہ کون ہے؟ حضرت امیر معاویہؓ نے جواب میں کہا یہ زنخا ہے اس کے سامنے آنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ میسون نے کہا کہ زنخا ہونے کی وجہ سے حرام حلال نہیں ہوسکتا۔

Marfat.com

حضرت امیر معاویہؓ کی پہلی بیوی کا نام فاختہ بنت قرظہ بن عمرو بن نوفل بن عبد مناف تھا۔ فاختہ سے حضرت امیر معاویہؓ کے دولڑکے پیدا ہوئے مگر ایک عبدالرحمٰن بچپن میں فوت ہو گئے اور دوسرے عبداللہ فاتر العقل تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ اولاد کے خیال سے دوسری شادی کے خواہاں تھے۔ چنانچہ میسون بنت بحدل کلبی جو بنی کلب کے نامور سردار تھے ان سے حضرت امیر معاویہؓ نے اس وقت شادی کی جبکہ وہ شام وحجاز کی سرحدوں پر فتوحات اسلامی میں منہمک تھے۔ میسون کے متعلق بعض ایسی روایتیں بھی پائی جاتی ہیں جن میں ان کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ مذہباً عیسائی تھیں اور امیر معاویہؓ ان کے حسن پر اس درجہ فریفتہ تھے کہ میسون امیر معاویہؓ کو گالیاں بھی دے لیتی تھی مگر وہ برا نہیں مانتے تھے مگر یہ سب امیر معاویہؓ کے مخالفین کی بنائی ہوئی روایتیں ہیں اور جہاں تک ہم نے کتابوں اور روایتوں کی چھان بین کی ہے ایسی روایتیں ہزار ہا ملتی ہیں جن میں حضرت امیر معاویہؓ کو دل کھول کر برا بھلا کہا گیا ہے لیکن صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کی بیان کردہ روایات سے واضح ہوتا ہے کہ امیر معاویہؓ کے متعلق بہت سی باتیں لوگوں نے اپنی طرف سے کہہ ڈالیں اور ان باتوں کو بغض معاویہ میں اتنا اچھالا کہ بہت سی کتابیں تیار ہو گئیں مگر ان کی حقیقت جھوٹ کے پلندہ سے زیادہ کچھ نہیں ہے یزید کی رضاعت کا زمانہ بدوہی قبائل میں گزرا اور ننھیالی تعلق سے ایک بدوی دایہ نے دودھ پلایا اور یہ کوئی نئی بات نہیں تھی بلکہ قریش میں یہ عام دستور تھا کہ بچوں کو قبائل کی دایاؤں کے سپرد کر دیا جاتا تھا اور اس سے غرض یہ ہوتی تھی کہ وہ خالص عربی زبان سے آشنا ہوں اور شروع سے ایسی عربی زبان سیکھیں جو دوسری زبان کے الفاظ کی آمیزش سے پاک ہو۔

تعلیم وتربیت

حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے فرزند کی دیکھ بھال اور تعلیم وتربیت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی دینیات سے واقف کرانے اور قرآن کریم کی تعلیم دینے کے لئے اتالیق مقرر کئے فن قرأت سے ابتدائی زمانہ میں روشناس کرایا گیا تقریر کرنے میں یزید نے اپنے والد کی کوششوں سے خاصہ ملکہ پیدا کر لیا تھا قرآن کریم کا ایک بڑا حصہ حفظ کرایا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یزید کو جمعہ وعیدین کے خطبات دینے میں کوئی تکلف نہیں ہوتا تھا خطبات میں فصاحت وبلاغت ہوا کرتی تھی اور درمیان میں موزوں اشعار اور ادبی وعلمی نکات بھی آ جایا کرتے تھے۔ شعر وشاعری اور علم الانساب میں بھی یزید کو اچھا خاصا دخل تھا حضرت امیر معاویہؓ نے یزید کی تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں حضرت حجر بن خطلہؒ شیبانی کو مقرر

Marfat.com

کردیا تھا یہ بڑے صاحب علم بزرگ تھے اور صحابی ہونے کا شرف رکھتے تھے۔ مورخین کا بیان ہے کہ وہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے چچا تھے اور وغفل النسابہؒ کے نام سے زیادہ مشہور تھے اس کے ساتھ یہ تصریح بھی کی گئی ہے کہ وغفل النسابہؒ بصرہ میں رہتے تھے ایک مرتبہ امیر معاویہؓ سے ملنے دمشق آئے تو آپ نے ان کو روک لیا اور یزید کو اپنے علم سے مستفیض کرنے کی درخواست کی جسے حضرت وغفلؒ نے قبول کرلیا اور عرصہ تک یزید کو دمشق میں رہ کر دینیات کی تعلیم سے آراستہ کرتے رہے۔

۴۱ھ میں جبکہ حضرت امیر معاویہؓ نے دمشق کو خلافت اسلامیہ کا پایہ تخت قرار دیا تو یزید کی عمر بیس برس کی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں میں کئی نامور حضرات دمشق میں موجود تھے اور کچھ حضرات حضرت امیر معاویہؓ سے ملنے بھی آتے رہتے تھے یزید بن معاویہؓ کو سب ہی سے ملنے اور ان کی صحبتوں میں بیٹھنے کا موقعہ ملتا رہتا تھا حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ بن الحارث جو ہاشمی تھے اور آنحضرت کے چچازاد بھائی تھے دور فاروقی سے دمشق میں مقیم تھے، یزید کو ان سے زیادہ استفادہ کا موقعہ ملا ابن کثیر اور بن حزم وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ یہ بزرگ یزید سے بہت زیادہ مانوس تھے اور جب دمشق سے مدینہ چلے گئے تھے تو یزید کو اپنا وارث بنا دیا تھا اور یزید نے ان کی وصیت کو قبول کرلیا تھا اور یہ ایسا وقت تھا جبکہ حضرت امیر معاویہؓ کی وفات ہو چکی تھی اور یزید مسلمانوں کے خلیفہ اور اپنے والد کے جانشین تھے۔

صحابہ کرامؓ کی ملاقات اور دمشق میں اہل علم کی آمدورفت اور ان کی صحبتوں نے یزید کو نہ صرف علم مجلسی سے روشناس کیا بلکہ اچھا خطیب بھی بنا دیا تھا۔ گفتگو کا انداز دل نشین ہوا کرتا تھا اور الفاظ جچے تلے اور جملے موثر ہوا کرتے تھے۔ علامہ ابن کثیر نے یزید کے خطبات اور تقاریر کو اپنی تاریخ میں لکھتے ہوئے ان کی فصاحت و بلاغت کی تعریف بھی کی وہ چند جملے یہ تھے "رحم اللہ یا محمد اوسع لاالرحمتہ واضحہا واعظم اللہ اجرک واحسن عزاک وعوضک من مصابک ماھو خیر لک ثواباً وخیر عقبیٰ۔ " اسی جلد میں ابن کثیر نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن مسیّبؒ نے ایک مرتبہ اچھے خطیبوں کا تذکرہ کیا تو پہلے حضرت امیر معاویہؓ کا نام لیا پھر ان کے بیٹے یزید کا نام لیا اور ایک نام انہوں نے عبداللہ بن زبیرؓ کا بھی لیا۔

یزید کا پہلا خطبہ

علامہ ابن کثیر نے یزید کی وہ تقریر بھی قلمبند کی ہے جو حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد دمشق

Marfat.com

کی جامع مسجد میں یزید نے کی تھی اور اس اجتماع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی ضحاک بن قیس فہریؓ دمشق کے گورنر بھی بیٹھے ہوئے تھے اور وہ اتنے متاثر ہوئے کہ پچھلی صف سے اٹھ کر منبر کے قریب آ گئے تقریر کا ترجمہ یہ ہے۔

''سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے روک دیتا ہے، وہ جسے چاہے اسے ذلیل کرے اور جسے چاہے اسے رفعت و بلندی بخشے معاویہ بن ابوسفیان اللہ کی رسیوں میں سے ایک رسی تھے۔ جب تک اس نے چاہا اسے دراز کیا اور جب چاہا قطع کر دیا۔ وہ پہلے والوں سے کم تر تھے اور آئندہ والوں سے بہتر تھے میں یہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا تذکیہ نہیں کر رہا ہوں وہ اس دنیا سے رخصت ہو کر اپنے رب کے حضور میں پہنچ گئے وہ اگر ان کو معاف فرمائے تو یہ اس کی رحمت ہے اگر سزا دے تو یہ ان کے گناہوں کا بدلہ ہے اور بے شک مجھے ان کے بعد ولی عہد بنایا گیا ہے میں اپنے جہل کو چھپانا نہیں چاہتا اور نہ طلب علم سے غافل اور مایوس ہوں آپ لوگ یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کو مکروہ خیال کرتا ہے اسے بدل دیتا ہے اور جس چیز کو وہ پسند فرماتا ہے آسان کر دیتا ہے۔''

تخت حکومت پر قدم رکھنے کے بعد یزید کی یہ پہلی تقریر تھی جسے سن کر لوگ متاثر ہوئے اور جب مجلس سے اٹھ کر گئے تو یزید کی فصاحت کا ذکر کرتے ہوئے گئے۔ مورخین کے بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ قریش کے خطباء میں یزید کو تقریر و خطابت میں امتیاز حاصل تھا اور عام طور پر لوگ یزید کو ''الخطیب الاشدق'' کے لقب سے یاد کرنے لگے تھے یزید کے اس امتیاز کا تذکرہ نہج البلاغہ کے مشہور شارح ابن ابی الحدید نے بھی کیا ہے اور لکھا ہے کہ ''معاویہؓ کے بیٹے یزید خطیب اور شاعر تھے اور ان کا لب ولہجہ اعرابی دبدوی تھا۔'' یزید کے خطبات کو صاحب عبدالفرید نے بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے اور یزید کے کردار اور ان کی علمی قابلیت پر خاص روشنی ڈالی ہے۔

سپہ سالاری

حضرت امیر معاویہؓ نے یزید میں جہاں علمی وادبی صفات پیدا کرنے کی کوشش کی تو وہیں ان کو میدان جنگ کا ایک اچھا شہسوار بنانے پر بھی پوری توجہ دی اور ان کو بڑے بڑے معرکوں میں حصہ لینے کے قابل بنایا ایک اچھے سپہ سالار اور ہوشیار مرد میدان میں جو صفات ہونا چاہئیں امیر معاویہؓ کی کوشش سے وہ بڑی حد تک یزید میں پیدا ہو چکی تھیں۔ حضرت امیر معاویہؓ چاہتے تھے کہ یزید کو کسی معرکہ میں شریک کیا جائے تاکہ ان کا حوصلہ بلند ہو اور یہ دیکھنے کا موقع ملے کہ وہ کہاں تک میدان جہاد میں کام

Marfat.com

کر سکتے ہیں مگر آپس کے اختلافات کی وجہ سے اس کی نوبت نہیں آئی لیکن یزید کو ایک سپہ سالار کی حیثیت سے کسی مہم پر بھیجنے کا خیال برابر قائم رہا۔

ایرانی، مجوسی، سبائی، عراقی اور نام نہاد شیعان علی کا بہت بڑی حد تک خاتمہ ہو چکا تھا اور آپس کے تمام اختلافات بھی ختم ہو چکے تھے اگر اسلامی حکومت کے لئے کوئی خطرہ تھا تو وہ رومیوں کی طرف سے تھا، حضرت امیر معاویہؓ اس خطرہ کو بہت پہلے سے محسوس کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ رومیوں کے استحصال کے لئے مضبوط قدم اٹھایا جائے چنانچہ آپ نے بحری بیڑے کے تیار ہوتے ہی جہاد قسطنطنیہ کا اعلان کر دیا اور بہت بڑی بری و بحری فوج کو اپنے بیٹے یزید کی سپہ سالاری میں دے کر اس عظیم مہم کا آغاز کیا فوجیوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور بہت سے نامور صحابیوں کے علاوہ بڑی تعداد میں حجازی، قریشی، شامی اور نبو کلبی مجاہدین شامل تھے یہ پہلا اسلامی جیش تھا جس نے رومیوں کے برسوں قسطنطنیہ میں معرکہ آرائی کی۔ بخاری کتاب الجہاد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جہاد کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ میری امت کی پہلی فوج جو قیصر کے شہر میں جہاد کرے گی ان کے لئے مغفرت ہے۔ علامہ قسطلانیؒ نے اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ مدینہ قیصر سے مراد رومی نصرانیوں کا صدر مقام قسطنطنیہ ہے اور اسی حدیث پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ قسطنطنیہ پر پہلا جہاد امیر معاویہؓ کے بیٹے یزید نے کیا اور جو لوگ ان کے ساتھ شامل تھے ان میں امام حسینؓ عبداللہ بن عمرؓ عبداللہ بن عباسؓ عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت ابو ایوب انصاریؓ بھی تھے۔ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس حدیث سے حضرت امیر معاویہؓ اور ان کے بیٹے یزید کی منقبت ثابت کی ہے صحیح حدیث میں یہ روایت بھی بیان کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبادہ بن صامتؓ کے گھر میں قیلولہ فرمایا اور خواب سے بیدار ہو کر ان کی بیوی ام حرام سے ارشاد فرمایا کہ میری امت کی پہلی جو بحری جہاد کرے گی اس پر جنت واجب ہو گی۔ حضرت ام حرام نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ دعا فرمائیں کہ میں بھی اس فوج میں موجود ہوں آپؐ نے فرمایا اچھا تم بھی اس میں شامل ہو گی۔ چنانچہ حضرت امیر معاویہؓ نے جب قبرص پر جہاد کیا تو حضرت عبادہ بن صامتؓ کے ساتھ ان کی بیوی بھی اس میں شامل تھیں اس کے بعد جب قسطنطنیہ کے مجاہدوں کی بشارت آپ نے سنائی تو ام حرام نے پھر اپنے شریک ہونے کی درخواست کی مگر آنحضرتؐ نے فرمایا اس میں تم شریک نہیں ہو سکو گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن غازیوں کے لئے جنت و مغفرت کی بشارت سنائی تھی ان میں

Marfat.com

پہلا جیش وہ تھا جس نے حضرت امیر معاویہؓ کی قیادت میں قبرص پر حملہ کیا تھا اور دوسرا وہ لشکر تھا جو یزید کی سپہ سالاری میں قسطنطنیہ میں معرکہ آراء ہوا علامہ ذہبیؒ اور ابن کثیرؒ نے اس سلسلہ میں لکھا ہے کہ حضرت امام حسینؓ امیر معاویہؓ سے ملنے تشریف لائے تو لشکر کی تیاریاں دیکھ کر خود بھی شامل ہونے کا خیال ظاہر کیا اور شریک جہاد ہوئے۔

اس جہاد کے مجاہدین میں سب سے زیادہ بوڑھے مجاہد حضرت ابوایوب انصاریؓ تھے جن کی عمر اسی سال سے زیادہ ہو چکی تھی، آپ کی شرکت کی صرف غرض یہ تھی کہ وہ خود کو بشارت رسول ﷺ کا مستحق بنانا چاہتے تھے قسطنطنیہ میں جہاد کا سلسلہ عرصہ تک جاری رہا حضرت ابوایوب انصاریؓ اس جہاد کے دوران جب انتقال فرمانے لگے تو آپ نے سپہ سالار لشکر کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ میری لاش کو دشمن کے علاقہ میں جہاں تک ہو سکے ساتھ میں لے جانا اور اسی علاقہ میں دفن کرنا اور مسلمانوں سے میرا اسلام کہہ دینا اور یہ حدیث بھی سنا دینا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''جو شخص اس حالت میں مرے گا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کو شریک نہ کرتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں جگہ دیں گے۔'' یزید نے حضرت ابوایوب انصاریؓ کی وصیت پر عمل کیا اور جب وہ انتقال فرما گئے تو خود ہی جنازہ کی نماز پڑھائی اور ان کی تدفین سے فارغ ہو کر رومیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''اے اہل قسطنطنیہ! یہ ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت بڑے صحابی کا جنازہ ہے جن کو ہم نے یہاں سپرد خاک کیا ہے۔ واللہ اگر ان کی قبر کو کسی قسم کا نقصان پہنچا تو مملکت اسلامیہ کی ہر زمین سے کنیسہ کو اکھاڑ پھینکا جائے گا اور ارض عرب میں ناقوس کی آواز ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے گی۔''

یہ جملہ عالات امیر شیب ارسلان نے اپنی کتاب ''محاصرات العرب والقسطنطنیہ'' میں طبقات ابن سعد کے حوالہ سے لکھے ہیں اور جن کو مشہور شیعی مورخ نے ''ناسخ التواریخ'' میں بھی بیان کیا ہے۔

غرض قسطنطنیہ میں جہاد کا سلسلہ عرصہ تک جاری رہا، اگرچہ وہ کامیابی حاصل نہیں ہو سکی جو حضرت امیر معاویہؓ چاہتے تھے مگر رومیوں پر مسلمانوں کے عزم وثبات کی دھاک ضرور بیٹھ گئی جو آگے چل کر اس علاقہ کو فتح کرنے میں مسلمانوں کے لئے معاون ثابت ہوئی اسلامی فوج نے چونکہ قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا تھا اس لئے رومیوں نے اس جنگ میں پہلی مرتبہ آتش گیر مادہ اور تیل استعمال کیا جس کی لپیٹ میں آ کر بہت مسلمانوں کو جام شہادت پینا پڑا اس کے علاوہ مسلمانوں نے جب واپسی کا قصد کیا اور کشتیوں کے ذریعہ لوٹنے لگے تو رومیوں نے دریا میں تعاقب کر کے بھی نقصان پہنچایا مگر اس کے باوجود یہ بات ان کے ذہن نشین ہو چکی تھی کہ مسلمانوں سے اس سرزمین کو بچانا ہے بڑا مشکل!

Marfat.com

مورخین نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے بعض سیاسی مصالح کی بناء پر قیصر روم سے تیس برس کے لئے اس شرط پر صلح کر لی تھی کہ وہ ہر سال تین ہزار اشرافیاں پچاس غلام اور پچاس گھوڑے دیا کریں گے۔ اگر یہ روایت صحیح ہے تو ہمارے خیال میں یہ پہلا خراج تھا جو رومیوں کو دینا پڑا۔ اس واقعہ کے ۸ برسوں بعد ترکان عثمان نے حضرت ابوایوب انصاری کے مزار پر مقبرہ بنوادیا تھا اور قریب ہی ایک خوبصورت مسجد جو آج تک موجود ہے کہا گیا ہے کہ ترک بادشاہوں کی رسم تاج پوشی اسی مسجد میں انجام پایا کرتی تھی۔

امارت حج

حضرت امیر معاویہؓ نے اپنی زندگی میں یزید کو ممالک اسلامیہ کے مسلمانوں سے متعارف کرانے کے لئے تین مرتبہ امیر حج مقرر کیا چنانچہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یزید نے ۵۱ھ ۵۲ھ اور ۵۳ھ میں امیر حج کی حیثیت سے مسلمانوں کو حج کرایا، علامہ ذہبی اور طبری نے بھی اس روایت کو بیان کیا ہے امیر حج بنانے کی ایک بڑی غرض یہ بھی تھی کہ اس طرح یزید کو بہت سے قابل لوگوں سے ملنے کا موقع بھی ملے گا اور رہنمائی اور قیادت کا سلیقہ بھی پیدا ہوگا اور یہ بات ناممکن ہے کہ تین مرتبہ امیر حج کے فرائض انجام دینے کے بعد یزید میں علمی سیاسی اور اخلاقی خوبیاں نہ پیدا ہوئی ہوں؟ چنانچہ تقریر و خطابت کے چند نمونے پچھلی سطور میں بیان کئے جا چکے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ یزید کو بولنے پر نہ صرف قدرت حاصل تھی بلکہ ان کا خطاب مسحور کن بھی ہوتا تھا۔

علم و ادب

تاریخ میں یزید کی شاعری پر بھی بحث کی گئی ہے بلکہ ان کے پورے دیوان کو جمع کرنے کا ذکر بھی ملتا ہے اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اہل عرب اور خصوصاً قریش کے لئے خطیب و شاعر ہونا کوئی بڑی بات نہیں تھی اس میں شک نہیں کہ یزید میں شعر کہنے کی اچھی صلاحیت تھی مگر اس فن میں زیادہ شغف نہیں تھا یہی وجہ ہے کہ یزید کے اشعار بہت کم ملتے ہیں اور جب پہلی مرتبہ ان اشعار کو جمع کیا گیا تو صرف ۳ ورق کا دیوان تھا جسے بغداد کے ایک شخص ابوعبداللہ محمد بن عمر المرزبانی نے ترتیب دیا تھا۔ صاحب کشف الظنون نے بیان کیا ہے کہ یزید کے اشعار بہت کم تھے مگر شعریت سے بھرپور تھے علامہ بلاذری نے یزید کے کچھ شعر اپنی کتاب انساب الاشراف میں درج کئے ہیں ان میں نصیحت کا انداز ہے

Marfat.com

یزید کے دیوان کا ایک نسخہ پٹنہ صوبہ بہار کی خدابخش خان کی لائبریری میں موجود ہے جس میں اشعار کے علاوہ نصیحت آموز اقوال بھی موجود ہیں علامہ ابن کثیر کا بیان ہے کہ بعض روافض نے یزید کی طرف ایسے اشعار بھی منسوب کر دیئے ہیں جن سے آنحضرت ﷺ کی توہین اور وحی کا انکار مترشح ہوتا ہے اس کے ساتھ ہی یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ ابہام ہے اور اگر واقعی یہ شعر یزید کے ہیں تو اس پر اللہ کی لعنت ہو اور اگر بناوٹی ہیں تو بنانے والوں پر اللہ کی لعنت ہو۔

اخلاق وعادات کے سلسلہ میں یزید کے متعلق بہت کم باتیں تاریخ میں بیان کی گئی ہیں اس کے علاوہ بھی مورخین نے ہر معاملہ میں اختصار سے کام لیا ہے مگر پھر بھی تاریخ میں بہت سے اوصاف کا تذکرہ آ ہی گیا ہے اور یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص برائیوں کا ایسا مجموعہ ہو کہ بھلائی اس میں نام کو نہ ملے، البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ اچھائیوں کے مقابلہ میں برائیاں زیادہ ہوں بُرے سے بُرے آدمی میں بھی کچھ نہ کچھ اچھائیاں ضرور ہوتی ہیں۔

حضرت امیر معاویہؓ کے بہت سے اوصاف یزید میں پائے جاتے تھے وہ اگر اپنے باپ کا صحیح جانشین نہیں تھے تو یہ بھی نہیں تھا کہ اپنے باپ سے جملہ عادات اور اخلاق میں بالکل ہی مختلف ہو اسلام کے دامن میں اور جلیل القدر صحابی کی آغوش میں پرورش پائی تھی۔ اسلامی عقائد اور تعلیمات کے سلسلہ میں اگر یزید کی زندگی مثالی نہیں تھی تو سرے سے کوری بھی نہیں تھی، علم، اخلاق، محبت، ادب حلم، درگزر، احسان واحترام کے سلسلہ میں بہت سے واقعات ایسے ملتے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ یزید کے دل میں اسلام کی بے پناہ محبت تھی اور اپنے ذاتی خیالات اور اصولوں کو پھیلانے کا کوئی جذبہ نہیں تھا۔

ابن کثیر اور صاحب عقد الفرید نے یزید کے جن خطبات کو بیان کیا ہے ان سے ان کی زندگی کے ہر پہلو پر روشنی پڑتی ہے اور واضح ہوتا ہے کہ یزید کی ہر تقریر اللہ کی تعریف سے شروع ہوتی تھی اور اس کے بعد اللہ سے مدد مانگنے، برے اعمال سے بچنے، نفس کی شرارتوں سے پناہ مانگنے اور اللہ کے آخری نبی ﷺ پر درود بھیجنے کا ذکر ہوتا تھا قیامت کا خوف آخرت کی گرفت سے بچنے کا خیال قرآن کریم سے ہدایت ورہنمائی حاصل کرنے کا جذبہ وعقیدہ مرنے پر ایمان اور اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونے پر پورا یقین تھا۔

دوسرا رخ

یزید کی زندگی کا دوسرا رخ بھی مورخین نے بیان کیا ہے اور سچ پوچھو تو اس رخ پر بھی بہت کچھ لکھا

Marfat.com

ہے جس کے مطالعہ سے ایک مسلمان کو روحانی اذیت اور تکلیف ہوتی ہے اور حضرت امیر معاویہؓ کے اس بیٹے کی طرف سے نہ صرف دل کبیدہ خاطر ہو جاتے ہیں بلکہ زبانوں پر ملامت کے الفاظ آنے لگتے ہیں۔

مورخین کا بیان ہے کہ یزید سخت بدشکل واقع ہوا تھا اور یہی حال اس کے مزاج کی شدت اور طبیعت کی لاابالی کا تھا۔حکومت کے کاموں سے اسے دلچسپی نہیں تھی، بلکہ اس کا زیادہ وقت کتوں کی دیکھ بھال اور سیر وشکار کے ہنگامے،عورتوں کی صحبت اور شراب وکباب کے ساتھ گانے بجانے میں گزرتا تھا اس نے عیش وعشرت میں آنکھ کھولی تھی۔ ناز ونعم میں پرورش پائی تھی اور جوان ہوتے ہی عیاشی اور عشرت پسندی میں لگ گیا تھا وہ ہر وقت شراب کے نشہ میں چور رہتا کثرت شراب نوشی نے اسے بدمست بنا دیا تھا بلکہ اس کے حوصلے پست ہو گئے تھے۔ بدمزاجی اور بے وقوفی کے ساتھ اس کی عقل بھی ناکارہ ہو گئی تھی۔

شعر وشاعری اور ناچ ورنگ کی محفلیں اس کا سب سے محبوب مشغلہ تھا اس کے پست کردار اور بدچلنی کے حالات سے ہر شخص اچھی طرح واقف تھا۔ امیر معاویہؓ نے جب اسے ولی عہد بنایا تو اکثر لوگ اس کے اس فعل کو برا سمجھتے تھے ہر گھر میں اور ہر مجلس میں چہ میگوئیاں ہوا کرتی تھیں مگر کہیں بغاوت اور علانیہ بغاوت اس لئے نہیں ہوئی کہ لوگوں پر تلوار کا خوف غالب تھا اور حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد چونکہ ایک مضبوط حکومت یزید کے ہاتھ میں آئی تھی اور بعض حکام بھی سخت جابر اور ظالم تھے اس لئے بھی کسی کو جرأت نہ ہو سکی کہ وہ یزید کے خلاف آواز اٹھا سکے۔

مذہب سے بغاوت، اللہ ورسول کی نافرمانی کے ساتھ وہ اپنے باپ کا بھی نافرمان تھا اس نے کبھی اپنے باپ سے سیدھے منہ بات نہیں کی اور نہ کبھی ان کے مشورہ پر کان دھرے وہ اپنی مرضی اور مزاج کے آگے باپ کی ہر بات کو حقارت سے اڑا دیا کرتا تھا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مورخین نے حضرت امیر معاویہؓ کی آخری وصیت کا بھی ذکر کیا ہے اور یزید کو اپنے باپ کا نافرمان ثابت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب حضرت امیر معاویہؓ کا آخری وقت ہوا تو آپ نے یزید کو شکارگاہ سے قاصد بھیج کر بلایا اور جب وہ آ گیا تو آپ نے یزید کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

''اے میرے بیٹے! تم میری وصیت کو غور سے سنو اور میرے سوالوں کا جواب دو کیونکہ میری موت کا وقت قریب ہے ہاں تم مجھ کو بتاؤ کہ میرے بعد مسلمانوں کے ساتھ کیسا سلوک کرو گے میں تم کو سنت صدیقی پر عمل کرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ انہوں نے مرتدین سے جنگ کی اور اس حالت میں وفات پائی کہ امت ان سے خوش تھی۔ اے بیٹے! حضرت عمرؓ کی پیروی کو بھی فراموش مت کرنا کیونکہ

Marfat.com

انہوں نے شہروں کو آباد کیا فوج کو ترقی دی اور مال غنیمت کو فوج میں تقسیم کیا۔ اے بیٹے! حضرت عثمان غنیؓ کی سیرت کو بھی سامنے رکھنا، انہوں نے اپنی سخاوت سے لوگوں کو بہت فائدہ پہنچایا۔''

یزید نے حضرت امیر معاویہؓ کی ان تمام باتوں کے جواب میں بس ایک ہی بات کہی اور وہ یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کروں گا اور وہی میرے لئے کافی ہے حضرت امیر معاویہ نے یہ جواب سن کر فرمایا۔

''تمہاری ان باتوں سے مجھے یقین ہو گیا کہ تم میری باتوں پر عمل نہیں کرو گے بلکہ میں نے جو کچھ وصیت کی ہے اس کے خلاف ہی کرو گے۔''

اس واقعہ سے مورخین اور تذکرہ نگاروں نے یزید کے مزاج کی سرکشی اور باپ کی نافرمانی کرنے کا خیال ثابت کیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ ہرگز اس قابل نہیں تھا کہ امیر معاویہؓ اسے اپنا جانشین بناتے مگر امیر معاویہؓ بہر حال مغیرہ بن شعبہؓ کے کہنے میں آ گئے اور انہوں نے اس بات کا مطلق خیال نہیں کیا کہ یزید کی ولی عہدی کو عوام وخواص کوئی پسند نہیں کرتا ہے اور یہ بھی سنا گیا ہے کہ اس دور کے مسلمانوں کے جذبات اور یزید کے نااہل اور بدچلن ہونے کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے حکام کے نام ایک گشتی حکم نامہ جاری کیا تھا کہ وہ اپنے حلقوں میں لوگوں سے یزید کے اوصاف بیان کریں اور عوام وخواص کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ مجھے امیر معاویہؓ سے یزید کے ولی عہد بنانے کا مطالبہ کریں چنانچہ حکام نے اس حکم پر عمل کیا عوام کے دلوں میں یزید کی وقعت پیدا کی اور خواص کے وفد کو حضرت امیر معاویہؓ کے پاس بھیجا۔ امیر معاویہؓ نے آنے والے وفود کو الگ الگ بھی سمجھایا اور مجلس عام میں بھی یزید کے اوصاف بیان کئے اور اس کی قابلیت، لیاقت اور شجاعت کا بھی تذکرہ کیا مگر مدینہ کے وفد کے ایک رکن محمد بن عمرو بن حزم نے بھی بھری مجلس میں کھڑے ہو کر کہا۔

''امیر المومنین! آپ یزید کو خلیفہ تو بناتے ہیں مگر اس بات کو بھی ذہن نشین کر لیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی جناب میں آپ کو اپنے اس فعل کا جواب دہ ہونا پڑے گا۔''

محمد بن عمرو بن حزم کے ان الفاظ سے یہ اندازہ کرنا کوئی مشکل بات نہیں کہ یزید کی خلافت سے مسلمان خوش نہیں تھے اور چاہتے تھے کہ جس طرح بھی ہو یزید کی سلطنت کے جوئے کو گردن سے اتار پھینکا جائے مدینہ میں مروان نے امیر معاویہؓ کے حکم کے مطابق جب اس مسئلہ کو سنجیدہ اور معزز حضرات کے سامنے رکھا تو ہر طرف سے سخت مخالفت شروع ہو گئی اور عبداللہ بن زبیرؓ نے صاف طور پر کہہ دیا کہ ہم رسول اکرمؐ اور خلفائے راشدین کے سوا کسی طریقہ انتخاب کو پسند نہیں کرتے ہیں حضرت عبدالرحمٰن

Marfat.com

بن ابوبکرؓ نے فرمایا۔ یہ طریقہ خلافت سنت ہی نہیں بلکہ قیصر و کسریٰ کا طریقہ ہے جسے ہم ہرگز نہیں قبول کر سکتے ہیں۔ حضرت امام حسینؓ نے بھی یہی فرمایا کہ اگر یزید کی ولی عہدی کو تسلیم کر لیا گیا تو خلافت اسلامیہ قیصر و کسریٰ کے مشابہ ہو جائے گی اور باپ کے بعد بیٹے کے تخت نشین ہونے کا سلسلہ قائم ہو جائے گا۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ یزید کی بدکرداری اور بدچلنی سے اچھی طرح واقف تھے اور جانتے تھے کہ جلدی لوگ آمادہ نہیں ہوں گے چنانچہ انہوں نے مدینہ میں ان حضرات کے نام یہ پیغام بھی بھیجا کہ آپ حضرات یزید کو صرف خلیفہ تسلیم کر لیں باقی مملکت کے جملہ کام وانتظام آپ حضرات ہی کے ہاتھوں انجام پایا کریں گے مگر اس کے باوجود مدینہ کے اصحاب الرائے تیار نہ ہوئے اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ!

''یزید نے حکومت کی باگ ڈور ہاتھ میں لینے کے بعد بھی اپنے آپ کو خلافت کا اہل ثابت نہیں کیا اور خلافت کے حاصل کرتے ہی اپنے ظلم وستم کی رسی ڈھیلی کر دی، اس کی جانشینی غیر شرعی تھی اور اس کی حکومت بھی شریعت اسلامیہ کے خلاف تھی وہ اپنے اعمال و کردار کے لحاظ سے اتنا گرا ہوا اور ذلیل انسان تھا کہ لہولعب، سیر وشکار اور غیر اسلامی حرکات سے ایک ساعت کے لئے باز نہیں رہتا تھا خواجہ سرا اس کی خدمت میں حاضر رہتے۔ رقص وسرور کی محفلوں میں اس کی شرکت علانیہ جاری رہتی تھی غرض اس کی ذات بہت سے عیوب کا مجموعہ تھی اور وہ کسی طرح اس قابل نہیں تھا کہ اسے تھوڑی دیر کے لئے بھی مسلمانوں کا حکمران بنایا جاتا وہ امیر معاویہؓ کا انتہائی بدکردار اور نالائق جانشین تھا مذہب سے وہ بیزار تھا۔ روحانیت کا نام بھی نہیں جانتا تھا سیاسی اعتبار سے اس میں کوئی قابلیت نہیں تھی۔ یزید نے اپنی عملی زندگی کے جو نمونے پیش کئے ان میں فسق وفجور کا غلبہ تھا اور شریعت کی خلاف ورزی پائی جاتی تھی اس کی بداعمالیاں دیکھ کر لوگوں کے دلوں سے خدا کا خوف اور شریعت کا احترام اٹھ گیا تھا اور عام طور پر لوگ قصر شاہی کی خرافات کے نمونے دیکھ کر گناہوں کے ارتکاب میں دلیر ہو گئے تھے، مسلمانوں میں گانے، بجانے اور ناچ رنگ کی محفلیں سجانے کا شوق یزید کو دیکھ کر پیدا اور عام طور پر عوام برائیوں میں مبتلا نظر آنے لگے۔''

مگر حقائق پر نظر رکھنے والوں نے اس دوسرے رخ کو نہ صرف قبول کرنے سے انکار کر دیا بلکہ مورخین کے تعصب، جانبداری، عباسیوں کی حمایت اور انصاف کشی کو دلائل سے ثابت بھی کیا ہے۔

Marfat.com

حادثہ کربلا

یزید بن معاویہؓ نے پونے چار سال حکومت کی اس عرصہ میں ملک کی ترقی اور جدید فتوحات کا دروازہ بہت حد تک بند رہا۔ زیادہ وقت انتشار، بے چینی اور شدید اختلافات میں گزرا اور مسلمان باہم دست وگریبان رہے کئی ایسے ناگفتہ بہ واقعات ہوئے جو مسلمانوں کی تاریخ میں انتہائی افسوسناک اور سیاہ باب کی حیثیت رکھتے ہیں اور جن کی وجہ سے آج تک مسلمانوں میں اختلاف اور بدمزگی پائی جاتی ہے عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت وبیعت بھی واقع ہوئی۔ مدینہ کا محاصرہ بھی کیا گیا اور بیت اللہ پر خشت باری بھی ہوئی اور حدود حرم میں خونریزی کی نوبت بھی آئی مگر سب سے زیادہ المناک واقعہ کربلا کا حادثہ ہے اور یہی وہ حادثہ ہے جس کی موجودگی نے یزید کی خوبیوں کو مشتبہ بنادیا اور زبان وقلم کے ذریعہ یزید کو آج تک اتنا برا بھلا کہا گیا ہے کہ شاید ہی کسی کے خلاف اس کثرت سے زبانیں چلی ہوں اور قلموں نے کام کیا ہو؟ یزید کی حکومت میں اگر نواسہ رسول کا یہ دردناک حادثہ نہ ہوا ہوتا تو شاید یزید کے عیوب تلاش کرنے میں لوگوں کو کچھ دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا۔ امام حسینؓ کی محبت اور ان کی دردناک شہادت سے متاثر ہوکر یزید کو اتنا بُرا سمجھا جانے لگا کہ بے شمار غلط روایات اور بناوٹی واقعات بھی ایمان کا جزو بن گئے اور یہ حقیقت ہے کہ محبت کی موجودگی میں واقعات کو سمجھنے اور حقیقت حال تک پہنچنے کی کوششیں بڑی حد تک معدوم ہوجاتی ہیں اور عظمت وشہرت کے ساتھ حقیقت کا توازن قائم رکھنا مشکل مسئلہ بن جاتا ہے جیسا کہ علامہ ابن خلدون کا کہنا ہے کہ جو واقعات زیادہ مشہور ومقبول ہوتے ہیں افسانوی رنگ بھی ان پر زیادہ گہرا چڑھتا ہے شاید اسی نظریہ کو سامنے رکھتے ہوئے مغربی شاعر گوئٹے نے کہا ہے کہ انسانی عظمت کی انتہا یہ ہے کہ وہ افسانہ بن جاتی ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد اس حقیقت پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”بایں ہمہ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ تاریخ کا اتنا مشہور عظیم تاثیر رکھنے والا واقعہ بھی تاریخ سے کہیں زیادہ افسانہ کی صورت اختیار کرچکا ہے اگر آج جویائے حقیقت چاہے کہ صرف تاریخ اور تاریخ کی محتاط شہادتوں کے انداز اس حادثہ کا مطالعہ کرے تو اکثر صورتوں میں اسے مایوسی سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اس وقت جس قدر بھی

Marfat.com

مقبول اور متداول ذخیرہ اس موضوع پر موجود ہے وہ زیادہ تر روضہ خوانی سے تعلق رکھتا ہے جس کا مقصد زیادہ سے زیادہ گریہ وبکا کی حالت پیدا کر دینی ہے۔ تاریخی حیثیت سے یہاں واقعات میں بعض چیزیں جو تاریخ کی شکل میں مرتب ہوئی ہیں وہ بھی دراصل تاریخ نہیں ہے۔ روضہ خوانی اور مجلس طرازی کے موادی نے ایک دوسری صورت اختیار کرلی ہے۔

اگر آج جستجو کی جائے کہ دنیا کی کسی زبان میں کوئی ایک کتاب بھی ایسی موجود ہے جو حادثہ کربلا کی تاریخ ہو تو یہ واقعہ ہے کہ ایک بھی نہیں۔"

کربلا کا حادثہ اور امام حسینؓ کی شہادت کا المناک واقعہ یزید بن معاویہ کی تخت نشینی کے ساڑھے پانچ ماہ بعد واقع ہوا۔ عام طور پر مورخین یہی بیان کرتے ہیں کہ یزید نے تخت نشین ہونے کے بعد سب سے پہلا حکم یہ صادر کیا کہ مدینہ کے گورنر ولید بن عتبہ کو لکھا کہ وہ امام حسینؓ عبداللہ بن زبیرؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ اور عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ سے میری خلافت کی بیعت حاصل کرے اور اس کام میں مطلق دیر نہ کی جائے اور دوسرا احکام کوفہ کے گورنر نعمان بن بشیر کو بھیجا گیا کہ لوگوں سے یزید کی اطاعت وبیعت کا اقرار کرانے میں دیر نہ کی جائے۔

یزید کے حکم اور امام حسینؓ کی شہادت اور اس کے بعد کے متعلقہ واقعات کو زیادہ تر لوگوں نے جذباتی انداز اور عقیدت کے رنگ میں بیان کیا ہے یہی وجہ ہے کہ حقیقی واقعات بہت حد تک دب گئے ہیں ایک مورخ کی حیثیت سے یہ کوئی اچھی بات نہیں معلوم ہوتی کہ عام طور پر لکھنے والے جس انداز میں عقیدت کے تحت واقعات کی تفصیلات لکھتے چلے آئے ہیں ان کی پیروی کی جائے اس طرز عمل اور کوشش کا نتیجہ ظاہر ہے کہ واقعات گھٹیں گے نہیں تفصیلات بڑھتی جائیں گی روایات میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ انسانی ذہن صحیح واقعات سے محروم رہ کر فرضی اور سنی سنائی باتوں میں ڈھلتے رہیں گے اور ایک پڑھنے والا سوائے اس کے کہ ذہنی کشمکش میں مبتلا ہو کر تاریخ کی روشنی میں اسلاف کی زندگی اور واقعات سے اپنی زندگی کے لئے کوئی مفید سبق حاصل نہیں کر سکے گا یہ ہے وہ خیال جس کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت امام حسینؓ کی زندگی، حادثہ کربلا اور متعلقہ واقعات کو بیان کرنے کی کوشش کی جارہی ہے تاکہ تاریخ سے انس رکھنے والے کسی اچھے نتیجے پر پہنچ سکیں اور ذہنی پریشانیوں سے محفوظ رہ کر حادثہ کربلا سے مفید سبق حاصل کرسکیں۔

حضرت امام حسینؓ کی ولادت

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے نواسے تھے۔ حضرت سیدہ

Marfat.com

فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کے چھوٹے صاحبزادے اور امام حسن رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی تھے۔آپ ۳ شعبان ۴ھ میں دوشنبہ کے دن عیسوی حساب سے ۸ جنوری ۶۲۶ء کو مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسینؓ نام رکھا اور ساتویں دن عقیقہ کیا۔

احادیث کی روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت امام حسینؓ کی ولادت سے قبل صحابی رسولؐ حضرت حارثؓ کی بیٹی نے ایک خواب دیکھا اور آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا، رسول اللہؐ! میں نے بڑا ہولناک خواب دیکھا ہے، حضور اکرمؐ نے فرمایا بیان کرو۔ بنت حارثؓ نے کہا میں نے دیکھا ہے کہ حضور والا کے جسم سے گوشت کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھا گیا ہے۔آپ نے جواب میں فرمایا یہ پریشان ہونے والا خواب نہیں ہے تم کو خوش ہونا چاہئے کہ میری بیٹی فاطمہؓ کے یہاں لڑکا پیدا ہوگا اور تم اسے اپنی گود میں کھلایا کروگی چنانچہ امام حسینؓ پیدا ہوئے اور بنت حارث کھلائی مقرر ہوئیں۔

۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ میں حضور اکرمؐ نے وفات پائی تو امام حسینؓ کی عمر ۸ برس تھی۔ چند ہی ماہ بعد حضرت فاطمہؓ بھی اس عالم سے سفر آخرت کر گئیں اور امام حسینؓ، حضرت علیؓ کی پرورش اور تربیت میں آ گئے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کے وقت آپ کے عمر دس برس کی تھی اور جب حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے وفات پائی تو آپ ۲۱ برس کے جوان تھے۔حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے دن آپ کی عمر اکتیس سال سے زائد ہوچکی تھی۔اس عرصہ میں خلفائے ثلاثہ کی صحبت اور ان کے علم سے آپ نے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔

تربیت کی ذمہ داریاں اگرچہ حضرت علیؓ پوری کرتے رہے مگر خلفائے ثلاثہؓ اور دوسرے حضرات صحابہؓ نے نواسہ رسولؐ کی حیثیت سے آپ کے مرتبہ ومقام کو ملحوظ رکھا۔خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ اس درجہ محبت واحترام سے پیش آتے تھے کہ اگر حضرت حسینؓ کہیں راستہ میں مل جاتے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ گود میں اٹھالیتے۔بوسہ دیتے اور ان کی فرمائشات کو پورا کرنے میں اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے قیصر وکسریٰ کی فتوحات کے بعد جب مسلمانوں کے وظائف مقرر کئے تو اگر دوسروں کا سالانہ وظیفہ ۲ ہزار مقرر کیا تو امام حسینؓ کے پانچ ہزار مقرر کئے جو بڑی پابندی اور احترام سے ان کی خدمت میں پیش کئے جاتے تھے۔

حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے زمانہ میں اس وظیفہ کو بحال رکھا اور مزید تحائف وغیرہ بھی ان کی

Marfat.com

خدمت میں پیش کرتے رہے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ حضرت علیؓ کے دور میں امام حسینؓ کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا رہا۔ البتہ حضرت علیؓ کے بعد جب حضرت امام حسنؓ نے امیر معاویہؓ سے صلح کر لی اور ان کو خلیفۃ المسلمین تسلیم کرتے ہوئے مجمع عام میں ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی، اس وقت صلح نامہ کی شرائط میں یہ بھی لکھا گیا کہ صوبہ اہواز کا خراج امام حسنؓ کے لئے مخصوص ہوگا اور کوفہ کے خزانہ میں جو پچاس لاکھ درہم ہیں وہ بھی ان ہی کی ملکیت سمجھے جائیں گے اور حضرت امام حسینؓ کو حکومت کی طرف سے بیس لاکھ سالانہ ملتے رہیں گے، حضرت امیر معاویہؓ نے ان تمام شرائط کو نہ صرف تسلیم کیا بلکہ جب تک زندہ رہے مدینہ میں حضرت امام حسینؓ کی خدمت میں اس رقم کو بھجواتے رہے۔

حضرت امیر معاویہؓ کے سلوک کا اندازہ ناسخ التواریخ کے اس بیان سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ علاوہ مقررہ وظیفہ کے دس لاکھ درہم سالانہ اور دوسرے بہت سے تحائف وہدایا حضرت امیر معاویہؓ جناب امام حسینؓ کی خدمت میں پیش کرتے رہتے تھے۔ اسی تاریخ میں یہ واقعہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ یمن کا خراج اونٹوں پر لدا ہوا دمشق جانے کے لئے مدینہ سے گزرا۔ حضرت امام حسینؓ نے قافلہ کو روک لیا اور افسر خزانہ کو حکم دیا کہ یہ تمام سامان اور درہم و دینار ہمارے گھر پر اتار دیئے جائیں محافظ نے اسی میں بہتری سمجھی اور تمام سامان حضرت امام حسینؓ کی خدمت میں بلا چوں وچرا پیش کر دیا۔ حضرت امام حسینؓ نے تمام سامان لینے کے بعد محافظ مال کو ایک خط لکھ کر دیدیا جس میں لکھا تھا کہ جملہ سامان مال وخزانہ میں نے اپنی ضرورت کے لئے لے لیا ہے اور یہ خط بطور رسید کے تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔

حضرت امیر معاویہؓ نے اس خط کو پڑھ کر افسر خزانہ سے کوئی جواب طلب نہیں کیا بلکہ ان کو یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ خزانہ جن ہاتھوں میں پہنچا ہے وہ اس سے زیادہ مستحق تھے اور اگر انہوں نے لیا ہے تو اپنا حق سمجھ کر لیا ہے۔

حضرت امام حسینؓ نے بیس سال حضرت امیر معاویہؓ کی حکومت میں گزارے اس تمام عرصہ میں وہ حکومت اسلامیہ کو اپنے طرز عمل سے تقویت پہنچاتے رہے بلکہ یہ سمجھئے کہ جس طرح حضرت علیؓ نے خلفائے ثلاثہ کے ساتھ ۲۵ برس انتہائی خلوص محبت، رواداری اور اطاعت کے ساتھ گزارے اور کسی ایک موقعہ پر بھی وہ ناخوش نہیں رہے، اسی طرح حضرت امام حسینؓ نے ان کے نقش قدم پر چلنے ہی کو باعث سعادت سمجھا۔

غرض حضرت امیر معاویہؓ جب تک زندہ رہے امام حسین کی طرف سے ان کو کبھی شکایت کا موقع نہیں ملا اور اس طرح انہوں نے بھی امام حسینؓ کے مراتب اور ان کے حقوق وضروریات کو فراموش نہیں

Marfat.com

ہونے دیا اور اگر کسی نے اختلافات پیدا کرنے اور غلط فہمیوں میں الجھانے کی کوشش کی تو اس میں وہ کامیاب نہیں ہوسکا۔ ایک دومرتبہ ایسا بھی ہوا کہ امام حسینؓ لوگوں کے کہنے میں آ گئے اور انہوں نے امیر معاویہؓ کے لئے سخت سست کلمات کہہ ڈالے اور امیر معاویہؓ کو علم ہوا تب بھی انہوں نے کوئی قدم نہیں اٹھایا بلکہ مدینہ کے گورنر مروان کو لکھا کہ وہ حضرت امام حسینؓ کے وظائف اور ہدایا کو ان کے خدمت میں پہنچانے میں غفلت نہ کرے اور امام حسینؓ کے متعلق کسی غلط فہمی میں مبتلا ہوکر کسی قسم کی کارروائی نہ کرے اور جب اس دنیا سے جانے کا وقت آیا تو ان کو سب سے زیادہ فکر حضرت امام حسینؓ کی تھی۔ چنانچہ آخر وقت کی وصیت میں آپ نے یزید سے فرمایا، اے بیٹے! میں امام حسینؓ کے بارے میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سناتا ہوں جو مجھ سے حضرت عباسؓ نے بیان کی تھی کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا اے میرے پروردگار! اس شخص سے اپنی برکتوں کو چھین لے، جو میرے حسینؓ کی حرمت وعزت میں کمی کرے۔

شیخ محمد اسماعیل پانی پتی اس حدیث کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت حسینؓ کے متعلق ایسی زوردار نصیحتیں اپنے بیٹے کو کرنے والا کس طرح منافق، بے ایمان، مردود اور مغضوب ہوسکتا ہے۔ یہ وصیتیں امیر معاویہؓ نے دکھاوے کے لئے برسر منبر اور عوام کے سامنے نہیں کی تھیں جہاں بناوٹ، نفاق اور ظاہرداری کا شبہ ہوسکتا ہے بلکہ بستر مرگ پر لیٹے ہوئے اپنے بیٹے کو کی تھیں اور ایسے سخت وقت میں کی تھیں جبکہ امیر معاویہؓ اپنے تمام جاہ وحشم کو چھوڑ کر اور اپنی عظیم الشان سلطنت کو خیرباد کہہ کر خدا کے حضور میں حاضر ہور ہے تھے، پھر یہ بیان امیر معاویہؓ کے ہمدردوں ان کے دوستوں اور طرف داروں کا نہیں بلکہ ان کے شدید ترین دشمنوں اور انہیں کافر وجہنمی کہنے والوں کا ہے اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ سچا نہ ہو اس کے ساتھ یہ بات بھی سمجھ سے بالا ہے کہ باپ کی آنکھ بند ہوتے ہی بیٹا کس طرح حضرت حسینؓ کے متعلق ہر نصیحت و وصیت کو بھول گیا؟ اور اس نے ذرہ برابر بھی باپ کی تاکیدوں کا خیال نہ کیا، حالانکہ عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے متعلق جو نصیحتیں امیر معاویہؓ نے کی تھیں وہ یزید نے حرف بحرف یادرکھیں اور ان پر عمل کیا۔"

حادثہ کربلا پر اب تک بے شمار لوگوں نے اپنے خیالات قلم بند کئے ہیں اور ان میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے واقعات کو نقل کرنے پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ مشہور ومستند شیعہ مورخین کی بیان کردہ روایات کی روشنی میں ہر واقعہ کو سمجھنے، جانچنے اور صحیح صورتحال تک پہنچنے کی کوشش بھی کی ہے اور اس سے ان کی غرض کسی تنقیص اور کسی کی تعریف نہیں کی ہے بلکہ تحقیقات کی بڑی غرض ان غلط روایات کا

Marfat.com

سد باب اور غلط فہمیوں کا ازالہ ہے جن کی موجودگی نے مسلمانوں میں افتراق کا بیج بو رکھا ہے اور ایک گروہ کے دل میں یہ بات بٹھا رکھی ہے کہ کسی مسلمان کو منافق، بے ایمان اور غاصب سمجھنا بھی ایمان کا ایک حصہ ہوسکتا ہے۔ اس تذکرہ کو حوالہ قلم کرتے وقت ہماری نظر سے جو کتابیں گزری ہیں ان میں شیخ محمد اسماعیل پانی پتی کا تذکرہ امام حسینؓ تحقیقات کے لحاظ سے زیادہ سنجیدہ اور متین انداز کا حامل ہے موصوف نے تعصب سے دور رہ کر مستند کتابوں کی روایات کو سامنے رکھتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے اسے انصاف پسند اہل علم کسی طرح رد نہیں کر سکتے ہیں اس لئے یہی زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شیخ صاحب کی تحقیقات اور مساعی کو سامنے رکھا جائے اور زبان وقلم کی معمولی سی تبدیلی کے ساتھ واقعات کو تحریر میں لایا جائے تا کہ پڑھنے والے صحیح حالات سے واقف ہوسکیں۔

حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد حکومت کی باگ ڈور ہاتھ میں لیتے ہی یزید بن معاویہؓ نے پہلا کام یہ کیا کہ اہل بیت اور ہاشمیوں کے شدید مخالف مروان بن حکم کو مدینہ کی گورنر سے معزول کر دیا اور بنی ہاشم کے انتہائی ہمدرد اور خیر خواہ ولید بن عقبہ کو مدینہ کا گورنر مقرر کرتے ہوئے مروان کو حکم دیا کہ وہ ولید کے ماتحت رہ کر کام کرے حالانکہ ضرورت اس بات کی تھی کہ مروان کو بدستور مدینہ کا گورنر رکھا جاتا تا کہ وہ سختی اور شدت کے ساتھ اہل بیت سے یزید کی بیعت لے سکے مگر یزید نے ایسا نہیں کیا اور مروان کو ہٹا کر ولید کو گورنر بنا دیا۔

غرض ولید نے گورنر ہونے کے بعد پہلے عبداللہ ابن زبیرؓ کو بیعت کے لئے بلایا مگر وہ راتوں رات مکہ چلے گئے ولید نے ایک فوجی دستہ تعاقب میں روانہ کیا مگر ابن زبیرؓ دور نکل چکے تھے دوسرے دن حضرت امام حسینؓ ولید کی دعوت پر تشریف لائے اور کچھ نوجوان بھی اپنے ساتھ لائے ان کو دروازہ پر کھڑا کرتے ہوئے فرمایا میں اندر جا رہا ہوں تم یہاں کھڑے رہو اگر ولید سے بات چیت کرتے ہوئے میری آواز بلند ہو تو تم بلا تامل اندر چلے آنا مگر اس کی نوبت نہیں آئی، ولید امام حسینؓ کے ساتھ بڑے احترام سے پیش آیا تعظیم وتکریم کے ساتھ بٹھایا اور حضرت امیر معاویہؓ کے انتقال کی خبر سنائی اور یزید کو مسلمانوں کا خلیفہ اور حضرت امیر معاویہؓ کا جانشین تسلیم کرنے کی درخواست کی حضرت امام حسینؓ نے فرمایا غالباً تم اس بات کو پسند نہیں کرو گے کہ میں تنہائی میں صرف تمہارے سامنے یزید کی بیعت کروں یہ کام تو مجمع عام میں زیادہ مناسب ہوگا۔ اس لئے معاملہ کو کل پر اٹھا رکھو، صبح مسجد نبوی میں لوگوں کو بلا لیا جائے گا اور باہمی مشورے سے مسلمان جس بات پر متفق ہوں گے مجھے بھی اس کے قبول کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوگا۔ ولید نے امام کی رائے کو پسند کیا اور بڑے اعزاز و اکرام سے رخصت کیا۔

Marfat.com

حضرت امام حسینؓ ولید سے رخصت ہوئے مگر سخت پریشان اور مغموم تھے ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس گتھی کو کس طرح سلجھایا جائے یزید کی بیعت کو دل قبول نہیں کرتا تھا اور بیعت کئے بغیر مدینہ میں قیام مشکل تھا چنانچہ دوسرے دن آپ نے ولید کو کہلا بھیجا کہ ایک دن اور ٹھہر جاؤ۔ ولید نے امام حسینؓ کی بات مان لی اور معاملہ ایک دن کے لئے اور ملتوی ہو گیا۔ مروان جو ولید کے پاس بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا دیکھئے میں نے آپ سے کہا تھا کہ جب امام حسینؓ آئیں تو اسی وقت بیعت لے لینا اور انکار کریں تو اسی وقت قتل کر دینا کیونکہ اگر وہ نکل گئے تو پھر ہاتھ نہیں آئیں گے مگر افسوس تم نے موقعہ ہاتھ سے کھودیا۔ ولید نے جواب میں کہا۔ تم چاہتے ہو کہ میں اہل بیت کے خون میں اپنے ہاتھوں کو ملوث کروں، ایسا کبھی نہیں کر سکتا۔

حضرت امام حسینؓ دو دن صورتحال پر غور کرتے رہے رات کو محمد بن حنفیہ کو بلایا دیر تک مشورہ کرتے رہے اور پھر آدھی رات کے وقت اہل وعیال کو ساتھ لے کر مکہ روانہ ہو گئے صبح کو ولید نے سنا تو کہا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ امام حسینؓ یہاں سے بعافیت تشریف لے گئے۔ (جلاء العیون صفحہ ۴۲۵)

شیعوں کے خطوط اور کوفہ کا سفر

حضرت امام حسینؓ نے راتوں رات خاصا سفر طے کر لیا اور فجر کی نماز کے بعد جب آگے بڑھے تو راستہ میں عبداللہ بن مطیعؓ مکہ سے آتے ہوئے ملے اور عرض کیا کہ حضرت کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ حضرت امام نے فرمایا مکہ جا رہا ہوں کیونکہ مدینہ میں رہنا مشکل ہو گیا ہے۔ عبداللہ بن مطیعؓ نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ضرور جایئے مگر دیکھئے مکہ چھوڑ کر کوفہ کا قصد نہ کیجئے گا، وہ بڑا منحوس شہر ہے آپ کے والد محترم کو بھی کوفیوں میں سے ایک نے شہید کیا تھا کوفہ ہی وہ شہر ہے جہاں کے رہنے والوں نے آپ کے بھائی سے بے وفائی کی اور ان کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا اور ان کو حضرت امیر معاویہؓ سے صلح کرنی پڑی بلاشبہ مکہ شہر بہترین امن ہے اس کو اپنا مستقر بنائیں اور کوفہ کا کبھی قصد نہ کریں اہل حجاز دل و جان سے آپ کی خدمت کریں گے اور کوفیوں کے مقابلہ میں وہ ہزار درجہ زیادہ آپ کے مطیع فرمانبردار اور عقیدت مند ثابت ہوں گے یہ سب سے پہلی آواز تھی جو کوفیوں کی دغا بازی اور غداری سے آگاہ کرنے کے لئے اہل بیت کے سچے خیر خواہ حضرت عبداللہ بن مطیعؓ کے منہ سے نکلی تھی۔

حضرت امام حسینؓ ۳ شعبان ۶۰ھ (۹ مئی ۶۸۱ء) کو سفر کی منزلیں ختم کر کے مکہ میں داخل ہوئے اور شعب ابو طالب میں قیام پذیر ہو گئے۔ چند ہی دن کے بعد کوفیوں کو معلوم ہو گیا کہ حضرت امام

Marfat.com

حسینؓ یزید کی بیعت سے منہ موڑ کر مدینہ سے مکہ آ گئے ہیں۔ بس ان کی جھوٹی محبت جوش مارنے لگی سینکڑوں کی تعداد میں لوگ سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر میں جمع ہونے لگے اور شیعان کوفہ کے اس اجتماع میں سلیمان نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔

''اے شیعان آل نبی! ہم کو معلوم ہوا ہے کہ حضرت امام حسینؓ یزید کی بیعت سے بچنے کے لئے مدینہ سے مکہ آ گئے ہیں چونکہ تم امام حسینؓ اور ان کے والد حضرت علیؓ کے شیعہ ہو اس لئے ان کو خط لکھ کر یہاں بلالو اور ہر طرح کی امداد کرو تاکہ خلافت اس کے حقدار کو مل سکے مگر بلانے سے پہلے یہ بات اچھی طرح سے سمجھ لو کہ اگر جان و دل سے ان کی مدد کرنے کا جذبہ رکھتے ہو تو ان کو بلاؤ ورنہ ان کی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور ان کو دھوکہ مت دو۔''

سلیمان کی تقریر کو سن کر تمام شیعان کوفہ بڑے دعوے کے ساتھ کہنے لگے کہ حضرت امام کو ضرور یہاں بلا لیا جائے ہم ان کی امداد اور حفاظت کے لئے اپنے خون کے آخری قطرہ سے بھی دریغ نہ کریں گے اور ان کے پسینہ کی جگہ اپنا خون گرانا فخر و سعادت سمجھیں گے۔ شیعان حسینؓ کے اس جوش کو دیکھتے ہوئے کوفہ کے چند معززین نے سب سے پہلا خط جو امام حسینؓ کو بلانے کے لئے مکہ معظّمہ روانہ کیا اس کا مضمون یہ تھا:

یہ عریضہ ہے سلیمان بن صرد، مسیّب بن نجعہ، رفاعہ بن شداد، حبیب بن مظاہر اور جمیع شیعان کوفہ کی جانب سے امام حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب علیہ السلام کی خدمت میں السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے آپ کے دشمن کو (امیر معاویہؓ) جو بلا رضامندی کے لوگوں پر مسلط ہو گیا تھا ہلاک کر دیا وہ مومنین پر نہایت جبر اور زور کے ساتھ حاکم ہوا تھا اس نے لوگوں سے ان کے مال چھین لئے امت کے نیک آدمیوں کو قتل کرا دیا بدطنیت آدمیوں کو عہدے اور مناصب دیئے اور بیت المال سے غیر مستحق لوگوں کو بکثرت مال دیا اور اس طرح خدا کے اموال کو ضائع کیا خدا اس (امیر معاویہ) پر لعنت کرے اس کے بعد واضح ہو کہ اس وقت کوئی امام اور حاکم نہیں ہے پس ہماری التجاء ہے کہ آنجناب ہماری طرف توجہ کریں اور ہمارے شہر میں تشریف لائیں ہمیں اپنی خدمت سے سرفراز فرمائیں، ہم سب اہل کوفہ دل و جان سے آپ کے فرمانبردار ہیں اور آپ کے آتے ہی آپ کی بیعت کر لیں گے یزید پلید کی طرف سے نحس و ناپاک نعمان بن بشیر آج کل کوفہ کا والی ہے ہم کو جیسے ہی آپ کے آنے کی اطلاع ملے گی ہم اس کو ذلیل کر کے کوفہ سے نکال دیں گے اور تمام شہر پر آپ کی حکومت ہو جائے گی۔ والسلام معہ الاحترام (جلاء العیون باب ۵ فصل ۱۳ ص ف ۴۳ ناسخ التواریخ جلد ۶)

Marfat.com

یہ تھا وہ پہلا خط جو کوفہ کے نام نہاد شیعان اہل بیت کی طرف سے حضرت امام حسینؓ کی جان لینے اور ان کے اہل وعیال کو تباہ وبرباد کرنے کے لئے لکھا گیا یہ وہی شیعہ تھے جو اس سے قبل حضرت امام حسینؓ کے والد حضرت علیؓ اور بڑے بھائی امام حسنؓ کے ساتھ انتہائی بے وفائی اور دھوکہ بازی سے پیش آ چکے تھے۔

کوفہ کے اہل شیعہ نے اس خط کو امام حسینؓ کے پاس دو معزز آدمیوں کے ہاتھ مکہ بھیجا اور دو دن بعد تین قاصدوں کو ڈیڑھ سو خطوط دے کر مکہ روانہ کیا اور جواب کا انتظار کئے بغیر ٦ سو خطوں کا ایک پلندہ دوسرے راستہ سے امام کی خدمت میں روانہ کر دیا اور پھر بھی یہ سلسلہ جاری رہا اور قاصد پہ قاصد خطوط لے کر حضرت امامؓ کی خدمت میں جاتے رہے اور اس طرح ١٢ ہزار کے قریب خطوط مکہ پہنچ گئے۔ ہر خط میں بڑی عاجزی سے درخواست کی گئی تھی کہ اللہ کے لئے آپ جلدی آ جایئے اور یزید کی حکومت اور نعمان کی امارت سے ہم کو نجات دلایئے۔

حضرت امام حسینؓ خطوط کی کثرت اور ان کی جھوٹی عقیدت سے بہت متاثر ہوئے اور یہ بھول گئے کہ جو لوگ مجھے بلا رہے ہیں وہ نہ حجازی ہیں اور نہ شامی بلکہ وہی کوفی ہیں جن کی دھوکہ بازیوں کا سلسلہ حضرت علیؓ اور امام حسنؓ کے ساتھ آخر وقت تک چلتا رہا اور مسلمانوں کے اجتماع واتحاد کو شدید نقصانات اٹھانا پڑے، افسوس سیدھے سادے امام حسینؓ کوفیوں کے فریب میں آ گئے اور اپنی طرف سے اس مضمون کا خط ان کے جواب میں روانہ کر دیا۔

تمہارے خطوط پہنچے، حالات معلوم ہوئے میں اپنی بجائے اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو تمہارے پاس بھیج رہا ہوں تم ان سے میری بیعت کر لو جب یہ کوفہ پہنچ کر مجھے لکھیں گے کہ حالات موافق ہیں تو میں فوراً تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔ بالکل خاطر جمع رکھو اور کسی طرح کا کوئی فکر مت کرو۔ والسلام۔

حضرت امام حسینؓ کا یہ خط لے کر حضرت مسلمؒ کوفہ پہنچے اور مختار بن عبیدہ ثقفی کے مہمان ہوئے شیعان کوفہ کو جیسے ہی حضرت مسلمؒ کے آنے کی اطلاع ملی دھڑا دھڑ آنے لگے اور دو ہی دن میں ١٨ ہزار کوفیوں نے حضرت مسلمؒ کے ہاتھ پر بیعت کر لی حضرت مسلمؒ بھی امام حسین کی طرح کوفیوں کی غداریوں کو فراموش کر چکے تھے اور اس کثرت سے جھوٹے عقیدت مندوں کی والہانہ بیعت کو دیکھ کر اتنے متاثر ہو گئے کہ امام حسینؓ کی خدمت میں مندرجہ ذیل خط لکھ کر قاصد کے ہاتھ روانہ کیا۔

"آپ فوراً تشریف لے آئیں ١٨ ہزار شیعہ میرے ہاتھ پر بڑی عقیدت واحترام کے ساتھ آپ کی بیعت کر چکے ہیں اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے اور نا معلوم کتنے شیعہ ابھی اور آئیں گے اور اپنے

Marfat.com

جان و مال وقت ضرورت آپ پر قربان کرنے کا عہد کریں گے لہذا آپ اپنے آنے میں دیر نہ کیجئے اور جلد سے جلد مکہ سے کوفہ پہنچنے کی کوشش کیجئے۔''

شیعان کوفہ نے اس خط کے ساتھ اپنی طرف سے یہ تحریر بھی قاصد کے ہاتھ بھیج دی کہ ایک لاکھ تلواریں آپ کی امداد کے لئے ہماری میانوں میں تڑپ رہی ہیں اس خط کے جانے کے بعد حضرت مسلمؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کی تعداد اسی ہزار تک پہنچ گئی ہے۔ (ناسخ التواریخ، براویت ابومخنف)

حضرت مسلمؓ نے امام حسینؓ کو خط لکھنے کے بعد بصرہ کے شیعوں کو بھی ان کے روسا کی معرفت خط لکھے اور ایک معتبر شیعہ سلیمان کے ہاتھ روانہ کئے یہ خطوط یزید بن مسعود ہنظلی، منذر ابن جارود اور عبدی وغیرہ کو لکھے گئے اور ان کو اپنی امداد اور بیعت کی طرف توجہ دلائی تھی۔ چنانچہ جواب میں یزید بن مسعود مشہور شیعہ اور رئیس بصرہ نے حضرت مسلمؓ کو لکھا بنی تمیم، بنی سعد اور بنی حنظلہ قبائل کے بہت سے شیعوں کو آپ کی اطاعت اور امداد پر آمادہ کر لیا ہے اور عنقریب ان کا ایک منتخب لشکر آپ کے پاس پہنچنے والا ہے جو پوری جان نثاری کے ساتھ آپ کی امداد کرے گا۔ (فاضل مجلسی براودیت ابن طاؤس)

مگر آپ جلد العیون کی اس روایت کو حیرت سے پڑھیں گے کہ عین اس وقت جبکہ بصرہ کے شیعوں کا لشکر کوفہ کی طرف آ رہا تھا ان کو یہ بات معلوم ہوئی کہ مسلم گرفتار کر کے قتل کر دیئے گئے بصرہ کے شیعان حسینؓ بدحواسی کے ساتھ بھاگ کر گھروں میں چھپ گئے اور ان کے لیڈر منذر بن جارود نے مسلمؓ کے خط کو خیر خواہی جتانے کے لئے عبداللہ ابن زیاد کے سامنے پیش کر دیا اور کہا کہ مسلمؓ نے یہ خط ہم کو سلیمان کے ہاتھ بھیجا تھا چنانچہ سلیمان کو پکڑ کر پھانسی دیدی گئی اور بصرہ کے عقیدت مند ہمیشہ کے لئے ٹھنڈے پڑ گئے۔

غرض کوفہ میں حضرت مسلمؓ کے گرد ہزاروں شیعہ جمع ہو گئے تھے اور پروانہ وار نثار ہونے کا یقین دلا رہے تھے اور گورنر کوفہ نعمان بن بشیر سوچ رہے تھے کہ اس ہنگامہ کو روکنے کے لئے کیا تدابیر کی جائیں کہ کسی جاسوس نے دمشق میں یزید کو لکھ بھیجا کہ نعمان بہت ہی بزدل اور کمزور حاکم ہے۔ مسلمؓ کے گرد شعیوں کا ہجوم برابر بڑھتا جا رہا ہے اندیشہ ہے کہ کہیں نعمان کی کمزوری کی وجہ سے کوفہ ہاتھ سے نہ نکل جائے۔

یہ خبر جب یزید کو پہنچی تو انہوں نے انتظاماً بصرہ کے گورنر ابن زیاد کو کوفہ کا گورنر مقرر کر کے بھیجا اور کہا کہ جلدی جاؤ اور جملہ انتظامات نعمان کے ہاتھ سے اپنے ہاتھ میں لے لو ابن زیاد بڑی سرعت سے کوفہ پہنچا اور نعمان سے دارالامارت کا چارج لینے کے بعد اہل کوفہ کو حکم دیا کہ وہ جامع مسجد میں جمع

Marfat.com

ہو جائیں پھر کیا تھا شیعان کوفہ کے پیر اکھڑنے لگے جھوٹی عقیدت پر اوس پڑنے لگی اور بہت جلدی شیعان کوفہ گھروں سے نکل نکل کر اور حضرت مسلمؓ کا ساتھ چھوڑ کر جامع مسجد میں جمع ہو گئے۔

ابن زیاد نے ایسی غضب ناک تقریر کی کہ شیعان کوفہ کو جان کے لالے پڑ گئے ذرا کاری اور جان نثاری کے سارے وعدے بھول گئے حضرت مسلمؓ کی عقیدت ومحبت سے ایسا منہ موڑا کہ جیسے کسی کا نشہ اتر گیا ہو سارے شہر میں ایک بھی ایسا شیعہ نہیں تھا جو حضرت مسلمؓ کے گرد کھڑا رہا ہو، جہاں ٹھہرے ہوئے تھے اور جوان کی میزبانی کر رہا تھا اس نے بھی ایسی آنکھیں پھیریں کہ مسلمؓ کو ہانی بن عرہ کے گھر میں پناہ لینی پڑی جو بڑی حیل وحجت کے بعد گھر کے تاریک کمرہ میں ان کو جگہ دینے پر راضی ہوا مگر بڑی جلد ہی اس کی یہ برائے نام مروت بھی عداوت میں تبدیل ہو گئی اور حضرت مسلمؓ ایک عورت طوعہ کے گھر پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ مگر یہاں بھی وہ زیادہ دیر سکون سے نہ رہ سکے اور طوعہ کے بیٹے نے ابن زیاد کو خبر کر دی کہ مسلمؓ ہمارے گھر میں موجود ہیں ابن زیاد نے ستر فوجیوں کے ایک دستہ کو بھیجا جنہوں نے طوعہ کے گھر کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ حضرت مسلمؓ مجبوراً باہر نکلے اور فوجیوں سے بھڑ گئے دیر تک لڑتے رہے اور جب بدن زخموں سے چور ہو گیا تو نڈھال ہو کر ایک دیوار کے سہارے بیٹھ گئے فوجیوں نے نیم بے ہوشی کے عالم میں گرفتار کر کے ابن زیاد کے سامنے پیش کر دیا۔

ابن زیاد نے مسلمؓ سے زیادہ بات نہیں کی اور حکم دیا کہ ان کو قصر حکومت کی چھت پر لے جا کر قتل کر دیا جائے اور لاش کو نیچے پھینک دیا جائے۔ تھوڑی دیر میں حضرت مسلمؓ کی لاش قصر حکومت کے سامنے پڑی تھی اور ہزار ہا کوفی اس نظارہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے مگر کسی کی آنکھوں میں آنسو نہ تھے اور نہ منہ میں زبان تھی ساری عقیدت جوش اور محبت کافور ہو چکی تھی وہ شیعان کوفہ اور علیؓ و حسینؓ کی محبت کے دعویدار جنہوں نے ۱۲ ہزار خطوط لکھ کر امام حسینؓ کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی حضرت مسلمؓ کو ظلم وستم کا نشانہ بنتے ہوئے دیکھتے رہے اور کسی نے ایک گھونٹ پانی بھی نہیں پلایا۔

ادھر حضرت امام حسینؓ کو مکہ میں حضرت مسلمؓ کا خط ملا جس میں لکھا تھا کہ کوفہ والوں نے ہزاروں کی تعداد میں دیوانہ وار آپ کی بیعت کی ہے اور آپ کی آمد کا بے چینی سے انتظار کر رہے ہیں لہذا آپ فوراً تشریف لے آئیں اور مطلق دیر نہ کریں۔ حضرت امام حسینؓ نے خط ملتے ہی روانگی کا پختہ عزم کر لیا اور سفر کی تیاریاں شروع کر دیں یہ حج کا موسم تھا بڑے بڑے صائب الرائے اور دور اندیش حضرات مکہ میں موجود تھے، جب ان کو امام حسینؓ کے ارادے کی اطلاع ہوئی تو سب آپ کی خدمت میں آئے اور کوفیوں کی سابقہ غداریاں فریب اور عیاریاں حضرت علیؓ اور امام حسنؓ سے ان کی دھوکہ بازیاں آپ کو

Marfat.com

یاد دلائیں اور کوفہ کے قصد سے باز رہنے کے لئے بہت سے نشیب و فراز سمجھائے اور انتہائی کوشش کی امام حسینؓ اپنا ارادہ بدل دیں اور مکہ سے کوفہ نہ جائیں لیکن حضرت امام حسینؓ اپنی نہاں در نہاں مصلحتوں کے باعث سب کے مشوروں کو رد کرتے رہے ایک کی نہیں سنی اور آمادہ سفر ہو گئے۔

یہی بات تھی جو عبداللہ بن مطیع نے مدینہ اور مکہ کے راستہ میں آپ سے کہی تھی کہ آپ مکہ کو تو جائیں مگر کوفہ کا خیال نہ فرمائیں، وہ غداروں کی بستی ہے وہاں آپ کے والد کو بھی دھوکہ دیا گیا اور آپ کے بڑے بھائی سے بھی غداری کی گئی اور میں یقین کرتا ہوں کہ وہ آپ کو بھی دھوکہ دیں گے۔

حضرت امام حسینؓ جب مکہ سے روانہ ہونے لگے تو ایک صاحب عمرو بن عبدالرحمٰن آپ کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے میں نے سنا ہے کہ آپ عراق جا رہے ہیں اگر یہ بات درست ہے تو میں سخت خطرہ محسوس کرتا ہوں اور پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ آپ ایسے شہر میں جا رہے ہیں جہاں کوئی آپ کا دوست نہیں ہے اور حکومت بھی آپ کے آدمیوں کی نہیں ہے اس لحاظ سے آپ کا یہ اقدام کسی طرح درست نہیں ہے۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عباسؓ تشریف لائے اور فرمانے لگے حسینؓ میں تم کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم عراق کے ارادے سے باز آ جاؤ، بلانے والے تم کو دھوکہ دے رہے ہیں وہ عین وقت پر تم کو بے یار و مددگار چھوڑ دیں گے اور بلکہ حکومت کے ساتھی بن کر تمہارے مقابلہ پر آئیں گے، مجھے اس راہ میں تمہاری ہلاکت صاف نظر آ رہی ہے دیکھو عراقی بڑے فریبی ہیں ان کے دھوکہ میں نہ آؤ اپنی جان پر رحم کرو اگر یہاں رہنا پسند نہیں کرتے ہو تو پھر یمن چلے جاؤ، وہاں تمہارے سچے خیر خواہ ہیں وہاں مضبوط قلعے اور پہاڑیاں بھی ہیں وہاں تم بڑے آرام سے خدمت اسلام کر سکو گے۔

حضرت امام حسینؓ نے جواب میں فرمایا کہ اب تو میں ارادہ کر چکا ہوں اور اسے بدل نہیں سکتا۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا تمہاری مرضی مگر اتنی بات تو مان لو کہ عورتوں اور بچوں کو ساتھ مت لے جاؤ ایسا نہ ہو کہ شیعان کوفہ دیکھتے رہیں اور تم قتل ہوتے رہو۔ لیکن حضرت امام اپنی رائے پر قائم رہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر بھی اس وقت مکہ میں تھے آپ نے بھی حضرت امام حسینؓ سے درخواست کی کہ خدارا عراق نہ جائیے اور شیعوں پر اعتماد نہ فرمائیے آپ یہیں بیٹھ کر خلافت کی ابتداء کیجئے میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں اور یقین دلاتا ہوں کہ ہم سب آپ کی اطاعت کریں گے اور خیر خواہ رہیں گے کام کرنے والے بہت ہیں آپ کو اس سلسلہ میں کسی زحمت کو گوارا کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی مگر امام حسینؓ نے ان کے معروضہ کو بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اہل بیت کے مشہور ہمدرد ابوبکر

Marfat.com

بن حارثؓ نے سنا بھاگے ہوئے خدمت حسینؓ میں آئے اور کہنے لگے آپ کے والد حضرت علیؓ نسبی شرافت، ذاتی عزت اور مذہبی تقدس میں کتنا بلند درجہ رکھتے تھے مگر جس وقت امیر معاویہ سے ان کا مقابلہ ہوا تو کوفیوں نے ذاتی نفع کے پیش نظر آپ کے والد کا ساتھ چھوڑ دیا اور یہی طرز عمل ان کا آپ کے بھائی کے ساتھ رہا یہ وہ صورتحال ہے جو آپ نے خود اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمائی ہے ایسے ہولناک اور مسلسل تجربات کے بعد بھی آپ شیعان کوفہ سے امید رکھتے ہیں کہ وہ آپ کا ساتھ دیں گے یاد رکھئے کہ جن شیعان کوفہ نے آپ کو بلانے کے لئے نیاز مندانہ خطوط لکھے ہیں وقت پڑنے پر چھوڑ کر بھاگ جائیں گے مگر امام حسینؓ اپنے فیصلہ کو بدلنے اور کوفہ کے سفر کو ملتوی کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔

حضرت فاروق اعظمؓ کے نامور فرزند حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی حاضر خدمت ہوئے اور کہنے لگے یا ابن رسول اللہ! عراق کا خیال دل سے نکال دیجئے اور مکہ سے قدم نہ نکالئے اور جب امام حسینؓ نہ مانے تو حضرت ابن عمرؓ نے عرض کیا اچھا اپنے جسم سے کپڑا ہٹا کر ذرا وہ جگہ مجھے دکھا دیجئے جہاں آنحضرتؐ بوسے لیا کرتے تھے آپ نے چادر اٹھائی تو ابن عمرؓ نے تین مرتبہ بوسہ لیا اور روتے ہوئے فرمایا افسوس! یہ سفر آپ کے لئے بڑا ہلاکت خیز ہے۔ دیکھئے اپنا ارادہ ملتوی کر دیجئے اس سفر میں سوائے نقصان کے کوئی فائدہ نہیں ہے (یہ علامہ مجلسی کی روایت ہے)

جس رات آپ کوفہ جانے کی تیاری کر رہے تھے اس کی صبح کو مدینہ سے حضرت عمر محمد بن حنفیہؓ مکہ میں آئے ان کے ساتھ صحابہؓ اور بنی ہاشم کی ایک جماعت بھی تھی سب نے ہم زبان ہو کر حضرت امام حسینؓ کو روکنے کی کوشش کی مگر کوئی کامیاب نہ ہوا علامہ مجلسی کا بیان ہے کہ محمد بن حنفیہؓ نے کہا ''جو سلوک شیعان کوفہ نے آپ کے والد کے ساتھ کیا تھا، مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کے ساتھ اس سے بھی بدتر کریں گے اللہ کے لئے اپنی جان پر رحم کیجئے اور جب سب نے دیکھا کہ آپ رکتے ہی نہیں ہیں تو انہوں نے اونٹوں کی مہاریں پکڑ لیں اور کہنے لگے ہم آپ کو ہرگز نہیں جانے دیں گے مگر امام حسینؓ سب کی گریہ وزاری کو نظر انداز کرتے ہوئے روانہ ہو گئے۔

مدینہ میں آپ کے چچا زاد بھائی عبداللہ بن جعفر طیارؓ بیمار تھے جب ان کو معلوم ہوا کہ امام حسینؓ عراق جا رہے ہیں تو انہوں نے اپنے دونوں بیٹوں عون و محمد کو جو آپ کے بھانجے اور حضرت زینبؓ کے فرزند ہوتے تھے اپنا خط دے کر آپ کی خدمت میں مکہ بھیجا بچوں نے یہ خط امام کے سامنے رکھ دیا اس میں لکھا تھا کہ آپ مسلمانوں کے پیشوا اور امام ہیں۔ اگر آپ تباہ ہو گئے تو بنی ہاشم کا کوئی وارث نہیں رہے گا'' عون و محمد دونوں ماموں سے لپٹ گئے اور روکنے کی ہر چند کوشش کی مگر بے سود رہے اس کے

Marfat.com

علاوہ حضرت عبداللہؓ نے مدینہ کے گورنر عمرو بن سعید سے ایک بہت ہی زوردار خط بھی لکھوا کر آپ کو بھجوایا جس میں گورنر نے لکھا تھا کہ میں اللہ تعالیٰ سے بڑی عاجزی کے ساتھ دعا کرتا ہوں کہ وہ مقلب القلوب آپ کے دل کو ادھر سے پھیر دے جدھر آپ جارہے ہیں یا حسینؓ آپ کوفہ کا ارادہ ملتوی فرما کر میرے پاس مدینہ چلے آئیں میں آپ کی ہر طرح مدد کرنے کا یقین دلاتا ہوں آپ کے احترام اور آرام میں کوئی خلل نہیں آئے گا مگر حضرت امام حسینؓ سب کو ایک ہی جواب اول سے آخر تک دیتے رہے کوفہ کے جھوٹے اور دغا باز شیعوں کا جادو جو ہزاروں خطوط پر لکھ کر امامؓ پر ڈالا گیا تھا چل گیا اور حضرت امام حسینؓ مکہ سے کوفہ کا قصد کر کے روانہ ہو گئے۔

حضرت امام حسینؓ اپنے اہل وعیال اور ساتھیوں کے ساتھ مکہ سے روانہ ہو کر جب مقام صناح پر پہنچے تو عرب کا مشہور شاعر فرزدق سامنے سے آتا ہوا آپ کو ملا۔ آپ نے اس سے شیعان کوفہ اور اہل عراق کے حالات وخیالات دریافت کئے۔ فرزدق نے کہا حضرت ان کے دل تو آپ کے ساتھ لگے ہوئے ہیں مگر ان کی تلواریں اور نیزے شامیوں کے ساتھ ہیں لہٰذا ایسی حالت میں عراق کے قصد سے باز آجائیں اور یہیں سے مکہ واپس ہو جائیں۔ امام حسینؓ نے پھر بھی اس کے مشورہ پر توجہ نہیں دی اور آگے بڑھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد مقام تنعیم میں پہنچے ابھی آگے جانے کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ یمن سے دمشق جاتا ہوا ایک قافلہ مل گیا جو حاکم یمن کی طرف سے قیمتی تحائف اور دیگر اشیاء یزید کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے جارہا تھا امام حسینؓ نے قافلہ کو منتشر کر دیا تمام سامان اپنے قبضہ میں لے لیا اور اونٹ والوں سے فرمایا جو ہمارے آدمیوں کو اپنے اونٹوں پر سوار کر کے کوفہ تک لے جائے گا اسے معقول کرایہ دیا جائے گا اور اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا جائے گا۔ چنانچہ بہت سے شتربان اس پیشکش پر راضی ہو گئے حضرت امام حسینؓ آگے بڑھے تو ایک شخص بشیر بن غالب سے ملاقات ہوئی آپ نے پوچھا۔

"چــــہ خبــــرداری ازاھــل عــــراق؟
گفت دلھا باتست وشمشیرھا بانبی امیہ"

(مہیج مطبوعہ ایران صفحہ ۵۳)

اس مقام سے آگے بڑھنے کے بعد حضرت امام حسینؓ نے چند معززین کوفہ کے نام ایک خط روانہ کیا جسے آپ کے رضاعی بھائی عبداللہ بن یقطر لے کر گئے بعض روایتوں میں ہے کہ قیس بن مسہر لے کر گئے جس میں حضرت امام نے مندرجہ ذیل باتیں لکھی تھیں۔

Marfat.com

''مسلم بن عقیل کے خط سے معلوم ہوا کہ تم لوگ میری امداد پر آمادہ ہو اور میرے دشمنوں سے میرا حق دلانے کے لئے مستعد ہو لہذا میں ۸ ذالحجہ ۶۰ھ کو سہ شنبہ کے دن مکہ سے روانہ ہو کر تمہاری طرف آرہا ہوں۔ جب میرا یہ خط تمہارے پاس پہنچے تو کمر اطاعت مضبوط باندھ لینا اسلحہ اور سامان جنگ تیار رکھنا اور میری امداد کے لئے متحد رہنا میں بہت جلد تمہارے پاس پہنچنے والا ہوں۔ (جلاء العیون ص ف ۴۴۹)

حضرت امام حسینؓ کے خط سے مندرجہ ذیل امور کی وضاحت ہوتی ہے۔

(۱) اس کے لکھتے وقت تک حضرت امام حسینؓ اس بات سے ناواقف تھے کہ شیعان کوفہ نے مسلم کے ساتھ غداری کی ہے اور ابن زیاد کے آدمیوں کے ہاتھوں گرفتار ہو کر قتل کئے جا چکے ہیں۔

(۲) اور یہ بات بھی نہیں جانتے تھے کہ جن لوگوں نے ہزاروں خطوط لکھے وہ ابن زیاد کی ایک دھمکی سے مسلم کی بیعت توڑ کر نہ صرف تماشائی بن گئے بلکہ ابن زیاد کے ہمنوا اور ہمدرد ہو گئے حالانکہ شیعان حسینؓ کا عقیدہ ہے کہ امام حسینؓ معصوم اور علم ما کان و ما یکون رکھتے تھے پھر حضرت امام یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ میرے ساتھ کیا معاملہ پیش آنے والا ہے ورنہ اس مضمون کا خط کبھی نہ لکھتے اور یہ بھی حضرت حسینؓ نہیں جانتے تھے کہ اس خط کا کیا انجام ہونے والا ہے ورنہ قاصد کو اپنی جان سے ہاتھ نہ دھونا پڑتے۔

(۳) اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ حضرت امام کی غرض کوفہ جانے سے حصول خلافت کے لئے جنگ وجدال نہیں تھی اور وہ محض اعلائے کلمۃ الحق اور صرف ہدایت خلق کے لئے کوفہ تشریف لے گئے تھے تو اس خط سے اس امر پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ غالباً اسی خط کو سامنے رکھتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزاد نے کہا ہے کہ ''اہل بیت اپنے تئیں شروع سے خلافت کا مستحق سمجھتے تھے۔''

غرض حضرت امام حسینؓ کا یہ خط لئے ہوئے قاصد جب قادسیہ پہنچا تو حصیص بن نمیر نے اسے گرفتار کر لیا مگر قاصد نے بڑی عجلت سے خط کو ضائع کر دیا حصیص بن نمیر نے تلاشی لی مگر خط نہیں ملا آخر چند فوجیوں کی حراست میں ابن زیاد کے پاس کوفہ بھجوا دیا اور خط کے ضائع کرنے کی تمام کیفیت بھی لکھ بھیجی ابن زیاد نے قاصد سے پوچھا کہ تو نے خط کس لئے ضائع کیا؟ قاصد نے کہا اس لئے کہ تم اس خط کے مضمون سے واقف نہ ہو سکو۔ ابن زیاد کے پوچھنے پر قاصد عبداللہ نے یہ بتانے سے بھی انکار کر دیا کہ وہ خط امام حسینؓ نے کوفہ کے کن لوگوں کے نام لکھا تھا ابن زیاد نے حکم دیا کہ اچھا کوفہ کی جامع مسجد کے منبر پر بیٹھ کر امام حسینؓ اور ان کے بھائی کے متعلق اہالیان کوفہ کے سامنے ایسے اور ایسے کلمات کہو اور اگر تو نے نہیں کہے تو میں تیرے جسم کے ٹکڑے کروا ڈالوں گا۔ عبداللہ منبر پر بیٹھے اور بجائے برا بھلا کہنے کے اہل کوفہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

Marfat.com

''اے لوگو! میں تم کو یہ خوشخبری سناتا ہوں کہ حضرت امام حسینؓ مکہ سے چل دیئے ہیں اور عنقریب وہ تمہارے پاس آنے والے ہیں مجھے بھی اس لئے بھیجا ہے تاکہ میں تم سے یہ کہوں کہ تم ان کی امداد اور اعانت کے لئے تیار رہو اور جب وہ تمہارے شہر میں داخل ہوں تو ان کی اعانت و اطاعت اختیار کرو۔''

ابن زیاد نے قاصد کی زبان سے جب یہ تقریر سنی جو اس خط کے مضمون کی غمازی کر رہی تھی تو وہ سخت مشتعل ہوا اور حکم دیا کہ عبداللہ کو قطر امارت کی چھت پر سے نیچے گرادو چنانچہ فوجیوں نے عبداللہ کو چھت پر چڑھایا اور پھر وہاں سے دھکا دے کر نیچے گرادیا اور وہ ہلاک ہو گئے۔ (جلاء العیون صفحہ ۴۵۰)

حضرت امام حسینؓ اپنے سفر کو طے کرتے ہوئے جب مقام ثعلبہ میں پہنچے تو آپ کی ملاقات عبداللہ بن سلیمان اور ایک دوسرے شخص منذر سے ہوئی اور انہوں نے ایک اسدی شخص کی زبانی حضرت امام حسینؓ کو مطلع کیا کہ ''آپ کے بھائی مسلم کوفہ میں نہایت بے دردی سے قتل کر دیئے گئے ہیں اس لئے اے ابن رسول اللہ ہم کہنا چاہتے ہیں کہ اہل کوفہ کسی طرح آپ کے ناصر و معاون نہیں ہو سکتے بہتر یہی ہے کہ آپ واپس تشریف لے جائیں۔''

حضرت امام حسینؓ اس خبر کو سن کر سخت مغموم اور پریشان ہوئے اور تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد اپنے ساتھیوں کو بٹھا کر ارشاد فرمایا۔

''بلغنی خبر قتل مسلم و عبداللّٰہ بن یقطر وقد خزلنا شیتعنا فمن احب منکم الانصرون فلینصرن فی غیر حرج لیس علیه زمام''

''مجھے خبر پہنچی ہے کہ مسلم بن عقیل اور عبداللہ بن یقطر کو شہید کر دیا گیا ہے اور ہمارے شیعوں نے ہمیں چھوڑ دیا ہے لہذا تم میں سے جو شخص ہمارا ساتھ چھوڑ کر جانا چاہتا ہے وہ خوشی سے جا سکتا ہے ہم اس پر کوئی الزام نہیں رکھیں گے۔''

چنانچہ امام حسین کے اس ارشاد کو سن کر بہت سے ساتھی (شیعہ) راتوں رات غائب ہو گئے اور امام حسینؓ کے گرد کچھ مخصوص جانثار اہل بیت رہ گئے۔ (جلا العیون خلاصۃ المصائب روایت ہفتم ص ف ۵۶ مطبوعہ نول کشور لکھنو)

حضرت مسلم نے قتل کئے جانے سے پہلے بہت سے کوفیوں کو متوجہ کرتے ہوئے فرمایا ''امام حسینؓ کو لکھ چکا ہوں کہ آپ فوراً کوفہ آجایئے اور یہاں یہ حالات ہو چکے ہیں، اس لیے میں تم سب سے وصیت کرتا ہوں کہ جس طرح ہو سکے حسینؓ کو ان حالات کی اطلاع کرادو اور کہلوادو کہ خدا کے لئے کوفہ نہ آئیں اور اگر راستہ میں ہوں تو لوٹ جائیں کیونکہ شیعوں نے ہمارے ساتھ بڑی غداری کی ہے۔''

Marfat.com

محمد بن اشعث اور عمرو بن سعد نے اس وصیت پر عمل کیا اور امام حسینؓ کو راستہ میں یہ پیغام پہنچا دیا کہ کوفہ کا رخ نہ کریں مگر امام حسینؓ نے مسلم کی وصیت کو سننے کے بعد بھی عمل نہ کیا اور اپنے سفر کو جاری رکھا یہ پیغام آپ کو زبالہ میں ملا تھا اور جب آپ بطن عقبہ میں پہنچے تو ایک شخص نے جو کوفہ سے آ رہا تھا بڑی عاجزی اور خوشامد سے التجا کی کہ حضرت خدا کے واسطہ آپ کوفہ نہ جائیے واللہ آپ تیز تلواروں اور نیزوں کی انی کے مقابلہ میں جا رہے ہیں کوفہ کے جن شیعوں نے آپ کو ہزاروں خطوط بلانے کے لئے لکھے ہیں اگر وہ اپنے قول کے سچے اور اہل بیعت کی محبت میں پکے ہوتے تو مسلم سے بے وفائی نہ کرتے ان کا ساتھ دیتے اور اس کے بعد جب حالات موافق ہو جاتے تو آپ کو بلاتے مگر وہ بڑے دھوکہ باز ہیں لہذا میں کسی طرح مناسب نہیں سمجھتا ہوں کہ آپ کوفہ جائیں امام حسینؓ شروع سے جو جواب روکنے والوں کو دیتے چلے آ رہے تھے اس غریب کو بھی وہی جواب سن کر خاموش ہو جانا پڑا۔ اور (سیر الصحابہ جلد ۶ بحوالہ طبری جلد ۷ ص ف ۲۹۵)

کوفہ کے گورنر ابن زیاد کے آدمی قدم قدم پر امام حسینؓ کی نگرانی کر رہے تھے اور ان کی نقل وحرکت سے ابن زیاد کو مطلع کرتے رہتے تھے چنانچہ امام حسینؓ جب بطن عقبہ سے مقام شراف میں آئے اور اقامت گزیں ہوئے تو ابن زیاد کے حکم سے مشہور فوجی افسر حر بن ابن یزید تمیمی نے ایک ہزار فوج کے ساتھ آ کر حضرت امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کو اپنے گھیرے میں لے لیا تا کہ ابن زیاد کے کہنے کے مطابق آپ کو اپنی حراست میں کوفہ لے جائے۔

حضرت امام نے جب ایک ہزار فوجیوں پر نظر ڈالی تو ان میں اکثر وبیشتر کوفہ کے شیعہ تھے جنہوں نے آپ کو خطوط لکھ کر کوفہ آنے اور تخت خلافت پر بٹھانے کی یقین دہانی کی تھی اور حضرت مسلم کے ہاتھ پر بیعت بھی کی تھی حضرت امام حسینؓ نے جب شیعوں کی اس غداری کو آنکھ سے ملاحظہ فرمایا تو غصہ سے بیتاب ہو کر بلند آواز سے فرمایا!

''اے لوگو! میں تمہارے پاس خود نہیں آیا ہوں بلکہ تمہارا بلایا ہوا آیا ہوں، تم نے مجھے ہزاروں خطوط لکھے اور کئی قاصد بھی میرے پاس بھیجے جنہوں نے مجھ سے کہا کہ کوفہ کے ہزاروں شیعوں کی طرف سے ہم آپ کی خدمت میں آتے ہیں ہمارا کوئی امام نہیں ہے آپ کوفہ آیئے اور ہماری بیعت لیجئے اب میں آ گیا ہوں اگر تم اپنے وعدے پر قائم ہو تو میں تمہارے ساتھ کوفہ چلتا ہوں اور اگر تم اپنے وعدے سے پھر گئے ہو تو میں واپس جاتا ہوں۔''

حضرت امام حسینؓ کی تقریر حقیقت پذیر نے حُر ابن یزید تمیمی کے شیعہ ساتھیوں کی زبانیں بند کر دیں

Marfat.com

یہی باتیں سن کر ان کے سر ندامت سے جھک گئے ان کی غداری کا بھانڈا پھوٹ چکا تھا اور اتنا واضح ہو چکا تھا کہ محبت اور حمایت کا دم بھرنے والے گرفتاری اور مقابلہ کے لئے سامنے کھڑے ہوئے تھے۔

حضرت امام حسینؓ نے جب یہاں سے آگے بڑھنے کا ارادہ کیا تو حر نے اپنی نگرانی میں آپ کو کوفہ لے جانے کی کوشش کی مگر امام حسینؓ نے اس کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا لیکن حر نے آپ کا پیچھا نہیں چھوڑا اور برابر ساتھ ساتھ چلتا رہا یہاں تک کہ امام حسینؓ شراف سے عذیب الھجانات پہنچ گئے یہاں چار آدمیوں سے ان کی ملاقات ہوئی ان میں سے ایک شخص طرماح بن عدی نے جب آپ کے خیالات سنے اور سفر کی کیفیت دیکھی تو خدمت میں عرض کیا۔

''اے ہمارے سردار! ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کے ساتھ اس وقت کوئی مضبوط اور طاقتور فوج نہیں ہے جس کو ساتھ لے کر آپ دشمن پر فتح پا سکیں جو قلیل جانثار اس وقت آپ کے ساتھ ہیں ان کے لئے تو حر اور اس کے ساتھی غدار شیعہ ہی کافی ہوں گے جو آپ کے ساتھ سایہ کی طرح لگے ہوئے ہیں نیز یہ کہ میں ابھی بھی کوفہ میں اس قدر کثیر تعداد فوج کی دیکھ کر آیا ہوں کہ اس سے قبل نہیں دیکھی تھی یہ سب آپ سے مقابلہ کے لئے تیار کی گئی ہے ایسی صورت میں مقابلہ اور مقاتلہ بے سود اور نقصان کا باعث ہوگا کیونکہ آپ کے ساتھیوں کی تعداد اور فوجیوں کی تعداد میں کوئی مناسبت نہیں ہے لہذا میں خدا کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ آپ ایک قدم بھی آگے نہ بڑھائیں اور اسی جگہ سے واپس ہو جائیں اور اگر آپ کسی محفوظ جگہ میں بیٹھ کر کوئی لائحہ عمل بنانا چاہتے ہیں تو پھر میرے ساتھ چلیں اور پہاڑوں کے درمیانی مقام میں سکون سے بیٹھ کر آئندہ کے لئے کوئی پروگرام بنائیں یہ بڑے محفوظ مقام ہیں اور ان کی وجہ سے آج تک کوئی ہم پر غالب نہیں آسکا ہے نہ سلاطین غسان نہ شاہان حمیر اور نہ نعمان بن منذر خدا شاہد ہے کہ ہمارے ہاں جس نے پناہ لی وہ کبھی ناکام نہیں ہوا ہم ضرورت ہوئی تو بنی طے سے ہی بیس ہزار نوجوان آپ کی خدمت میں پیش کر دیں گے جو اپنی تلوار کے جوہر آپ کے دشمنوں کے سامنے دکھائیں گے۔''

حضرت امام حسینؓ نے طرماح کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا ''جو قدم اٹھ چکے ہیں وہ پیچھے نہیں ہٹیں گے جو ہوگا وہ دیکھا جائے گا۔''

کربلا میں قیام

حضرت امام حسینؓ کو شروع سے آخر تک روکنے کی بہت سے لوگوں نے کوشش کی اور اپنے تجربہ کی

Marfat.com

بناء پر نتائج وعواقب سے آگاہ کیا دلائل اور براہین پیش کیے خطرات کے جملہ پہلوؤں پر روشنی ڈالی مگر حضرت امام حسینؓ پر دوستوں، عزیزوں اور عقیدت مندوں کی مخلصانہ درخواستوں کا کوئی اثر نہیں ہوا اور ایک مرتبہ دوستوں کے سامنے صرف اتنی بات بیان فرمائی کہ۔

''میرے نانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک کام کا حکم دیا ہے اور میں اپنی جان کو قربان کر کے بھی ان کے حکم کی تعمیل کروں گا۔''

اور جب دوستوں نے اس کام کے متعلق پوچھا کہ وہ کیا کام ہے اور کیا حکم ہے تو آپ نے بتانے سے انکار کر دیا۔ (تاریخ طبری)

ہمارا ایمان ہے کہ حضرت امام حسینؓ غلط بیانی نہیں کر سکتے تھے وہ حق کے پرستار اور سچائی کے علمبردار تھے ان کی پوری زندگی راست بازی وحق گوئی کا کامل نمونہ تھی لیکن وہ راز کو اگر کھول دیتے تو یہ بات یقینی ہے کہ لوگوں پر اس کا اثر ہوتا اور جب ایک اہم بات لوگوں کے سامنے آتی اور وہ بھی رسول اللہ کی فرمائی ہوئی تو جو لوگ اپنی کمزور اور جھوٹی محبت کی بنا پر آنکھیں پھیر رہے تھے یا ساتھ دینے اور ساتھ رہنے سے جان بچا رہے تھے اس کی اہمیت کے پیش نظر اور حقیقت حال سے باخبر ہو کر حضرت امام حسینؓ کے سچے ساتھی بن جاتے مگر حالات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام حسینؓ کو شیعوں کی دھوکہ بازیوں کا بخوبی اندازہ ہو چکا تھا اور وہ اس نتیجہ پر پہنچ چکے تھے کہ حقیقت حال سے آگاہ کرنے کے باوجود ان کی روش میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔ پھر زبان کیوں کھولی جائے بہتر ہے کہ راز محفوظ ہی رہے۔

حضرت امام حسینؓ عذیب الہجا جانات سے بنی مقاتل ہوتے ہوئے نینوا کے کھنڈروں میں پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ حر اپنے شیعہ ساتھیوں کے ساتھ آپ کے پیچھے لگا ہوا ہے در حقیقت حر کی کوشش یہ تھی کہ امام حسینؓ کسی ایسی جگہ نہ ٹھہرنے پائیں جہاں ان کو کسی قسم کی سہولت مل سکے چنانچہ وہ اس کوشش میں اس حد تک کامیاب ہوا کہ حضرت امام حسینؓ ایک چٹیل میدان اور بے آب وگیاہ ریگستان میں اترنے اور ٹھہرنے پر مجبور ہو گئے یہ میدان کربلا کا ریگستان تھا آپ نے آگے جانے کا قصد ترک کر دیا اور ساتھیوں کو حکم دیا کہ خیمے لگا دیئے جائیں اور سامان وسواریاں اتار لی جائیں یہ محرم ۶۱ھ کی ۲ تاریخ تھی۔

حر کو جب اطمینان ہو گیا کہ امام حسینؓ نے مستقل ڈیرے ڈال دیئے ہیں اور آگے بڑھنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے ہیں تو اس نے کوفہ میں ابن زیاد کو تمام حالات سے مطلع کر دیا ابن زیاد نے اس اطلاع کے بعد امام حسینؓ کے پاس جو خط بھیجا اس کا مضمون یہ تھا!

Marfat.com

''مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ نے کربلا میں قیام فرمایا ہے میرے پاس دمشق سے جو حکم آیا ہے اس میں مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ میں آپ سے یزید کی خلافت کو تسلیم کرنے کی درخواست کروں اور اگر آپ انکار کریں تو میں آپ کو یزید کے پاس دمشق بھجوادوں، اب آپ فرمائیں کہ آپ کیا بات پسند کرتے ہیں۔'' (جلاء العیون ص ف ۴۵۶)

حضرت امام حسینؓ نے ابن زیاد کا مرسلہ خط پڑھا اور زمین پر پھینک دیا پھر فرمایا جاؤ ''میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے اور ابن زیاد سے کہہ دینا کہ تجھ پر خدا کا غضب نازل ہوگا۔'' (تحقیق واقعات کربلا از مولانا خادم حسین بھیروی ص ف ۹۹)

امام حسینؓ کے اس جواب سے ابن زیاد کا غصہ بھڑک اٹھا اور اس نے فوراً ابن سعد کو حکم دیا کہ چار ہزار لشکر لے کر کربلا پہنچو اور امام حسینؓ کو حراست میں لے لو۔ ابن سعد نے اس حکم کی تعمیل کی اور چار ہزار آدمیوں کو امام کے مقابلہ پر ڈال دیا اور کچھ لوگوں کو آس پاس متعین کر دیا اسی دوران میں ابن سعد نے چاہا کہ کسی شخص کو حضرت امام حسینؓ کے پاس بھیج کر دریافت کرایا جائے کہ آپ کس ارادہ سے یہاں آئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں مگر ہوا یہ کہ ابن سعد نے جس کسی سے امامؓ کے پاس جانے کے لئے کہا اس نے صاف منع کر دیا اس عدولی حکمی کی وجہ یہ تھی کہ ابن سعد کے لشکر میں زیادہ تر لوگ کوفہ کے رہنے والے تھے اور وہ سب امامؓ کو خط بھجوا کر بلانے کی کوششیں کرنے والے تھے ان کا دعویٰ تھا کہ ہم آپ کے اور آپ کے والد اور بھائی کے شیعہ ہیں اور بیعت کرنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں اور اب ان کے ضمیر کی چوری کھل چکی تھی امداد و بیعت کے دعویداراب ابن سعد کی فوج میں شریک تھے اور میدان قتال میں امامؓ کو شہید کرنے کے لئے ابن سعد کے حکم کا انتظار کر رہے تھے تو بھلا ان کی یہ جرأت کس طرح ہوتی کہ وہ ابن سعد کے اشارہ پر سامنے آکر یہ پوچھتے کہ آپ کیوں آئے ہیں اور کس ارادہ سے آئے ہیں آخر بڑی کوشش سے ایک شخص آمادہ ہوا اور اس نے حضرت امام حسینؓ کے قریب آکر پوچھا کہ آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟

حضرت امام حسینؓ نے جواب میں فرمایا میں خود نہیں آیا ہوں جو یہ بتانے کی ضرورت ہو کہ کیوں آیا ہوں بلکہ تمہارا بلایا ہوا آیا ہوں اگر تم کو میری امداد پسند نہیں ہے تو پھر مجھے واپس جانے دو۔ (ناسخ التواریخ)

ابن سعد نے امام کا جواب ابن زیاد کو لکھ کر بھیج دیا۔ ابن زیاد نے چاہا کہ امام حسینؓ واپس چلے جائیں مگر شمر ذالجوشن نے اسے روکا کہ اس خیال سے باز آئے اور کہا کہ ایسی غلطی مت کرنا اگر یہ موقع ہاتھ سے نکل گیا اور امام حسین کہیں چلے گئے تو پھر ہاتھ نہیں آئیں گے بس دو ہی باتیں ہیں وہ بیعت

Marfat.com

کریں یا مقابلہ کریں تیسری کوئی صورت قبول نہیں کرنا چاہئے ابن زیاد نے شمر کے مشورہ کو مان لیا اور ابن سعد کو حکم بھیج دیا کہ بیعت یا مقابلہ مگر ابن سعد نے اس حکم کی تعمیل میں جان بوجھ کر دیر لگائی اور جب ابن زیاد کو یہ معلوم ہوا کہ ابن سعد لڑنا نہیں چاہتا تو اس نے شمر ذالجوشن حصین بن نمیر شیث بن ربعی کو چار ہزار فوج اور عبداللہ بن حصین اور محمد بن اشعث کو ایک ایک ہزار سوار دے کر روانہ کیا اور ابن سعد کو لکھا کہ اگر یہ کام تم سے نہیں ہوسکتا تو لشکر کی سرداری شمر کے حوالہ کردو اور الگ ہو جاؤ مگر ابن سعد اس عہدہ کی قربانی نہیں دے سکا اور لڑنے پر آمادہ ہوگیا۔ (جلاء العیون ص ف ۴۶۰)

حضرت امام حسینؓ کے قیام کربلا کے دوران کے کچھ واقعات جو شیعہ مصنفین نے لکھے ہیں بڑے دلچسپ ہیں صرف دو حکایتیں نمونہ کے طور پر لکھی جاتی ہیں۔

روئے زمین کے تمام مسلم جنات نے جب یہ روح فرسا نظارہ دیکھا کہ امام پر اعدا نے ہزاروں ہزار لشکر کے ساتھ نرغہ کیا ہے اور ان کو ہر طرف سے گھیر رکھا ہے تو وہ سب کے سب امام عالی مقام کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے کہ ہم شیعہ ہیں اور آپ کے تابعدار ہیں آپ حکم دیجئے کہ ہم دم کے دم میں آپ کے دشمنوں کا صفایا کردیں مگر امام حسینؓ نے ان کی درخواست قبول نہیں کی۔

دوسری روایت یہ بیان کی گئی ہے کہ!

آسمانوں پر ملائکہ نے جب یہ صورت دیکھی کہ زمین پر یہ غضب ہونے کو ہے تو ان سب نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں درخواست کی کہ ہم کو امام حسینؓ کی مدد کے لئے جانے کی اجازت عطا کی جائے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اجازت دیدی اور وہ بڑی سرعت کے ساتھ زمین پر آئے جن کی تعداد لاکھوں تھی مگر ہوا یہ کہ ان کے پہنچنے سے پہلے ہی حضرت امام حسین جام شہادت نوش فرما چکے تھے۔ (جلا العیون باب ۵ فصل ۱۵ ص ف ۴۹۸)

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جن ملائکہ نے امام حسینؓ کی مدد پر جانے کے لئے درخواست کی تھی ان کے اللہ کو یہ علم نہیں تھا کہ امام حسینؓ کربلا میں موجود ہیں اور دشمنوں نے ان کو ہر طرف سے گھیر رکھا ہے اسی لئے اس نے اجازت بھی دی تو ایسے وقت جبکہ امامؓ شہید ہو چکے تھے۔ ہائے ۱۰ محرم ۶۱ھ کے فرشتوں کا خدا کتنا بے علم تھا! ممکن ہے کہ فرشتے بھی جنات کی طرح شیعہ ہوں اور ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ ان کا خدا بھی ان ہی صفات کا حامل ہوگا جن کا ظہور شیعوں سے ہو رہا تھا، سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ شیعہ جنات شیعہ فرشتے اور ان کا شیعہ خدا اس وقت کہاں تھا جب کہ امام حسینؓ مدینہ سے روانہ ہوئے تھے مکہ میں آئے تھے اور جب کہ کربلا کی آخری منزل تک ان کو روکنے کی کوششیں کی جارہی تھیں۔ کاش شیعہ

Marfat.com

مصنف ایسی باتیں لکھ کر امام حسینؓ، جنات فرشتے اور ان کے خدا کے مرتبہ کو نہ گھٹاتے تو بہت اچھا ہوتا اور اہل علم ونظر کو ہنسنے کا موقعہ نہ ملتا!

حضرت امام حسینؓ کو مکہ سے کربلا تک لانے والے جھوٹے ہمدردوں کا سلسلہ آخر وقت تک قائم رہا اور جیسا کہ جلا العیون کا بیان ہے کہ عین معرکہ کارزار میں پہنچ کر بھی کچھ منافق اور ایمان کے کمزور لوگ آپ کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور حضرت امام حسینؓ کو کربلا کی مشکلات برداشت کرنے کے لئے ہزاروں کے مقابلہ میں تنہا چھوڑ دیا اور انہیں ایک آن کے لئے بھی یہ خیال نہ آیا کہ حضرت امام حسینؓ کو بلانے کے ہم ذمہ دار ہیں اور ہماری اس بے رخی اور غداری کے بعد حضرت امامؓ کو کتنے بڑے خطرات کا سامنا کرنا ہوگا۔

غرض وہ وقت آ ہی گیا جس کے لئے محبت کا جھوٹا ڈھونگ رچایا گیا تھا حضرت امام حسینؓ اپنے اہل وعیال اور ساتھیوں کے ساتھ کربلا میں خیمہ زن تھے اور سامنے ابن سعد اور شمر کے ساتھ وہ ہزاروں فوجی کھڑے تھے جو چند روز قبل شیعان کوفہ میں شامل تھے اور حضرت مسلمؓ کے ہاتھ پر امام حسینؓ کی بیعت کرنے میں پیش پیش تھے۔ حضرت امام حسینؓ نے ایک نظر میں سب کو دیکھ لیا اور ابن سعد وشمر کے ساتھ کھڑے ہوئے شیعان کوفہ کے سرداروں کا نام لے لے کر فرمایا!

''اے شیث بن ربعی، اے حجاب بن الجبیر اے قیس بن الاشعث اور اے یزید بن الحارث! کیا تم نے مجھے نہیں لکھا تھا کہ پھل پک گئے ہیں، زمین سرسبز ہوگئی ہے نہریں ابل پڑی ہیں آپ اگر آئیں گے تو اپنی فوج جرار کے پاس آئیں گے لہذا جلد آیئے اور دیر مت کیجئے۔''

کوفہ کے وہ شیعہ سردار جواب تک خاموش تھے اور حضرت امام کی کسی تقریر اور ملامت کا جواب نہیں دے رہے تھے۔ نام بنام تقریر سن کر کہنے لگے غلط ہے ہم نے آپ کو نہیں بلایا نہ خط لکھے اور نہ آپ کے پاس اپنے قاصد بھیجے۔ حضرت امام حسینؓ ان کی دروغ گوئی اور دیدہ دلیری کو دیکھ کر لال پیلے ہوگئے اور بڑے غصہ میں آ کر فرمایا سبحان اللہ! تم کتنا بڑا جھوٹ بول رہے ہو۔ واللہ تم ہی نے خطوط لکھے تھے اور تم ہی نے بلایا تھا، اس کے بعد آپ نے آواز کو ذرا اور بلند کرتے ہوئے فرمایا!''اے لوگو! چونکہ تم اب مجھ کو ناپسند کرتے ہو اس لئے بہتر ہے کہ تم مجھے چھوڑ دو اور میں یہاں سے واپس چلا جاؤں۔'' کوفیوں میں سے قیس بن الاشعث نے کہا''بہتر یہ ہے کہ آپ خود کو اپنے چچازاد بھائیوں کے حوالے کردیں وہ آپ کے ساتھ وہی سلوک کریں گے جو آپ کو پسند ہے اور ان کی طرف سے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ حضرت امام حسینؓ نے فرمایا تم سب ایک ہی ہو، اے قیس کیا تو چاہتا ہے کہ بنی

Marfat.com

ہاشم تجھ سے مسلم بن عقیل کے ساتھ ایک اور خون کا مطالبہ کریں، نہیں! واللہ میں، ذلت کے ساتھ کبھی اپنے آپ کو ان کے حوالہ نہیں کروں گا۔'' (ابن جریر)

اس کے بعد شیعان کوفہ کے سرداروں کا اشارہ پاتے ہی دشمن کے لشکر نے امام حسینؓ کی طرف سے بڑھنا شروع کر دیا۔ امام کا ایک ساتھی زہیر بن القیس گھوڑا بڑھا کر لشکر کے سامنے پہنچا اور بلند آواز سے کہنے لگا!

''اے شیعان کوفہ! اللہ کے عذاب سے ڈرو میں تم کو اپنا بھائی سمجھ کر نصیحت کرتا ہوں اور سب کو اپنا بھائی جانتا ہوں کیونکہ ہم تم سب ایک ہی طریقہ پر ہیں اگر تلوار درمیان میں آ گئی تو محبت ٹوٹ جائے گی ہم تم کو اہل بیت کی مدد کے لئے بلاتے ہیں یقین کرو ان حاکموں سے تم کو کبھی بھلائی نہیں پہنچے گی۔ یہ تمہاری آنکھیں پھوڑیں گے ہاتھ پیر کاٹیں گے چہرے بگاڑیں گے اور نیکوکار لوگوں کو قتل کریں گے۔''

زہیر کی تقریر سن کر کوفی برہم ہو گئے اور زہیر کو سخت وست کہنے لگے وہ شیعہ کوفی جو کبھی اہل بیت کی محبت کا دم بھرتے تھے ابن زیاد کی تعریفیں کرنے لگے اور چلا چلا کر کہنے لگے۔

''خدا گواہ ہے کہ ہم اس وقت تک یہاں سے نہیں ٹلیں گے جب تک حسینؓ اور اس کے ساتھیوں کو قتل نہیں کر دینگے یا ان کو گرفتار کر کے امیر کے سامنے کھڑا نہ کر دیں۔''

امام حسینؓ کے ساتھی زہیر نے کوفیوں کی باتیں سن کر جواب دیا اے شیعان کوفہ! سمیہ کے بیٹے ابن زیاد سے زیادہ فاطمہؓ کے بیٹے امداد کے مستحق ہیں تم از کم اولاد رسول کا اتنا تو پاس کرو کہ ان کو قتل نہ کرو اور ان کو ان کے چچازاد بھائی یزید بن معاویہ کے پاس جانے دو تاکہ وہ آپس میں اپنا معاملہ طے کر لیں، میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یزید کو خوش کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ تم امام حسینؓ کو قتل کرو۔

(مولانا ابوالکلام بحوالہ ابن جریر وشرح نہج البلاغہ)

اس کے بعد فوج حرکت میں آ گئی کسی کوفی پر زہیر اور امام حسینؓ کے کہنے سننے کا کوئی اثر نہیں ہوا البتہ حُر بن یزید نے کوفیوں میں سے نکل کر امام حسینؓ کی طرف آنے کا ارادہ کیا تو اس کے ایک ساتھی نے کہا مجھے تمہاری نیت مشتبہ معلوم ہوتی ہے۔ حُر نے جواب میں کہا ہاں مین نے جنت کا انتخاب کر لیا ہے اور یہ کہتے ہوئے گھوڑے کو ایڑ لگا کر امام حسینؓ کے سامنے حاضر ہو کر اپنی خدمات پیش کر دیں اور عرض کیا۔

''یا ابن رسول اللہ! میں ہی وہ بد بخت ہوں جس نے آپ کا راستہ روکا اور آپ کے پیچھے لگا رہا اور آپ کو اس کرب وبلا کے میدان میں اترنے پر مجبور کیا۔ میرے خیال میں بات نہیں تھی کہ یہ لوگ آپ کی شرطیں منظور نہیں کریں گے اور معاملہ اس حد تک پہنچ جائے گا ورنہ میں ایسا نہیں کرتا میں اپنی

Marfat.com

خطاؤں پر نادم ہوں اور توبہ کے لئے آپ کے پاس آیا ہوں تا کہ خود کو آپ پر قربان کردوں۔"

حضرت امام حسینؓ نے حُر کے حق میں دعائے خیر کی اور وہ پلٹ کر کوفیوں کے سامنے پہنچے اور کہنے لگے۔

"اے لوگو! امام حسینؓ کی پیش کردہ شرطیں کیوں نہیں منظور کر لیتے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ ان کی شرائط کہ وہیں لوٹ جائیں جہاں سے آئے ہیں۔ یزید کے پاس جا کر اپنا معاملہ خود ہی طے کر لیں۔ یا کسی سرحد پر چلے جائیں اور سرحدیوں کے ساتھ مل کر جہاد میں مصروف رہیں۔"

قبول کر لی جائے اے شیعان کوفہ! تم کو اپنی بد عہدی غداری اور دھوکہ بازی پر شرم نہیں آتی۔

حُر کی اس تقریر کے بعد کوفیوں نے تیروں کی بارش شروع کر دی امام حسینؓ کی طرف سے سب سے پہلے عبداللہ بن عمیر الکلبی نے حملہ کیا ان کے ساتھ ان کی بیوی بھی جنگ کر رہی تھی دونوں کام آئے اور جنگ نے شدت اختیار کر لی تھوڑی دیر کے بعد ذرا میدان میں سکون پیدا ہوا تو پتہ چلا کہ حسینی فوج کے نامور بہادر مسلم بن عوسجہ زخموں میں چُور پڑے ہیں حضرت امامؓ قریب گئے انہوں نے آخری سانس ختم کی اور امامؓ نے ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔

شمر ذالجوشن جو میسرہ کا سردار تھا آگے بڑھا اور سخت حملہ کر دیا تھوڑی دیر میں امام حسینؓ کے ۳۲ سواروں کے گھوڑے بے کار ہو گئے اور پیدل جنگ کی نوبت آ گئی، حر بن یزید ریاحی زمین پر تلوار ہاتھ میں لئے بڑی دلیری سے لڑ رہے تھے اور یہ شعر پڑھتے تھے۔

"اگر تم نے میرا گھوڑا بیکار کر دیا تو کیا ہوا؟ میں شریف کا بیٹا ہوں اور خوفناک شیر سے زیادہ بہادر ہوں۔"

حضرت امام حسینؓ کے ساتھیوں میں حر بن یزید، حبیب ابن مظاہر زہیر الیقین نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا اور شہید ہو گئے پھر دو غفاری نوجوان آئے وہ بھی مارے گئے ان کے بعد دو جابری نوجوانوں نے تلوار کھینچی دیر تک لڑے اور دنیا سے رخصت ہو گئے اس کے بعد حنظلہ بن اسعد نے قدم بڑھایا اور شہید ہوئے یہاں تک کہ ساتھیوں میں کوئی باقی نہیں رہا اور بنی ہاشم کے نوجوانوں کی باری آ گئی اور ایک ایک کر کے مندرجہ ذیل نوجوان میدان کربلا کی نذر ہو گئے۔

حضرت علی اکبر ابن حسینؓ، حضرت قاسم ابن حسن، عباس بن علی محمد ابن ابی سعید بن عقیل، عبداللہ بن مسلم بن عقیلؓ، عبداللہ بن عقیل، عبدالرحمن بن عقیلؓ، جعفر بن عقیل، محمد بن عبداللہ بن جعفرؓ، عون بن عبداللہ بن جعفرؓ، عبداللہ بن علیؓ، عثمان بن علیؓ، محمد بن علیؓ، ابوبکر بن علی، ابوبکر بن الحسنؓ اور عبداللہ بن الحسنؓ، عبداللہ بن الحسینؓ۔

Marfat.com

افسوس کہ شیعان کوفہ کی غداری اور دھوکہ بازی کی وجہ سے خاندان مصطفیٰ کے کتنے نوجوانوں کو اپنی زندگیوں سے محروم ہونا پڑا یہاں تک کہ حضرت امام حسینؓ تنہا رہ گئے اور بیمار زین العابدین کوفی چاہتے تھے کہ خیموں میں گھس پڑیں مگر امام حسینؓ کوفیوں کی فوج پر ٹوٹ پڑے بہت کو موت کی نیند سلا دیا دیر تک لڑتے رہے حلق پیاس کی شدت سے خشک ہو رہا تھا آپ نے میدان سے فرات کا رخ کیا تا کہ تھوڑا پانی پی کر سکون حاصل کریں مگر اسی اثناء میں ایک تیر آیا اور گلے کے قریب پیوست ہو گیا آپ نے تیر کھینچ لیا اور چاہتے تھے کہ خیمہ کی طرف جائیں کہ شمر کے جوش دلانے پر کوفہ کے ایک شیعہ زرحہ بن شریک تمیمی نے شانہ پر تلوار کا ہاتھ چھوڑ دیا اور ساتھ ہی نجف کے ایک شخص سنان بن انس نے نیزہ مارا اور حضرت امام حسینؓ زمین پر گر پڑے اور سنان بن انس نے آپ کا سرتن سے جدا کر دیا اور اسے خولی بن یزید اصبحی کے حوالہ کر دیا اور جلدی سے عمرو بن سعد کے پاس پہنچا اور کہنے لگا لاؤ وہ انعام کہاں ہے جس کے لالچ میں میں نے سب سے بڑے بادشاہ کو قتل کیا ہے وہ بادشاہ جس کے ماں باپ سب سے افضل ہیں عمرو بن سعد نے بڑی سختی سے ڈانٹا اور کہا خاموش ہو جاؤ اگر عبیداللہ بن زیاد سنے گا تو تجھے ابھی قتل کرا دے گا۔

حضرت امام حسینؓ کے بعد شیعان کوفہ نے آپ کی لاش پر سے تمام کپڑے اتار لئے اور لوٹنے کے لئے خیموں میں گھس گئے وہ عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا چاہتے تھے کہ عمرو بن سعد نے بڑی سختی سے حکم دیا کہ عورتوں کے خیموں میں کوئی نہ گھسے اور عابد بیمار پر کوئی ہاتھ نہ اٹھائے نہ بچوں کو پریشان کرے اور جس نے کچھ مال واسباب لوٹا ہے فوراً واپس کر دے۔ امام زین العابدین نے عمرو بن سعد کی آواز سنی تو بلند آواز سے فرمایا۔ اے عمرو بن سعد! اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے تیری زبان نے ہمیں بچا لیا۔

(داستان کربلا از مولانا آزاد)

شیخ محمد اسماعیل پانی پتی کے بیان کے مطابق شیعان حسینؓ معلوم نہیں کس مٹی کے بنے ہوئے تھے کہ وفاداری اطاعت، ہمدردی اور خلوص کا ان میں ایک حقیر سے حقیر جذبہ بھی نہیں تھا عین میدان جنگ میں بھی جب کہ لڑائی کی آگ زور وشور سے بھڑک رہی تھی اور حضرت امامؓ بے یار ومددگار تن تنہا شیعان کوفہ کا مقابلہ کر رہے تھے کہ ایک ساتھی ضحاک بن عبداللہ مشرقی جو شروع سے امامؓ کے ساتھ تھا یک آگے بڑھا اور کہنے لگا۔

''یا حضرت! میں نے آپ سے کہہ دیا تھا کہ میں اس وقت تک لڑوں گا جب تک میرا دل چاہے گا اور جب دیکھوں گا کہ کام مشکل ہو گیا ہے تو میں جنگ بند کر کے اور ساتھ چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔''

Marfat.com

حضرت امام حسینؓ نے جواب میں فرمایا۔''ہاں تم نے بیشک یہی کہا تھا مگر اس وقت جبکہ جنگ آخری مرحلہ پر پہنچ چکی ہے کشتوں کے پشتے لگ رہے ہیں اور اعدا ہر طرف پیہم حملے کر رہے ہیں ہم ان کے نرغہ میں ہیں اور انہوں نے ہمارے لئے باہر نکلنے کی ہر راہ مسدود کردی ہے ایسی حالت میں تم میدان جنگ سے کس طرح بھاگ سکتے ہو؟ اگر تم میں اتنی ہمت اور جرأت ہے اور دشمنوں کے حلقے توڑ کر نکل سکتے ہو تو بیشک نکل جاؤ میں تم کو اس امر پر کوئی الزام نہیں دوں گا کہ ایسے سخت اور صعب وقت میں تم مجھے چھوڑ کر چلے جا رہے ہو، ہزاروں شیعوں نے مجھے چھوڑ دیا تو میں نے ان کا کیا کر لیا جو تمہارا کچھ کرلوں گا جاؤ اگر نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ۔''

ضحاک حضرت امام حسینؓ کی باتیں سن کر ایک خیمہ کی طرف بڑھا جہاں اس نے پہلے سے اپنا گھوڑا چھپا رکھا تھا گھوڑے کو خیمے سے نکالا اور اس پر بیٹھ کر بھاگ کھڑا ہوا کچھ لوگ تعاقب میں دوڑے مگر وہ کہاں ہاتھ آتا تھا۔

لڑائی کے خاتمے کے بعد ظالموں نے مظلوموں کے سر کاٹ لئے اور دھڑوں کو جنگل میں پھینک دیا عورتیں اور بچے گرفتار کر لیے اور حضرت امام زین العابدین کو ساتھ لے کر کوفہ کا راستہ لیا کربلا کا یہ المناک حادثہ ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ مطابق ۱۰ اکتوبر ۶۸۰ء کو دوپہر ڈھلے بعد واقع ہوا تھا جسے تاریخ میں خون کے حروف سے لکھا گیا ہے امام حسینؓ کے ۷۲ ساتھی جاں بحق ہوئے اور تقریباً ۸۸ مخالفین کام آئے۔

اہل بیت کا یہ لٹا ہوا قافلہ جب کوفہ کی سڑکوں سے گزرا تو شیعان کوفہ ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھروں سے نکل آئے اور بہت سے لوگ گھروں کی چھتوں پر چڑھ کر اس المناک منظر کو دیکھنے لگے کچھ نرم دل عورتیں اور مرد اس منظر کو دیکھ کر آنسو بہانے لگے۔ حضرت زینبؓ نے جب شیعان کوفہ کے یہ مگر مچھ والے آنسو دیکھے تو غصہ سے سُرخ ہوگئیں اور سواری پر بیٹھے بیٹھے بلند آواز سے فرمانے لگیں۔

''اے بے حیاؤ اور اے بے شرمو! تم کو مصنوعی آنسو بہاتے ہوئے غیرت نہیں آتی، تم میں ذرا بھی شرم ہو تو ڈوب مرو اور کسی کو منہ نہ دکھاؤ پہلے تم ہی نے میرے پیارے بھائی کو اطاعت فرمانبرداری اور عقیدت کے ہزاروں خطوط لکھ کر یہاں بلایا اور جب وہ تمہاری باتوں پر اعتبار کر کے یہاں آتے تو تم نے تیروں، تلواروں اور خنجروں سے ان کے جسم کو چھلنی کر دیا اے کوفہ کے شیعہ غدار دا بے ایمانو! اے منافقو! تم نے جگر گوشہ رسولؐ کو شہید کر کے اپنا دائمی ٹھکانہ دوزخ میں بنالیا ہے اور سب سے نچلے حصہ میں بنالیا ہے اے بدبختو! تم قیامت میں خدا کے سامنے کس طرح جاؤ گے۔ اے بدکار رد! تم رسول اللہؐ کو کس طرح منہ دکھاؤ گے۔ دور ہو جاؤ ہمارے سامنے سے اور ہمیں اپنا منحوس چہرہ نہ دکھاؤ۔ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کی فرشتوں کی اور نیک لوگوں کی تم پر ابدی لعنت ہو اور تم ہمیشہ خدا کے غصہ اور غضب میں گرفتار ہو خدا تمہیں ذلیل کرے اور تمہاری ناپاک نسلوں کو جہنم کا کندہ بنائے اور تم کبھی راحت کا منہ نہ دیکھو۔''

حضرت زینبؓ کی لعنت ملامت کے بعد امام زین العابدینؓ اور حضرت سکینہؓ بنت حسینؓ نے بھی شیعان کوفہ کو بہت سخت الفاظ میں لعنت و ملامت برسائی اور فرمایا۔

''تم لوگ عادی مجرم ہو تم نے میرے دادا کے ساتھ بے وفائی کی، میرے چچا کے ساتھ غداری کی اور میرے باپ کو قتل کرایا اور اب بے حیا بن کر ہمارے سامنے آ کھڑے ہوئے، دور ہو جاؤ ہم تمہاری صورت دیکھنے کے روادار نہیں ہیں اور نہ تم سے کوئی واسطہ اور تعلق رکھنا چاہتے ہیں۔''

اہل بیت کی ملامت سن کر کوفی پانی پانی ہو گئے اور ان کو اپنے کرتوت ایک ایک کر کے یاد آنے لگے مگر بڑے ڈھیٹ اور بے حیا تھے یہ شیعان کوفہ اتنی ملامت کے بعد بھی انہوں نے زخم پر نمک چھڑکنے کے لئے کچھ کھجوریں اور روٹیاں حضرت زینبؓ کے سامنے پیش کیں، حضرت زینبؓ نے وہ سب کچھ ان کے منہ پر مار دیا اور چلا کر فرمایا ''میرے بھائی کو کربلا میں ذبح کرنے کے بعد میرے سامنے روٹیاں پیش کرتے ہو تمہیں شرم نہیں آتی''

اہل بیت کا یہ قافلہ رات کے وقت ابن زیاد کے سامنے پہنچا اور صبح ۱۱ محرم کو ابن زیاد نے زہیر بن قیس کی نگرانی میں اس قافلہ کو دمشق میں یزید کے پاس بھجوا دیا امام زین العابدینؓ کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے کپڑے میلے اور پھٹے تھے عورتوں کی چادریں میلی ہو رہی تھیں اور بچوں کا لباس بوسیدہ ہو رہا تھا اور پورا قافلہ غم و الم کی تصویر بنا ہوا تھا۔

زہیر بن قیس نے قافلہ کو یزید کے سامنے پیش کرتے ہوئے جنگ کی پوری داستان سنائی اور انعام کے لالچ میں خوب نمک مرچ ملایا یزید بن معاویہ نے پوری داستان سنی اور اہل بیت کی حالت پر نظر ڈالی تو دم بخود رہ گئے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دیر تک بولنے کی ہمت نہ ہوئی، آخر بڑے گرج کر حکم دیا کہ زین العابدین کے ہاتھ کھول دیئے جائیں اور سب کو عمدہ لباس پہننے کے لئے دیا جائے۔ چنانچہ فوراً حکم کی تعمیل کی گئی سب نے کپڑے بدلے اور یزید نے امام زین العابدین کو بلا کر اپنی مسند پر برابر بٹھا لیا اور کہا ''یہ جو کچھ ہوا میری مرضی اور میرے حکم کے خلاف ہوا میں نے ہرگز امام حسینؓ کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا تھا اور اگر میں کربلا میں ہوتا تو امام حسینؓ کو ضرور معاف کر دیتا۔'' ناسخ التواریخ کی عبارت یہ ہے۔

''یزید لحئے سرفرو داشت وسخن نہ کرو وپس سر بر آور دو گفت قدر

Marfat.com

کت ارضی من طاعتکم بدذن قتل الحسین اما لو کنت صاحبہ لعفوت عنہ اگر من حاضر بودم عفو میداشتم"

اسی موقعہ پر یزید کے ایک درباری مخصر بن ثعلبہ نے یزید کو خوش کرنے کے لئے حضرت امام حسینؓ کی شان میں کچھ گستاخانہ جملے کہے مگر یزید نے اسے سخت ڈانٹ پلائی اور کہا "تیری ماں نے ایسا خبیث بچہ اور کوئی نہیں جنا ہوگا جیسا تو ہے تجھ پر اور ابن زیاد پر دونوں پر خدا کی ہزار در ہزار لعنت ہو" اس کے بعد شمر نے یزید کے پاس آ کر بڑے فخریہ انداز میں کہا کہ "اب تو میری جھولی زر و جواہر سے بھر دیجئے کیونکہ میں نے آپ کے ایک ایسے دشمن کو ہلاک کیا ہے جو عوام میں خیر الناس سمجھا جاتا تھا اور اپنی عادات کی بناء پر فرشتہ سمجھا جاتا تھا اور جو عورتوں سے پیدا ہونے والوں میں سب سے بہتر تھا" یزید نے شمر سے کہا کہ جب تو ان کو خیر الناس سمجھتا تھا تو پھر کاہے کو قتل کیا۔

شمر نے جواب میں کہا آپ کو خوش کرنے کے لئے تاکہ آپ خوش ہو کر مجھے مالا مال کر دیں۔ یزید نے فوراً جواب دیا "ھر گز تر از من فائدہ نہ خواھد رسید" شمر یہ جواب سن کر سخت مایوس ہوا اور ناکام و نامراد دربار سے واپس ہو گیا اور نہایت ذلت و بدنصیبی کی موت مر گیا یہ ناسخ التواریخ کا بیان ہے۔

خلاصۃ المصائب کے مصنف کا بیان ہے کہ جس وقت کربلا سے آئی ہوئی عورتیں اور بچے یزید کے سامنے لائے گئے تو یزید نے فوراً شاہی محل میں سب کو بھجوا دیا اور حکم دیا کہ سب کو غسل کرا کے نیا لباس زیب تن کرایا جائے اور اس کے بعد ہی اس دل دوز کیفیت سے متاثر ہو کر رونے لگے آنکھیں آنسو بہانے لگیں ہاتھ میں ایک کپڑا تھا اور اس سے وہ آنسو پونچھتے جا رہے تھے۔ (خلاصۃ المصائب ص ۳۰۲)

"جس وقت عورتیں اور بچے یزید کے محل میں داخل ہوئے تو یزید کی ہدایت کے مطابق یزید کی بیوی جن کا نام ہند بنت ابن عامر تھا اور آل سفیان کی بہت سی عورتوں نے اپنے زیور اتار ڈالے اور ماتمی لباس پہن لیا۔ نالہ و بکا کی آواز بلند کی محل میں کہرام مچ گیا اور تین دن تک برابر یزید کے محل میں رنج و غم کا اظہار ہوتا رہا۔" (جلاء العیون ص ۵۲۶)

ناسخ التواریخ کا یہ بیان ہے کہ جس وقت مظلوم قافلہ دمشق پہنچا اور یزید کی بیوی کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو وہ روتی چلاتی ننگے پاؤں ننگے سر بلا پردہ محل سے باہر نکل آئیں اور مجمع عام کے سامنے اپنے شوہر یزید کی اس غفلت پر برا بھلا کہنے لگیں یزید نے دیکھا تو دوڑ کر ان کے سر پر چادر ڈال دی اور کہا کہ

Marfat.com

گھر میں جا کر فرزند رسولؐ کی شہادت پر اپنے غم کا اظہار کرو۔ میری کوئی خطا نہیں ہے ابن زیاد نے جلدی کی میں ہرگز اس کو پسند نہیں کر سکتا تھا''ادر ابکشت خدایش بکشد'' (یعنی ابن زیاد نے قتل کیا ہے خدا اسے مارے) (ناسخ التواریخ)

یزید نے ابن زیاد کے حق میں جو بددعا کی تھی، بڑی جلدی مقبول ہوئی اور تھوڑے ہی دن بعد مختار بن عبیدہ ثقفی نے کوفہ کی حکومت پر قبضہ کرنے کے بعد ابن زیاد کا سر کاٹ کر مدینہ میں امام زین العابدینؓ کے پاس بھیج دیا۔

حادثہ کربلا کے متعلق تمام کتب تواریخ میں یہ روایات تفصیل سے بیان کی گئی ہیں کہ یزید نے حضرت امام حسینؓ کے خاندان کے سب لوگوں کو کئی دن اپنے محل میں بڑے اعزاز واکرام سے ٹھہرایا ان کی مہمان نوازی اور دلجوئی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ ہر قسم کے آرام مہیا کر دیئے۔ حضرت امام زین العابدینؓ کو اپنے ساتھ دستر خوان پر کھانا کھلایا اور بڑی خاطر مدارت سے پیش آتے تھے۔ یزید نے حضرت امام زین العابدینؓ سے یہ بھی کہا کہ اگر آپ دمشق میں رہنا چاہیں اور یہاں کی سکونت پسند کریں تو میں آپ کی رہائش کے جملہ انتظامات کر دوں اور آپ کسی طرح کی تکلیف محسوس نہیں کریں گے اور اگر آپ مدینہ میں قیام کرنا پسند کرتے ہیں تو میں آپ کو روکنا بھی نہیں چاہتا بلکہ یقین دلاتا ہوں کہ وہاں کے قیام میں بھی آپ کے آرام واخراجات کا ہمیشہ خیال رکھوں گا۔''

حضرت زین العابدینؓ نے فرمایا کہ میں مدینہ طیبہ میں رہنے کو پسند کرتا ہوں چنانچہ یزید بن معاویہ نے جملہ انتظامات سفر کر دیئے فوج کا ایک دستہ نعمان بن بشیر کی سرکردگی میں ان کے ہمراہ کیا اور سخت تاکید کر دی کہ راستہ میں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔ راستہ کے لئے کھانے پینے کی جملہ ضروریات آپ کے ساتھ روانہ کیں اور بہت کچھ نقد پیسہ اور دیگر ساز وسامان اور تحائف وہدایا آپ کی نظر کیا اور کہا!

''یہ اس ظلم کا بدلہ ہے جو آپ پر ہوا، خدا ابن مرجانہ (ابن زیاد) پر لعنت کرے جس نے یہ لعنتی فعل کیا میں اگر اس کی جگہ ہوتا تو امام حسینؓ جو کچھ طلب کرتے ان کو دیتا اور ان کے قتل پر ہرگز راضی نہ ہوتا، مجھے امید ہے کہ آپ کبھی کبھی اپنی خیریت سے مطلع فرماتے رہیں گے اور جب کبھی آپ کو کوئی ضرورت پیش آئے گی آپ بلا تامل مجھے لکھیں گے میں ہر حکم کی تعمیل کو اپنے لئے فخر سمجھتا رہوں گا۔''

(جلاء العیون، مہیج، ناسخ التواریخ)

اس کے بعد جب تک یزید زندہ رہے حادثہ کربلا پر اپنے گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے رہے اور

Marfat.com

اکثر و پیشتر وہ اس المناک واقعہ کو یاد کر کے کہا کرتے تھے۔

''مجھے کیا ہو گیا تھا؟ کاش! میں اپنے اوپر تھوڑی سی تکلیف گوارا کر لیتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق اور رشتہ داری کے حقوق کو پہچانتے ہوئے امام حسینؓ کو اپنے ساتھ گھر میں رکھتا ان کے مطالبہ پر غور کرتا خواہ اس سے میری قوت طاقت اور سلطنت میں کمی اور کمزوری کیوں نہ پیدا ہوتی تاہم میں ہر بات کو گوارا کرتا مگر امام حسینؓ کے قتل پر کبھی راضی نہ ہوتا۔ خدا کی ہزار لعنتیں ہوں ابن زیاد پر جس نے میری مرضی کے خلاف حسینؓ کو لڑنے پر مجبور کیا، خصوصاً اس وقت جبکہ حسینؓ نے اس سے کہا تھا کہ وہ خود مجھ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں وہ اگر ان کو میرے پاس بھیج دیتا تو میں ضرور ان کی پیش کردہ شرائط مان لیتا جب انہوں نے اس سے یہ بات کہی تھی کہ مجھے چھوڑ دو میں سرحد پر جا کر کفار سے جہاد میں مشغول ہو جاتا ہوں تو اس بدبخت نے ان کو کیوں روکا؟ خدا کا غضب اور لعنت اس پر ہو، میں قتل حسینؓ سے بری الذمہ ہوں۔ (شیخ محمد اسماعیل بحوالہ عمر ابوالنصر)

حادثہ کربلا کے سلسلہ میں اب تک جو واقعات بیان کئے جا چکے ہیں اور یزید کا امام حسینؓ کے پسماندگان کے ساتھ جو سلوک رہا ہے اس سے کئی نتائج اخذ کئے جا سکتے ہیں ایک آدمی یزید کو اصل مجرم بھی سمجھ سکتا ہے اور یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ یزید نے اہل بیت حسینؓ کے ساتھ جو نرم برتاؤ کیا وہ محض دکھانے کے لئے تھا اور یہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ اس حادثہ کی تمام تر ذمہ دری ابن زیاد اور شمر ذالجوشن کے سر ہے، جنہوں نے یزید کو خوش کرنے اور بڑے بڑے انعامات لینے کے لالچ میں ایسا کیا اور یہ بھی رائے قائم کی جا سکتی ہے کہ امام حسینؓ کی شہادت اور اہل بیت کی رسوائی و پریشانی کے اصل ذمہ دار وہ شیعان کوفہ ہیں جنہوں نے ہزارہا خطوط لکھ کر حضرت امام حسینؓ کو یہ یقین دلایا کہ ہم آپ کے والد، بھائی اور آپ کے سچے جاںنثار ہیں اور ہم کو یزید کی خلافت سے سخت نفرت ہے۔ آپ کوفہ آ جائیے ہم آپ کے ساتھ رہ کر اور آپ کی بیعت کر کے خلافت کو یزید سے چھیننے میں کامیاب ہو سکیں اور جب حضرت مسلم کوفہ آئے تو ان کی بیعت کر کے پھر گئے ابن زیاد کی فوج میں شامل ہو کر کربلا میں پہنچے اور اس امام پر جس کی بیعت کے لئے خطوط لکھے تھے بے شمار تیر برسائے خیموں کو لوٹا اور کوفہ کی سڑکوں پر تماشائی بن کر تباہ شدہ اہل بیت حسینؓ کے دیکھنے کے لئے جمع ہوئے۔

اگر یہ کہا جائے کہ اصل مجرم یزید تھے اور انہیں کے اشارے اور حکم سے امام حسینؓ کو شہید کیا گیا تو پھر شیعہ مورخین کی بیان کردہ روایات کی روشنی میں یہ سوچنا پڑے گا کہ جب امام حسینؓ کے اصل قاتل اور حادثہ کربلا کے تمام تر ذمہ دار یزید بن معاویہ تھے تو پھر ان کو اس کی کیا ضرورت تھی کہ اظہار افسوس

Marfat.com

کرتے اور قاتلان حسینؓ پر لعنت وملامت بھیجتے ان کو تو جشن مسرت منانا چاہئے تھا کیونکہ ان کی حکومت کے راستہ سے ایک بڑی رکاوٹ دور ہو چکی تھی اور اگر انہوں نے یہ طریقہ اس لئے اختیار کیا تھا کہ وہ رعایا سے ڈرتے تھے اور ملک میں بغاوت کا اندیشہ تھا تو پھر فوجیں متعین کر کے امام حسینؓ سے مقابلہ کرنا تو بہت ہی زیادہ باعث بغاوت تھا ایسی صورت میں لڑائی ومقابلہ تو درکنار وہ اتنی بھی ہمت نہیں کر سکتے تھے کہ امام کی شان میں ایک لفظ بولیں یا آنکھ اٹھا کر دیکھیں۔

اور ایک یہ بات بھی غور کرنے کی ہے کہ اگر یزید کے ایماء سے امام حسینؓ شہید کئے گئے تھے اور اس حادثہ کے سب سے بڑے مجرم یزید ہی تھے تو سب سے زیادہ ان کو قاتل حسینؓ سمجھنے اور کہنے کا حق امام زین العابدینؒ اور حضرت زینبؓ کو تھا مگر شیعہ مورخین کی روایت پڑھ کر جب ہم امام زین العابدینؒ کو یزید کے دسترخوان پر دیکھتے ہیں ان کی مسند پر برابر بیٹھا ہوا پاتے ہیں اور عورتوں اور بچوں کو ان کے محل میں قیام کرتے نہاتے دھوتے اور لباس بدلتے ہوئے دیکھتے ہیں اور پھر یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ جب یزید کی طرف سے حضرت زین العابدینؒ کی خدمت میں زروجواہر اور ساز وسامان پیش کیا جاتا ہے تو اسے آپ خوشی سے قبول کر لیتے ہیں تو بڑی حیرت ہوتی ہے یہ دیکھ کر کہ آخر امام زین العابدینؒ کی غیرت خودداری حمیت اور عزت نفس کو کیا ہو گیا تھا کہ انہوں نے اپنے والد کے قاتل یزید کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا اور کئی دن مسلسل کھایا یزید کی مسند پر بیٹھے، یزید کے پیش کئے ہوئے تحائف کو قبول کیا اور یزید کے دیئے ہوئے کپڑے پہنے اور ان کو ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خیال نہیں آیا کہ میں اپنے والد کے قاتل کے ساتھ بیٹھا ہوں اور نہ کبھی اپنی زبان پر کوئی ایک ایسا لفظ لائے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ یزید ہی اس تمام واقعہ کے ذمہ دار تھے وہ اگر یزید کو قاتل سمجھتے تو ضرور کہہ سکتے تھے کہ ارے بدبخت! ہمارے باپ، بھائی اور عزیزوں کو قتل کرانے کے بعد اور خاندان حسینؓ کو برباد کرانے کے بعد ہمیں دسترخوان پر بٹھاتا ہے تحائف پیش کرتا ہے ہمارے لئے تو اور تیرا مال اور تیری مسند سب ملعون اور بدترین شے ہے مگر ایسی گفتگو کا تاریخ میں کہیں پتہ نہیں چلتا ہے۔

اگر شیعہ مؤرخین نے اس قسم کی روایات خاندان حسینؓ کے بلند و بالا اخلاق کو ظاہر کرنے کے لئے لکھی ہیں اور وہ ان کی فراخ دلی، عفو ورحم اور اخلاق وکرم کو ثابت کرنا چاہتے ہیں تو پھر شیعوں کو ان کی اس محنت پر پانی نہیں پھیرنا چاہئے اور ان روایات پر عمل کرتے ہوئے کسی وقت زبان نہیں کھولنا چاہئے اور پھر یہ کہ جس طرح انہوں نے صبر کر لیا اور خاموشی کے ساتھ یزید کی داد و دہش سے فائدہ اٹھاتے رہے شیعہ حضرات کو بھی انہیں کے نقش قدم پر چلنا چاہئے یہ کیا تماشہ ہے کہ دعویٰ تو اہل بیت سے محبت کا

Marfat.com

کریں اور عمل ان کے خلاف کریں۔

یزید کو امام حسینؓ کا قاتل ثابت کرنے کے لئے شہادت ناموں میں جو بہت سے غلط واقعات لکھے ہوئے ہیں ان میں ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ جس وقت امام حسینؓ کا سر مبارک یزید کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے اپنی چھڑی سے امام کے دانتوں کو چھوا اور ان کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کئے جسے یزید کے پاس بیٹھے ہوئے ایک صحابی برداشت نہ کر سکے اور انہوں نے یزید کو برا بھلا کہا، یہ روایت سراسر غلط غلط، من گھڑت اور بناوٹی ہے اور اس کی صحت میں ایک بھی ایسا ثبوت نہیں ملتا جس کی بنیاد پر اس روایت کو تقویت حاصل ہو۔ البتہ اس کے خلاف کئی شہادتیں ملتی ہیں جو اس روایت کو غلط ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہؒ اس روایت کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ جن صحابی کا اس روایت میں ذکر کیا گیا ہے اور یزید کو ان کی ملامت کا بیان ہے وہ اس وقت دمشق میں موجود ہی نہیں تھے ایسی صورت میں اس روایت میں کوئی جان نہیں رہتی (منہاج السنہ جلد ۴) پھر یہ کہ سر حسینؓ کے متعلق فروع کافی جلد اول باب وضع راس الحسینؓ مطبوعہ نول کشور کے صفحہ ۵۹۴ پر یہ عبارت موجود ہے کہ امام حسینؓ کا سر مبارک کوفہ کے راستہ میں دمشق جانے سے پہلے ہی ایک مخلص شیعہ کے ذریعہ نجف اشرف پہنچ گیا تھا اور وہاں دفن کر دیا گیا تھا اس روایت کی تصدیق امام جعفرؒ نے بھی فرمائی ہے جو کتاب کامل الزیارۃ میں موجود ہے اور اسی روایت کو ناسخ التواریخ میں بھی بیان کیا گیا ہے تو پھر دمشق میں امام حسینؓ کا سر آنے اور یزید کے چھڑی لگانے کا سوال ہی بے کار ہے۔

ایک دوسرا واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جس وقت خاندان حسینؓ کی عورتیں یزید کے دربار میں کھڑی تھیں تو ایک شخص نے حضرت علیؓ کی بیٹی فاطمہؓ کے متعلق یزید سے کہا کہ یہ مجھے دے دیجئے کیونکہ وہ بڑی حسین و جمیل تھیں حضرت زینبؓ کو اس کی یہ بات سن کر طیش آ گیا اور انہوں نے اس شخص سے کہا کہ اگر تو ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر بھی جائے گا تب بھی یہ لڑکی تجھے یا یزید کو نہیں مل سکتی ہے اس پر یزید اور حضرت زینبؓ میں تلخ کلامی بھی ہوئی اگرچہ اس قصہ کو طبری نے روایت کیا ہے مگر اس بناء پر اس کی صداقت ختم ہو جاتی ہے کہ اس روایت کا ایک راوی حاعث بن کعب سخت جھوٹا اور کاذب بیان کیا گیا ہے اور اس کی بیان کردہ روایات کو تسلیم کرنے سے مورخین و علماء نے انکار کیا ہے۔ پھر ایک بات یہ بھی قابل غور ہے کہ خاندان نبوت کی ۲۴ سالہ لڑکی اس آزادی کے ساتھ کھلے منہ کس طرح دربار یزید میں کھڑی ہو سکتی تھی اور غیر مردوں کی حریصانہ نظریں اس پر پڑتیں اور ایک شخص اس کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو کر یزید سے اس کے حاصل کرنے کی درخواست کرتا اور پھر شیعہ مورخین اس روایت کو کہاں

Marfat.com

لے جائیں گے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ جب فاطمہؓ بنت علیؓ کو اس شخص نے یزید سے مانگا تو یزید نے بڑے سخت لہجے میں جھڑک کر کہا۔

''کم بخت چپ ہو جا، تیری ماں تجھے روئے اور کبھی تجھے کوئی عورت میسر نہ آئے۔''

غرض اس بات کو تو شیعہ مورخین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یزید کو حادثہ کربلا کا انتہائی قلق تھا اور جب ان کے کانوں میں اس حادثہ کی خبر پہنچی تو وہ رنج وغم سے بے تاب ہو گئے اور آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ یہ ابو مخنف کا بیان ہے اور علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ حادثہ کربلا کے بعد محمد بن حنفیہؒ یعنی حضرت علیؓ کے صاحبزادے جب یزید سے ملنے دمشق گئے تو یزید نے امام حسینؓ کی تعزیت کرتے ہوئے کہا۔

''اللہ تعالیٰ حسینؓ کی موت پر مجھے اور تمہیں اجر وصبر عطا فرمائے واللہ یہ نقصان جتنا بھاری تمہارے لئے ہے اتنا ہی میرے لئے ہے ان کی موت سے جو تکلیف تم کو پہنچی ہے اتنی ہی مجھے بھی پہنچی ہے اگر ان کا معاملہ میرے پاس پہنچتا تو میں ان کی موت کو اپنی انگلیاں کاٹ کر اور اپنی آنکھیں دے کر بھی روکنے میں دریغ نہ کرتا اگرچہ انہوں نے مجھے بھلایا اور رشتہ کو کاٹا۔''

محمد بن حنفیہؒ نے یزید کی اس گفتگو کے بعد فرمایا۔

''اللہ تعالیٰ تمہارا بھلا کرے اور حسینؓ پر رحم فرمائے اور ان کے لئے مغفرت کے دروازہ کھولے، مجھے یہ معلوم ہو کر خوشی ہوئی کہ تم ہمارے نقصان کو اپنا نقصان سمجھتے ہو، بیشک حسینؓ اس بات کے مستحق نہیں ہیں کہ ان کو برا کہا جائے یا ان کی مذمت کی جائے، مجھے امید ہے کہ حسینؓ کے معاملہ میں آپ کی یہی روش رہے گی۔''

واقعہ یہ ہے کہ حادثہ کربلا کے اسباب وعلل کا متلاشی اگر بے شمار روایات اور متضاد بیانات میں الجھنے کے بجائے صرف امام حسینؓ کے اس سفر کو سامنے رکھے جو آپ نے مدینہ سے کربلا تک اختیار کیا اور ان واقعات کو دیکھے جو دوران سفر پیش آتے رہے تو بڑی آسانی سے اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ امام حسینؓ کی شہادت اور ان کے خاندان کی بربادی وتباہی کی تمام تر ذمہ داری ان شیعوں پر عائد ہوتی ہے جن کی بنیاد عبداللہ ابن سبا کی منافقانہ کوششوں سے پڑی تھی اور جنہوں نے خود کو حضرت علیؓ، امام حسینؓ اور اہل بیت کا فدائی ثابت کرتے ہوئے امام حسینؓ کو ہزاروں خطوط کوفہ بلانے کے لئے لکھے اور ان کو اس بات کا یقین دلایا کہ خلافت صرف آپ کا حق ہے، یزید نہ یہ کہ نااہل وفاسق ہے بلکہ آپ کے ہوتے ہوئے ہرگز اس بات کا مستحق نہیں ہے کہ تخت خلافت پر بیٹھے درحقیقت ان شیعوں کے ذہن پر عبداللہ بن سبا کا قبضہ تھا وہ اسلام کے پاس ہو کے بھی نہیں نکلے تھے وہ محب اہل بیت نہیں تھے بلکہ

Marfat.com

سے اس خیال کو نکال دیا اور وہ اپنی فطری نیکی وسادگی کی بنا پر شیعان کوفہ کی
وفریب سے بھری ہوئی عقیدت سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ آخر وقت تک کسی
نہیں دی اور مکہ سے کوفہ کا قصد کر دیا ان کے اس اٹل فیصلہ میں حکومت کے خلا
یزید کے خلاف خروج، وہ آغوش رسالت کے پر دردہ تھے، حق کی اشاعت و
ان کی روح بے چین تھی، شیعان کوفہ کے محبت بھرے خطوط دیکھ کر انہوں نے
نہیں سوچا کہ مجھے دھوکہ دیا جا رہا ہے اور یہ خط لکھنے والے وہی فریبی اور نام نہ
نے حضرت علیؓ اور امام حسنؓ کی محبت کا ڈھونگ رچا کر اسلام کو تباہ کرنے اور مس
برباد کرنے کی کوششیں جاری رکھیں ایسے کئی مواقع آئے جہاں حضرت امام
تبدیلی ہوئی اور وہ شیعوں کی مسلسل فریب کاریوں کو دیکھ کر اس بات کو پسند ک
ہو جاؤ، یزید کے پاس پہنچ جاؤں یا کسی اسلامی سرحد پر جہاد میں مصروف رہ کر و

Marfat.com

کوفہ نے ان کو ہر طرف سے گھیر گھار کر کربلا میں پہنچا دیا۔

دراصل امام حسینؓ کا مکہ سے کوفہ آنا کوفہ کے حکام کے لئے ایک بڑا پیچیدہ مسئلہ بن گیا تھا ان کے سامنے یہ بات بڑی تشویشناک تھی کہ امام حسینؓ مکہ سے کوفہ کیوں آ رہے ہیں؟ حضرت مسلمؓ کے ہاتھ پر ہزاروں شیعوں کی بیعت کا پس منظر کیا ہے؟ جس طرح حضرت امام حسینؓ شیعوں کی بد باطنی کو نہیں سمجھ سکے، اسی طرح کوفہ کے حکام کوفہ والوں کی بیعت کو دیکھ کر حکومت کے لئے خطرہ محسوس کرتے رہے یہ صورتحال کسی موقعہ پر سلجھنے میں نہیں آئی۔ بیعت کرنے والے بیعت توڑ کر ابن زیاد کے ہمنوا ہو گئے اور اسے اس بات کا پورا یقین دلایا کہ امام حسینؓ عراقیوں کو ساتھ لے کر یزید کی حکومت کا خاتمہ کرنا چاہتی ہیں ان پیچ در پیچ منافقانہ کارروائیوں کا نتیجہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا تھا کہ کربلا کا میدان کارزار بنے اور مسلمان ہمیشہ کے لئے اپنے اتحاد کو کھو بیٹھیں۔

آخر حضرت امام حسینؓ نے اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکے اور شیعان کوفہ یعنی عبداللہ بن سبا کے روحانی مریدوں نے ایک طرف تو امام حسینؓ کو اپنی محبت کا یقین دلایا اور دوسری طرف عین وقت پر مسلم کا ساتھ چھوڑ کر کوفہ کے حکام کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی کہ امام حسینؓ کا یہ سفر یزید کی حکومت کے خلاف ایک ایسا اقدام ہے کہ اگر اسے روکنے کے لئے سخت تدابیر اختیار نہیں کی گئیں تو یزید کی حکومت ختم ہو جائیگی اور بنی امیہ کے خاندان سے یہ اعزاز ہمیشہ کے لئے رخصت ہو جائے گا اسی لئے تو کربلا میں ابن زیاد کی فوجوں میں شیعان کوفہ کے بڑے بڑے سردار نظر آ رہے تھے اور حضرت امامؓ نے ان کو نام بنام مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ "میں خود نہیں آیا ہوں بلکہ تمہارا بلایا ہوا آیا ہوں مگر بات اب اس مرحلہ تک پہنچ چکی تھی کہ حضرت امامؓ کی تقریر بھی اس گتھی کو نہ سلجھا سکی کوفہ کے حکام یزید کی خوشنودی اور انعامات کی سوچ رہے تھے اور شیعان کوفہ مسلمانوں کی خانہ خرابی پر نظریں لگائے ہوئے تھے۔

امام حسینؓ کے طرز عمل سے واضح ہوتا ہے کہ وہ یزید سے بدگمان نہیں تھے بلکہ اپنے شیعوں کی حرکات دیکھ کر ان کو آخر وقت میں یقین ہو گیا تھا کہ مجھے اچھی نیت سے نہیں بلایا گیا ہے اسی لئے ان کی یہ خواہش تھی کہ مجھے یزید کے پاس جانے دیا جائے۔ وہ جانتے تھے کہ یزید سے ملنے کے بعد صورتحال صاف ہو جائے گی اور شیعان کوفہ کا طرز عمل بھی یزید کے علم میں آ جائے گا۔ یزید کی ذات حضرت امام حسینؓ کے لئے نہ نئی تھی اور نہ اجنبی تھی۔ وہ ان کے مزاج خیال اور کردار سے اچھی طرح واقف تھے انہوں نے قسطنطنیہ کے جہاد میں عرصہ تک یزید کی سپہ سالاری میں رومیوں کے خلاف تلوار چلائی تھی اور

Marfat.com

یہاں یہ بات بھی قابل یاد اور لائق ذکر ہے کہ حادثہ کربلا کے بعد سبائی تحریک مٹی نہیں بلکہ مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ اس تحریک نے ایک مستقل مذہبی فرقہ کی شکل اختیار کر لی اور اس کے رہنماؤں نے جن کا مقصد واحد اسلامی جمعیت میں انتشار پیدا کرنا تھا اور اب ان کے سامنے سوائے اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ اس تحریک کو مذہبی رنگ میں بدل دیں اور مسلمانوں میں ہمیشہ کے لئے جمہور مسلمین کے خلاف ایک فرقہ پیدا ہو جائے اپنی تمام تر کوششیں اسی مقصد کے لئے وقف کر دیں چنانچہ جیسے جیسے وقت گزرتا گیا سبائیت شیعیت سے بدلتی گئی اور وہ سبائی جنہوں نے شیعان کوفہ کے نام سے امام حسینؓ کو کوفہ میں بلانے کے خطوط لکھے تھے اور پھر اپنے وعدوں سے منحرف ہو کر ابن زیاد کے اشاروں پر چلے اور حادثہ کربلا کی نوبت آئی خود کو مستقل طور پر شیعان اہل بیت کہنے لگے۔

اس تحریک کے لیڈروں نے اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس فرقہ کو باقی رکھنے اور دائمی شکل دینے کے لئے ہزار ہا قسم کے عقائد اصول اور خیالات وضع کئے اگر چہ یہ موقع ان کی تفصیل بیان کرنے کا نہیں ہے تاہم چند باتیں ناظرین کی معلومات کے لئے درج کی جارہی ہیں۔

اس تحریک کے بانیوں کا بنیادی عقیدہ تھا کہ نبوت حضرت علیؓ کے لئے آئی تھی مگر جبرائیلؑ نے غلطی سے محمد ابن عبداللہ کے حوالہ کر دی اور علیؓ یہ دیکھ کر خاموش ہو گئے کہ چلو کوئی بات نہیں ہے گھر ہی میں ہے باہر نہیں گئی ہے۔ لہذا اس صورت میں نبیؐ کے وارث جانشین اور خلیفہ اول علیؓ ہی ہو سکتے تھے کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا تھا حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ ان تینوں نے علیؓ کے حق کو چھینا اور ان کو مسند خلافت کے قریب نہیں آنے دیا اس لئے یہ غاصب تھے خائن تھے، دشمن اہل بیت تھے، اطاعت رسول سے منہ موڑنے والے تھے، منافق تھے لہذا مستحق لعنت تھے کوئی شخص علیؓ اور حسینؓ کا سچا چاہنے والا اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک ان تمام لوگوں کو مستحق لعنت و ملامت نہ سمجھے جو علیؓ کو خلیفہ رسولؐ ہونے سے کسی بھی نوعیت سے روکتے رہے۔ (نعوذ باللہ من شرور انفسنا)

یہ عقیدہ بھی سبائیوں کا پیدا کیا ہوا تھا کہ حضرت علیؓ، امام حسینؓ اور کربلا سے تعلق رکھنے والے مومن ہیں۔ اور جو خلفائے ثلاثہ سے اپنے تعلق کا اظہار کریں مسلمان ہیں یہ عقیدہ بھی ان ہی کا تھا کہ جو خود کو مسلمان کہے وہ منافق تو رہ سکتا ہے مومن نہیں ہو سکتا غرض مومنین و مسلمین کی تفریق بھی سبائیوں کی سب سے بڑی کوشش تھی جو کامیاب ہوئی اور آج تک چل رہی ہے اور ایک فرقہ اپنے آپ کو مومن سمجھ کر تمام جہان کے کروڑوں مسلمانوں کو دشمن اہل بیت سمجھتے ہوئے جوش عقیدت میں ''دشمن ہوئے مسلمان'' کہتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہے یہ عقیدہ بھی سبائیوں کا تھا کہ معراج میں رسول اللہ کو اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

آواز سن کر علیؓ کی آواز کا دھوکہ ہوا اور جب انہوں نے پردہ ہٹایا تو اللہ کی بجائے علیؓ کو موجود پایا۔

عقائد اعمال اور عبادات کے سلسلہ میں سبائیوں نے صدہا چیزیں پیدا کیں یہاں تک کہ نماز روزہ، حج اور زکوٰۃ جیسی اہم بنیادی عبادتوں کی اہمیت کو ختم کر کے مذہب کو کربلا میں محصور کر دیا اور اس عقیدہ کی شدت سے تبلیغ شروع کر دی کہ سب سے بڑی اور اولین عبادت ان مصائب ومظالم کا اظہار بیان ہے جو کربلا میں حسینؓ اور ان کے ساتھیوں پر ڈھائے گئے۔ چنانچہ مصائب کی فرضی داستانیں تیار کی گئیں اور ان کو مجالس میں بیان کیا جانے لگا۔ ماتمی جلوس، سینہ کوبی، تابوت، علم اور دوسری بہت سی نئی بدعتیں ایجاد کیں جن کو اسی تحریک کے حامیوں نے آگے چل کر اتنا بڑھا دیا اور ایسی اہمیت دی کہ اسلام کی جملہ بنیادی عبادتیں اور اعمال لوگ بھول گئے اور ان کا مستقل عقیدہ بن گیا کہ نجات کے لئے کربلا کے مصائب سن کر چند آنسو بہالینا ہی کافی ہے۔

چونکہ سبائیوں کی غرض اسلام کے ماننے والوں میں انتشار اور ضعف پیدا کرنا تھا اس لئے انہوں نے احکام اسلام میں بھی ترمیم واضافہ شروع کر دیا اور یہ کوشش بھی اس شدت سے کی کہ عقائد کی طرح ظاہری اعمال اور عبادات میں بھی زمین آسمان کا فرق پیدا کر دیا یہاں تک کہ اسلام کا بنیادی کلمہ بھی اپنی اصلی حالت پر قائم نہ رہ سکا۔

غرض سبائیوں کی حرکات سے اسلام کے اتحاد کو بہت بڑا نقصان پہنچا اور ایک فرقہ قرآن، حدیث اور سیرت رسولؐ وصحابہؓ کو نظر انداز کر کے کربلا ہی کو مذہب کا سب سے بڑا حصہ سمجھنے لگا، حالانکہ یہ بہت موٹی سی بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے پورے پچاس برس بعد کربلا کا حادثہ واقع ہوا اور دین کی تکمیل حیات رسولؐ ہی میں ہو چکی تھی ایسی صورت میں کربلا کا حادثہ مسلمانوں کی تاریخ کا ایک ٹکڑا تو ہو سکتا ہے مذہب کا جز نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

عبداللہ بن سبا کی منافقانہ تحریک

عبداللہ بن سبا کے ابتدائی حالات کے متعلق تاریخیں خاموش ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ صنعا کا رہنے والا تھا اور مذہباً یہودی تھا مگر یہ خیال صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے دور میں اس وقت ظاہر ہوا جبکہ ایران کے بقیہ حصے بھی مسلمانوں نے فتح کر لئے تھے۔ اس کے کاموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایران کے سقوط کا اسے بہت بڑا غم تھا بعض مورخین یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ بصرہ کا رہنے والا تھا اور ایران میں اس کی تجارت پھیلی ہوئی تھی اس لئے اس نے ایرانی قومیت اختیار کر لی تھی بہر حال سقوط ایران کے بعد وہ مدینہ آیا اور بہ ظاہر مسلمان ہو گیا مدینہ کی سکوت اختیار کرنے کے بعد اور خود کو ظاہری مسلمان بنانے کے بعد اس کے سامنے صرف ایک کام رہ گیا تھا اور وہ یہ کہ جس اسلام کو حکومت دولت اور تلوار کے ذریعہ پھیلنے سے نہیں روکا جاسکا اس کو ختم کرنے کے لئے جنگ سے ہٹ کر مسلمانوں میں مسلمان بن کر اس امر کی کوشش کی جائے کہ مسلمان مسلمان سے دست وگریبان ہو جائے اور ان کو باہمی عداوت ومنافرت کے ذریعہ کمزور اور منتشر کرنے کی کوشش کی جائے اور یہ کہ اس اختلاف اور انتشار کو زیادہ پائیدار بنانے کے لئے مسلمانوں کے مسلمہ عقائد کو بدلنے اور بگاڑنے کی جدوجہد کی جائے تا کہ اسلام نے عقائد واعمال کے ذریعہ جو اتحاد پیدا کیا ہے وہ پارہ پارہ ہو جائے۔

عبداللہ بن سبا نے اپنے اس خیال کو بہت دن تک چھپائے رکھا اور مناسب موقعہ کا انتظار کرتا رہا، آخر اس نے کافی غور وخوض کے بعد سب سے زیادہ مناسب طریقہ یہ اختیار کیا کہ مسلمانوں میں دو گروہ پیدا کرنے کی کوشش شروع کر دی ایک عثمانی اور دوسرے علوی اس نے مدینہ میں بہت سے ضعیف الایمان یہودیوں اور ایرانیوں کو اپنا ہم خیال بنالیا اور اس امر کی کوشش شروع کر دی کہ ایک طرف اس نے حضرت عثمانؓ کی اقربا نوازی اور خلافت اسلامیہ کے بڑے بڑے عہدوں پر ان کو مقرر کرنے کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کر دیا اور دوسری طرف اس نے اپنی ناپاک تحریک کو پروان چڑھانے کے لئے حضرت علیؓ اور اہل بیت کی محبت کو سہارا بنایا، سادہ دل علیؓ اہل بیت اور مسلمان اس کی اس عیارانہ فریب کاریوں کو سمجھ بھی نہیں سکتے تھے اور ان کو یہ خیال بھی نہیں آ سکتا تھا کہ مسلمان دو گروہوں میں بٹ سکتے

Marfat.com

ہیں جبکہ اللہ نبی اور اسلام ایک ہے مگر عبداللہ بن سبا کی شاطرانہ چال کامیاب ہونے لگی اور سیدھے سادے مسلمانوں میں بھی کچھ ایسے لوگ پیدا ہو گئے جو اس کے ہمنوا بن گئے چنانچہ اس نے بڑی جلدی مدینہ کی زمین ہموار کر لی اور مدینہ میں اپنی تحریک کے خطرناک جرائم چھوڑ کر بصرہ پہنچا اور حضرت علیؓ اور اہل بیت کی محبت کا جھوٹا راگ الاپنا شروع کر دیا۔ بصرہ میں اس نے بنی امیہ اور خصوصاً حضرت عثمانؓ کی خلافت کے خلاف بہت سے الزامات کو مسلمانوں کے ذہن میں بٹھانے کی کوشش کی اور جب اس نے دیکھا کہ بصرہ کی حکومت اس کی کوششوں کو بری نظروں سے دیکھ رہی ہے اور اسے بصرہ سے نکالنے کی تجویزیں ہو رہی ہیں تو کوفہ پہنچ گیا اور یہاں اس نے اہل بیت کی محبت اور بنی امیہ کی مخالفت میں اچھا خاصا محاذ قائم کر لیا کوفیوں کی بڑی تعداد اس کے ساتھ ہو گئی، پورے کوفہ میں اس نے مسلمانوں میں افتراق اور حضرت عثمانؓ کے خلاف آگ بھڑکا دی اور یہاں سے وہ دمشق گیا مگر یہاں امیر معاویہ کی موجودگی کی وجہ سے زیادہ کامیاب نہیں ہو سکا چند روز ٹھہرنے کے بعد مصر چلا گیا اور مصری باشندوں کو اس نے ایسا بھڑکایا کہ وہ حضرت عثمان کو قتل کرنے تک پر آمادہ ہو گئے۔

عبداللہ ابن سبا کی یہ سرگرمیاں صرف مسلمانوں کو بھڑکانے اور باہمی منافرت پھیلانے تک ہی محدود نہیں رہیں بلکہ وہ جہاں بھی گیا اپنے ہم خیالوں کی ایک جماعت پیدا کر دی جو اس کے چلے جانے کے بعد بھی منافقانہ سرگرمیوں میں حصہ لیتی رہیں اس نے ایک خطرناک سلسلہ یہ بھی شروع کیا کہ اپنے مددگاروں اور اہل بیت کے جھوٹے طرفداروں سے مملکت اسلامیہ کے ہر حصہ میں معزز مسلمانوں کے نام حضرت عثمان غنیؓ اور ان کے مقرر کردہ حکام وعمال کے خلاف ہزاروں کی تعداد میں خطوط لکھوائے اس قسم کے سب سے زیادہ خطوط مدینہ منورہ اور حجاز کے مسلمانوں کے نام لکھوائے چنانچہ ان خطوط کے پہنچنے کے بعد مدینہ کے اکثر مسلمانوں کو یقین ہو گیا کہ حضرت عثمانؓ کے مقرر کئے ہوئے حکام نااہل اور ظالم ہیں ان کے دلوں میں اہل بیت کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے اور وہ خلافت اسلامیہ کو ختم کر کے بنی اُمیہ کی مستقل حکومت قائم کرنے کی تدبیروں میں لگے ہوئے ہیں اور رعایا ان کے ظلم و تعدی سے سخت پریشان اور نالاں ہے غرض عبداللہ بن سبا کی منافقانہ تحریک اور اسلام دشمنی دن بدن بڑھتی رہی مسلمان دو گروہوں میں تقسیم ہوتے رہے اور نفرت عداوت اور بغاوت کی آگ پھیلتی ہی چلی گئی یہاں تک کہ ۳۴ھ میں حضرت عثمانؓ حج کو گئے تو ان کو محسوس ہوا کہ ملت اسلامیہ اندر خانہ کسی تحریک کے اثر سے سخت انتشار میں مبتلا ہے۔ چنانچہ آپ نے تمام صوبوں کے گورنروں سے مشورے کئے اور اس بے چینی کو دور کرنے کی تدابیر پر غور کیا کئی دن مسلسل حج سے واپس آنے کے بعد مدینہ میں ان مسائل پر گفتگو ہوتی

Marfat.com

رہی مگر کوئی صورت ایسی نہ نکل سکی کہ ابن سبا کی اندر اندر بھڑکائی ہوئی آگ پر قابو پایا جاسکے۔ اور مملکت اسلامیہ کے باشندوں کے دلوں میں جو عداوت ومنافرت پیدا ہوچکی ہے اسے دور کیا جاسکے، آخر تمام حکام اپنے اپنے مرکزوں کو واپس چلے گئے حضرت امیر معاویہؓ نے چاہا کہ حضرت عثمانؓ کو اپنے ساتھ دمشق لے جائیں اور ان کو ذہنی پریشانی سے نجات ملے مگر وہ مدینہ چھوڑ کر جانے کے لئے راضی نہ ہوئے عبداللہ بن سبا نے اس عرصہ میں کوفہ بصرہ اور مصر کو اپنا مرکز بنائے رکھا اور اپنے آدمیوں کے ذریعہ ہر علاقہ میں ایسی آگ لگوائی کہ جس نے بہت جلدی مسلح بغاوت کی شکل اختیار کرلی۔

یوں تو ہر صوبہ میں بغاوت کے آثار پیدا ہوگئے تھے مگر کوفہ، بصرہ اور مصر سب سے زیادہ پیش پیش تھے چنانچہ ان تینوں صوبوں سے ہزاروں باغیوں نے مدینہ کا رخ کیا تاکہ حضرت عثمانؓ کو معزول کرکے حضرت علیؓ کو مسند خلافت پر بٹھائیں، باغیوں نے مدینہ پہنچ کر پہلے مدینہ کی فوجی قوت کا اندازہ لگایا اور جب ان کو یہ یقین ہوگیا کہ فوجی قوت کمزور ہے تو بغاوت برپا کردی، حضرت علیؓ نے خود بھی اپنے دونوں صاحبزادے امام حسنؓ وامام حسینؓ کے ذریعہ لوگوں کو بہت کچھ سمجھانے اور صورتحال سے آگاہ کرنے کی کوشش کی مگر کوفی اور مصری باغیوں نے حالات کو اس درجہ خراب کیا کہ باغیوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر میں گھس کر رسول اللہ کے تیسرے خلیفہ اور ان کے داماد ذون النورینؓ کو شہید کردیا۔

عبداللہ بن سبا کی سرگرمیاں ختم نہیں ہوئیں بلکہ حضرت علیؓ کی جھوٹی محبت کا دعویدار اپنی ناپاک کوششوں میں لگا رہا۔ یہاں تک کہ کوفہ، بصرہ اور شام کی سرزمین مسلمانوں کے آپس کے قتل وخون سے لالہ زار بن گئی۔ حضرت علیؓ کے بعد سبائیوں نے امام حسینؓ کو مرکز عقیدت بنایا، شیعان علیؓ وحسینؓ کا نام دے کر جن لوگوں کو آمادہ فریب کیا انہوں نے بے شمار خطوط امام حسینؓ کو لکھوائے اور جھوٹی محبت کا ایسا راگ الاپا کہ جو کربلا کے ہولناک حادثہ پر جاکر ٹھہرا منافقوں کی کوششیں کامیاب ہوئیں اور مسلمانوں میں انتشار واختلاف کا بیج بونے والے سبائیوں نے حادثہ کربلا کے بعد جو نیا روپ دھارا اسے دنیا نے شیعیت کے نام سے جانا اور پہچانا گویا سبائیت نے شیعیت کا نیا چولا پہن لیا۔

بعض تاریخ دان اور محققین کا یہ بھی کہنا ہے کہ مذہب شیعہ کے وجود میں آنے کے سلسلہ میں سبائیوں کی منافقانہ چالوں کے علاوہ ایرانی وپارسی تہذیب ومذہب کا گہرا اثر ہے چنانچہ سب سے پہلی چیز مسئلہ امامت ہے جو ایرانی مذاق کے مطابق ہے یہی وجہ ہے کہ عرب میں شیعیت رواج نہ پاسکی کیونکہ عربی مزاج ہمیشہ سے جمہوریت پسند رہا ہے اور ایرانی ہمیشہ سے شخصیت پسند رہے ہیں۔ چونکہ رسولؐ

Marfat.com

اللہ کے کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی اور علیؓ ان کے چچازاد بھائی تھے۔ لہذا ایرانی روایات کے مطابق علیؓ ہی مستحق خلافت ہو سکتے تھے کیونکہ ایران میں ہمیشہ سے یہ ہوتا چلا آیا ہے کہ تخت کی حقدار اولاد یا چچازاد بھائی پھر یہ کہ ایرانی ہمیشہ سے ایک بادشاہ کے ماتحت رہے ہیں اور وہ بادشاہ ان کے خیال میں خدا کا مقرر کردہ ہوتا ہے اس لئے ایرانی گو مسلمان ہو گئے مگر ان کی یہ ذہنیت نہ بدل سکی اور نظریہ امامت کے لئے یہ زمین خوب سازگار ثابت ہوئی اسی موضوع پر عبدالصمد صارم الازہری لکھتے ہیں کہ ائمہ کے معصومین ہونے کا نظریہ بھی ایرانی ذہنیت کا نتیجہ ہے کیونکہ وہ لوگ بادشاہ کو ہمیشہ سے معصوم اور خدا کا نمائندہ سمجھتے چلے آئے ہیں غور سے دیکھا جائے تو شیعہ سنی اختلاف ایک اصولی اختلاف ہے ایرانی جمہوریت کے اصول کو کبھی قبول نہیں کر سکتے، چنانچہ جب یہ لوگ داخل اسلام ہوئے تو انہوں نے اسی نظریہ کے مطابق احادیث وضع کرلیں یا بعض احادیث میں ترمیم و تنسیخ کر کے اپنے خیال کے مطابق بنالیا شیعہ مذہب سب سے زیادہ عدل پر زور دیتا ہے اور ساری شیعیت اسی کے گرد گھومتی ہے۔ اسلام نے اللہ تعالیٰ کے بہت سے اسمائے صفاتی بتائے ہیں ان میں سے ایران میں صفت عدل ہی کیوں مقبول ہوئی اس لئے کہ پارسی مذہب کی بنیاد تمام تر عدل پر ہے، میں ایک عرصہ تک اسی بات پر غور کرتا رہا کہ یہ کیا بات ہے کہ گھوارہ اسلام میں عدل پر زور نہیں جتنا شیعہ مذہب میں ہے دیکھا تو پتہ چلا کہ پارسی مذہب میں عدل کو بڑی اہمیت ہے اور یہیں سے یہ بات ایرانی مسلمانوں میں آئی، تولا د تبرا کا فروغ بھی ایران میں اسی لئے ہوا کہ ایرانی ہمیشہ سے اپنے بادشاہ کے خاندان کے مداح اور غلام رہے ہیں اور بادشاہ کے دشمنوں کی مخالفت ان کا جزوایمان رہی ہے یہاں اس بات کا اظہار بھی کچھ بیجا نہ ہوگا کہ ایرانی اہل عرب کے ہاتھوں شکست کھا گئے تھے اور گو وہ مسلمان بھی ہو گئے تھے مگر عربی اقتدار ان کو گوارا نہ تھا لہذا اہل عرب سے بغض رکھنا ایک فطری بات تھی اور ایسے خلیفہ سے بھی بغض رکھنا ایک فطری عمل تھا جس نے ان کے ملک کو زیروزبر کر کے رکھ دیا تھا۔ چنانچہ آج بھی اہل ایران جب کسی چیز کی برائی کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ''عربی است ''یعنی یہ بے کار اور ردی ہے۔ اہل ایران شکست کے بعد بھی اپنے اقتدار کے خواب دیکھتے رہے حتیٰ کہ شہر بانو کے بطن سے امام زین العابدینؒ پیدا ہوئے ایرانی اپنے خواب کی تعبیر اسی میں سمجھتے تھے کہ کم از کم ہمارے نواسے کا ہی اقتدار ہو جائے ایران میں شیعیت کے رواج پذیر ہونے کی بڑی وجہ یہی تھی کہ پارسیت میں پہلے سے اس قسم کے معتقدات موجود تھے، حضرت عمرؓ کو برا کہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ انہوں نے ان کی حکومت وعزت کا خاتمہ کر دیا تھا اور یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت عمرؓ کا قاتل بھی ایک ایرانی تھا حضرت علیؓ کے متعلق جو خداوندی

Marfat.com

صفات اہل شیعہ بیان کرتے ہیں وہ سب پارسی مذہب کا اثر ہے، وہ ہمیشہ سے اپنے بادشاہ کو خداوندی اوصاف کا حامل قرار دیتے چلے آئے تھے اور بادشاہ کو خدا سے ملاتے رہے تھے۔

غرض مذہب شیعہ کے وجود میں آنے کے اسباب کچھ بھی ہوں مگر یہ بات مسلم ہے کہ اس تحریک کے اٹھانے اور چلانے والے خلوص دل سے اسلام نہیں لائے تھے انہوں نے مجبور ہو کر اسلام کا نعرہ لگایا تھا۔ ان کے سامنے بس ایک ہی خیال تھا کہ مسلمانوں کو کمزور کرنے کی اگر کوئی صورت ہو سکتی ہے تو صرف یہ ہو سکتی ہے کہ ان کے متحدہ معتقدات میں تبدیلی پیدا کی جائے اور یہ مذہبی اختلافات کا شکار ہو کر کمزور پڑ جائیں مگر!

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ!

Marfat.com

امام حسینؓ اخلاق و کردار کی روشنی میں

حضرت امام حسینؓ کی فضیلت وشرافت کے لئے صرف اتنا لکھ دینا کافی ہے کہ وہ آنحضرتؐ کے نواسے تھے اور انہوں نے ایام طفولیت کے چھ سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش تربیت میں گزارے تھے۔ تاہم جب ان کی ۵۶ سالہ زندگی پر نظر ڈالی جائے تو واضح ہوتا ہے کہ وہ اپنی والدہ حضرت فاطمہؓ اپنے والد حضرت علیؓ اور اپنے نانا کے نامور صحابیوںؓ کی صحبت سے پوری طرح مستفیض ہوئے تھے اور اس اسلام کا بہترین نمونہ تھے جو آنحضرتؐ سے صحابہ کرامؓ نے حاصل کیا تھا خصوصاً خلفاء ثلاثہ کی صحبت نے ان کو علم وعمل کا ایک ایسا نمونہ بنا دیا تھا جس کی مثال مشکل سے ملتی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ وہ حضرت علیؓ کے فرزند تھے اور حضرت علیؓ نے براہ راست آفتاب نبوت سے روشنی حاصل کی تھی مگر یہ حقیقت ہے کہ وہ اپنی مخصوص طبیعت خاموشی اور انہماک عبادت کی وجہ سے بچوں کی طرف زیادہ توجہ نہیں دے سکے۔ حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد وہ عرصہ تک مغموم اور اداس رہے، اس دوران میں سب سے زیادہ توجہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ دونوں صاحبزادوں کی طرف دیتے رہے اور علوم اسلامیہ سے ان کو بہرہ ور کرتے رہے۔ خود حضرت علیؓ بھی امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو یہ تاکید فرماتے رہتے تھے کہ وہ شیخین کی صحبتوں میں بیٹھتے رہیں اور اکتساب علم کرتے رہیں۔

غرض امام حسینؓ علم اخلاق اور کردار کے لحاظ سے اپنے دور کی منفرد شخصیت تھے، اگر انہوں نے دلیری وشجاعت اپنے والد سے ورثہ میں پائی تھی تو علم ونظر اور علوم الٰہیہ کا اکتساب انہوں نے خلفائے ثلاثہ اور دیگر اصحاب رسولؐ سے کیا تھا صحابہ کرامؓ کی نظر میں ان کی ذات مرکز محبت تھی اور وہ ان کی طرف توجہ دینے سے کبھی غافل نہیں رہے قرآن کریم اور حدیث نبوی کے رموز ونکات سے وہ پورے طور پر آشنا اور واقف تھے۔ فصاحت، بلاغت اور حسن بیان میں ان کے کمال کے لئے یہ کہہ دینا ہی کافی ہے کہ وہ افصح العرب کے نواسے تھے قرآن کریم ان کے گھر میں اترا تھا تقویٰ وطہارت میں حسن اخلاق وعمل میں آپ کی ذات رسول اکرمؐ، حضرت علی اور حضرات شیخین کا کامل ترین نمونہ تھی اسلامی عبادتوں میں نماز، روزہ حج وزکوٰۃ اور صدقہ وخیرات سے آپ کو عشق تھا، سخاوت وفیاضی کا یہ عالم تھا کہ

Marfat.com

دوسروں کی حاجت پوری کرنے میں اپنی ضروریات بھی بھول جاتے تھے۔

آنحضرتؐ کے محبوب غلام حضرت اسامہ بن زیدؓ نے انتقال کے وقت کہا کہ مجھ پر ساٹھ ہزار کا قرض ہے کاش! جان نکلنے سے پہلے ادا ہو جاتا۔ امام حسینؓ پاس بیٹھے تھے اسی وقت گھر گئے اور کل قرضہ بیباق کر دیا۔ کبھی امام حسنؓ نصیحت کرتے تھے کہ سوچ سمجھ کر خرچ کرنا چاہئے مگر آپ بڑے ادب سے جواب دیتے کہ اچھا مال وہی ہے جسے عزت وآبرو بچانے کے لئے خرچ کر دیا جائے۔

غرور، تکبر، بخل وعداوت اور غیبت وشکایت سے آپ کو سخت نفرت تھی باوجود انتہائی ملنسار خوش اخلاق اور نرم مزاج ہونے کے اللہ تعالیٰ نے وقار سکینت اور رعب وہیبت سے بھی آپ کو آراستہ کیا تھا بڑے بڑے بولنے والے جب آپ کی مجلس میں آتے تھے تو ان کو بھی خاموشی اور ادب کے ساتھ بیٹھنا پڑتا تھا آپ کی عادت تھی کہ اہل مجلس کے مراتب کو ہمیشہ سامنے رکھتے تھے ہر شخص سے اس کے مرتبہ کے مطابق ملتے اور بات چیت کرتے تھے اس کے باوجود مزاج میں انکسار، سادگی اس درجہ تھی کہ غلاموں سے بھی وہ خندہ پیشانی سے باتیں کیا کرتے تھے امیروں کے مقابلہ میں آپ کی توجہ غریبوں کی طرف زیادہ ہوا کرتی تھی۔

''ایک مرتبہ سواری پر کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں چند غریب کسان ومزدور زمین پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ حضرت امامؓ کو دیکھ کر کہنے لگے کہ حضرت کھانا نوش فرمائیں۔ امام حسینؓ سواری سے اتر کر ان کے ساتھ بلا تکلف کھانے بیٹھ گئے اور کھا چکے تو فرمایا اللہ تعالیٰ مغرور اور متکبر لوگوں کو پسند نہیں کرتا ہے۔''

آپ کے وقار وسکینت کا اندازہ حضرت امیر معاویہؓ کے اس ارشاد سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ دمشق کے ایک معزز مسلمان کو حضرت امام حسینؓ سے ملنے کا اشتیاق ہوا چونکہ پہلے کبھی دیکھا نہیں تھا اس لئے چلتے وقت حضرت امیر معاویہؓ سے کہنے لگے کہ میں نہیں پہچانتا ہوں کسی سے دریافت کرنا پڑے گا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا میرے بھائی! مسجد نبویؐ میں کئی حضرات درس وتدریس اور وعظ ونصیحت میں مصروف ہوں گے جس کے گرد حاضرین وسامعین سب سے زیادہ مؤدب اور خاموش نظر آئیں وہی امام حسینؓ ہوں گے پھر کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت امامؓ کو اللہ تعالیٰ نے دین کے جملہ علوم ومعارف سے سرفراز فرمایا تھا۔ ان کی ذات علم وعرفان اور عمل واخلاق کا ایک بہتا ہوا سمندر تھی عزم وہمت اور ارادہ ونیت میں استحکام وخلوص، حق وصداقت پر قیام منافقت سے نفرت ایثار وقربانی کا بے پناہ جذبہ مصائب کے مقابلہ میں ثابت قدمی اور اپنے نانا کے تمام صحابیوںؓ سے انتہائی

Marfat.com

محبت ومؤانست خصوصاً خلفائے ثلاثہ سے غیر معمولی تعلق ولگاؤ آپ کے مخصوص اوصاف تھے۔

آپ کی شان میں نبی اکرمؐ کے ارشادات سے آپ کے مرتبہ کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے اور جو کتب احادیث میں محفوظ ہیں صحابہ کرام کو دونوں بھائیوں سے بے حد محبت تھی اور وہ آپ کے ادب واحترام کو تکمیل ایمان کا ذریعہ سمجھتے تھے ایرانی فتوحات کے سلسلہ میں شہزادی شہر بانو جب مدینہ آئیں تو حضرت عمرؓ نے ان کو حضرت امامؓ کی خدمت کے لئے منتخب کیا ان سے شادی کے بعد اولاد کا جو سلسلہ چلا ان میں حضرت امام زین العابدینؓ نے مسلمانوں کی نظروں میں بڑی عزت حاصل کی وہ اپنے والد اور دادا کے صحیح جانشین تھے علم وعمل کے اعتبار سے ان کی زندگی دور اول کے مسلمانوں میں خاص امتیاز رکھتی ہے کربلا کے حادثہ میں وہ اگرچہ ۲۳ سالہ نوجوان تھے مگر امام حسینؓ کی توجہ سے ان کی ذات مرکز علم واخلاق بن چکی تھی۔

حادثہ کربلا کے بعد چمن حسینی میں یہی ایک پھول باقی رہ گیا تھا جس کی خوشبو سے دنیا مہکی اور امام حسینؓ کا نام باقی رہا۔ ماں کے رشتہ سے آپ ایران کے آخری بادشاہ یزدگرد کے نواسے تھے آپ کی ولادت ۳۸ھ میں بیان کی جاتی ہے۔ یزید نے آپ کو دمشق سے مدینہ فوجی اعزاز کے ساتھ بھجوایا تھا اور آپ تمام زندگی مدینہ میں امن واطمینان سے زندگی گزارتے رہے۔ آپ کی ذات مسلمانوں کے لئے علم، اخلاق اور باہمی محبت واخوت کا ایک مینار تھی جس کی روشنی سے مسلمانوں کو عظیم ترین فائدے پہنچے اور ایک بڑا فائدہ یہ پہنچا کہ آپ نے سبائیت کی تحریک کو جو شیعیت کا نام لے کر اسلام کو دفن کرنے کی کوششوں میں مصروف تھی ایسا برہنہ کیا کہ نام نہاد شیطان اہل بیت کی تمام محنتیں برباد ہو کر رہ گئیں۔ جب تک زندہ رہے بنی امیہ کے فرمانرواؤں سے تعاون کرتے رہے اور اسلام کی بنیادی تعلیمات وعقائد کو حکومت کی امداد اور ذاتی مساعی سے مستحکم کرتے رہے۔

یزید کی طرف سے ہمیشہ آپ کی خدمت میں بڑی بڑی رقمیں، تحائف اور ہر قسم کی ضروریات پہنچتی رہتی تھیں آپ بڑے سکون اور سخاوت کے ساتھ مدینہ میں زندگی بسر فرماتے تھے۔ ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ قاصد بھیج کر بڑی بڑی رقمیں یزید سے منگوالیا کرتے تھے، جن کا بڑا حصہ غربائے اسلام پر خرچ ہوا کرتا تھا۔ یزید نے آپ کی خدمت واعانت کا جو سلسلہ قائم کر دیا تھا بنی امیہ کی حکمران اس پر ہمیشہ عمل کرتے رہے۔ امام حسینؓ کی شہادت کے بعد جب عبداللہ ابن زبیر نے خلافت کا دعویٰ کیا اور حجاز کے باشندے ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے تو یزید نے مسلم بن عقبہ کو ایک فوجی لشکر کے ساتھ اس تحریک کو دبانے کے لئے بھیجا تو مسلم بن عقبہ کو خاص طور سے ہدایت کر دی تھی کہ مدینہ میں امام زین

Marfat.com

العابدینؒ اور ان کے متعلقین سے بہت ادب سے پیش آئے چنانچہ مسلم جب مدینہ آیا اور امام زین العابدینؒ اس سے ملنے آئے تو مسلم نے اپنی کرسی بیٹھنے کے لئے پیش کی اور مزاج پرسی کے بعد عرض کیا کہ ''امیر المومنین یزید نے مجھے آپ کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت فرمائی تھی'' امام زین العابدینؒ نے جواب میں فرمایا ''اللہ تعالیٰ ان کو اس کا صلہ عطا فرمائے۔''

تحریک سبائیت کا مشہور لیڈر مختار ابن ابی عبید کوفی نے حصول حکومت کے خیال سے خون حسینؓ کے انتقام کا نعرہ بلند کیا اور محبّ اہل بیت کی شکل میں بہت سے لوگوں کو اپنے ساتھ شریک کرلیا اور شیعان کوفہ کو از سرنو منظم کر کے قتل وخونریزی کے خوب بازار گرم کیے امام زین العابدینؒ کے پاس مدینہ میں ایک گراں قدر نذرانہ بھیجا اور لکھا کہ ہم آپ کو اپنا چوتھا امام مانتے ہیں۔آپ ہماری بیعت قبول کیجئے اور ہماری سرپرستی قبول فرمایئے آپ نے اس کی درخواست کو ٹھکرا دیا اور مسجد نبویؐ کے منبر پر رونق افروز ہو کر فرمایا۔مختار فسق وفجور اور کفر والحاد کا بندہ ہے اہل بیت کی محبت کا ڈھونگ رچا کر مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہتا ہے۔لوگو! کوئی اس کے فریب میں نہ آنا یہ آل رسولؐ کی محبت کا جھوٹا دعویدار ہے، دشمن اسلام اور دشمن اہل بیت ہے اور جب وہ مارا گیا تو آپ نے کعبہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر اس پر لعنت بھیجی ایک شخص نے کہا، کیا آپ ایسے شخص پر لعنت بھیجتے ہیں جو آپ کے خاندان کی محبت میں مارا گیا؟ آپ نے فرمایا وہ جھوٹا تھا، بے ایمان تھا، اللہ اور رسولؐ پر بہتان باندھتا تھا۔''

غرض نام نہاد اور دھوکہ باز شیعوں سے آپ کو ہمیشہ نفرت رہی اور ہمیشہ لوگوں کو ان کے کفر والحاد سے آگاہ فرماتے رہے۔خلفائے ثلاثہ سے آپ ایسی ہی عقیدت رکھتے تھے جیسی آپ کے دادا کو چچا کو اور والد کو تھی ان کے متعلق گستاخی کے شائبہ کو بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے اگر کوئی کبھی آپ کے سامنے معمولی سی گستاخی بھی کرتا اور ساتھ ہی اہل بیت سے اپنی محبت کا اظہار کرتا تو آپ فرماتے اس منافق کو مجلس سے نکال دو۔

ایک مرتبہ کسی کوفی نے آپ سے فساد نیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے پوچھا، یا امام! رسول اللہ کی جناب میں ابوبکرؓ وعمرؓ کو کتنا قرب حاصل تھا؟ آپ نے جواب دیا جتنا اب تم دیکھتے ہو۔'' حضرت عثمانؓ کا ذکر آتا تو آپ فرماتے خدا کی قسم وہ ناحق شہید کیے گئے۔ایک مرتبہ عراق کے نام نہاد شیعان علیؓ و حسینؓ سے فرمایا، ''نہ تم مہاجرین میں شامل ہو نہ انصار میں شامل ہو اور نہ ان کے بعد ایمان لانے والوں میں ہو، خدا تم کو غارت کرے میرے یہاں سے نکل جاؤ۔

آپ ہمیشہ لوگوں کو نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ محبت میں حد سے تجاوز نہ کیا کرو بلکہ اسلام کی بتائی

Marfat.com

ہوئی حد تک محبت کیا کرو، تمہاری جھوٹی محبت تو ہمارے لئے عار اور مبغوض بن گئی ہے۔ حضرت امام زین العابدینؓ کی ذات علوم دینی کا سرچشمہ تھی، اخلاق وعمل کا ایک درس تھا جو آپ کی ذات سے لوگوں کو ملتا رہتا تھا۔ کربلا کے حادثہ نے اگرچہ دلبرداشتہ بنا رکھا تھا اور آپ بڑی حد تک خاموشی اور کنارہ کشی کی زندگی گزارنا پسند کرتے تھے۔ مگر پھر بھی آپ کی ذات علمائے تابعین میں علم وفن کا ایک ستون معلوم ہوتی تھی۔ بے شمار لوگوں کو آپ کی ذات سے اکتساب علم کا موقعہ ملا اور رسول اللہ ؐ کے اخلاق واعمال لوگوں کی زندگی میں جاری وساری ہوئے۔

حادثہ کربلا کے بعد تقریباً ۳۴ برس زندہ رہے بنی امیہ کے خلفاء میں عمر بن عبدالعزیز سے پہلے ہونے والے سبھی خلفاء اور حکام کو آپ نے دیکھا اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے بدامنی اور بغاوت کی جتنی تحریکیں اٹھیں سب سے الگ رہے اور سب کی شدید مخالفت کرتے رہے۔

۹۴ھ میں آپ نے ۵۶ برس کی عمر میں وفات پائی اور جنت البقیع میں اپنی والدہ، چچا اور حضرت عباسؓ کے برابر دفن کیے گئے۔ آپ کی وفات سے مدینہ اور اس کے اطراف کے صدہا غرباء اس امداد سے محروم ہو گئے جو آپ فرماتے رہتے تھے آپ کے تفصیلی حالات کا یہ موقع نہیں اس کے لئے میری کتاب ''علمائے تابعین'' کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

Marfat.com

واقعات حرمین

حضرت امیر معاویہؓ نے یزید کو ولی عہد بناتے وقت عبداللہ بن زبیرؓ سے بہت زیادہ ہوشیار رہنے کی وصیت کی تھی اور حضرت امام حسینؓ کے ساتھ حسن سلوک اور احترام سے پیش آنے کی نصیحت فرمائی تھی حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد جب حکومت یزید کے ہاتھ میں آئی تو عبداللہ بن زبیرؓ مدینہ میں تھے اور جیسے ہی یزید کے خلیفہ ہونے کی ان کو اطلاع ملی وہ مکہ چلے گئے اور وہیں مستقل طور پر مقیم رہے۔ حضرت امام حسینؓ کو کوفہ کے سفر سے روکنے کی آپ نے بھی بہت کوشش کی تھی اور مدینہ کے گورنر کو بھی لکھا تھا کہ تم بھی مدینہ سے امام حسینؓ کو لکھو کہ وہ کوفہ کا خیال دل سے نکال دیں چنانچہ گورنر نے مدینہ سے عبداللہ بن جعفر کے دونوں بچوں عون ومحمد کے ہاتھ امام حسینؓ کو پیغام بھیجا تھا کہ وہ کوفیوں کے کہنے میں نہ آئیں اور مکہ سے مدینہ چلے آئیں میری طرف سے ان کے لئے امان ہے۔ مگر حضرت امامؓ نے کسی کے مشورہ کو قبول نہ کیا اور کوفہ چلے ہی گئے۔

کربلا میں شیعان کوفہ کی بے وفائی کی بدولت جب حضرت امام حسینؓ شہید ہوئے تو یہ خبر غم اثر مکہ میں پہنچی جو لوگ آپ کو روکنے کی کوشش کررہے تھے وہ تو پہلے ہی امام کے سفر کو خطرے سے خالی نہیں سمجھتے تھے، البتہ مکہ کے دوسرے لوگوں کے لئے یہ خبر غم کا پہاڑ بن کر ٹوٹی اور مسلمان ہر طرف سے رنج وغم کا اظہار کرنے لگے حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ جنہوں نے یزید کی اطاعت سے انکار کرکے مکہ میں اپنی حکومت قائم کرلی تھی اس خبر کو سن کر حرم مکہ میں آئے اور مسلمانوں کے عظیم اجتماع کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"بھائیو! دنیا میں عراقیوں سے زیادہ شاید ہی کسی کی حالت خراب ہو اور ان میں سب سے زیادہ بدتر اور ذلیل شیعان کوفہ ہیں جنہوں نے حضرت امام حسینؓ کو صدہا خطوط اپنی جھوٹی محبت کے لکھے اور بڑے اصرار کے ساتھ ان کو کوفہ آنے کی دعوت دی ان کی خلافت کے لئے مسلم کے ہاتھ پر بیعت کی اور جب ابن زیاد نے کوفہ کی حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو امام حسینؓ کی بیعت توڑ کر اور مسلم کا ساتھ چھوڑ کر ابن زیاد کے ساتھ ہوگئے۔ افسوس! امام حسینؓ کو جو نمازی، روزہ دار، قرآن کی تلاوت کرنے

Marfat.com

والے اور جو ہر طرح ادب واحترام وخلافت کے مستحق تھے قتل کردیا اور ذرا بھی ان کے دلوں میں خدا کا خوف نہ آیا۔''

حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے بڑی کانپتی ہوئی آواز میں یہ تقریر کی اور پھر مجمع عام میں زاروقطار رونے لگے۔ آپ کے ساتھ مسلمان بھی دھاڑیں مار کر رونے لگے اور جب کچھ سکون ہوا تو لوگوں نے حضرت زبیرؓ سے کہا اب آپ سے زیادہ کوئی بھی خلافت کا مستحق نہیں ہے آپ اپنا ہاتھ بڑھایئے ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں اور آپ کو عالم اسلام کے لئے مسلمانوں کا خلیفہ مانتے ہیں۔'' اور پھر ہر طرف سے اہل مکہ نے حضرت ابن زبیرؓ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کرنا شروع کردی۔

چند ہی روز کے بعد بیعت خلافت کی یہ خبر مکہ سے دمشق پہنچ گئی۔ یزید نے مدینہ کے گورنر ولید بن عتبہ کو لکھا کہ ابن زبیرؓ کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دو مگر اس حکم نامہ کے جانے کے بعد یزید کو یقین ہوگیا کہ ابن زبیرؓ اتنی آسانی سے ہاتھ آنے والے نہیں ہیں۔ ولید بھی بڑا دور اندیش تھا اس نے بھی یزید کا حکم ملنے کے بعد مہینوں کے لئے خاموشی اختیار کر لی۔ ادھر عبداللہ ابن زبیرؓ اپنی قوت کو برابر بڑھاتے رہے آخر حج کا موسم آ گیا اور مسلمان اطراف وجوانب سے مکہ میں آنا شروع ہوگئے۔ یزید نے ولید کو لکھا کہ تم امیر حج بن کر مکہ جاؤ۔ ولید مکہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ عبداللہ ابن زبیر بھی امیر حج ہیں مگر کوئی کسی سے بولا نہیں دونوں نے اپنے اپنے حجاج کی رہنمائی کی البتہ عبداللہ ابن زبیرؓ کو معلوم ہوگیا کہ ولید گرفتاری کے لئے موقعہ کا منتظر ہے مگر کامیاب نہ ہوسکا۔

حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ جب حج سے فارغ ہو چکے تو آپ نے یزید کو لکھا ''ولید اگرچہ تمہارے چچا کا بیٹا ہے اور مدینہ کی گورنری پر فائز ہے مگر عقل سے محروم ہونے کی وجہ سے ملک کے نظم ونسق کو تباہ وبرباد کر رہا ہے میرے خیال میں اس کی جگہ کسی دوسرے کو مدینہ کا گورنر بنا دیا جائے تاکہ حالات بگڑنے سے محفوظ رہیں۔''

حضرت ابن زبیرؓ کے خط کا یزید پر بہت اثر ہوا ان کو اس امر کا یقین ہو چلا کہ ابن زبیرؓ کا دل میری طرف سے صاف ہے اور چونکہ ولید کی شکایت پہلے بھی یزید کے کانوں تک پہنچی تھی اس لئے ابن زبیرؓ کے خط پر شبہ کرنے کی گنجائش نہیں رہی اور انہوں نے فوراً ایک حکم کے ذریعہ ولید کو معزول کر کے اس کی جگہ دوسرے چچازاد بھائی عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو مدینہ کا گورنر مقرر کردیا۔ یہ تقرر محرم ۶۲ھ میں ہوا اور عثمان نے مدینہ کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔

وہ سبائی جنہوں نے شیعان اہل بیت کو جنم دیا تھا حادثہ کربلا کے بعد خاموش نہیں رہے بلکہ

Marfat.com

مسلمانوں کی مزید تباہی کے لئے راستہ ہموار کرتے رہے۔ چنانچہ عثمان بن محمد نے مدینہ کا چارج لینے کے بعد ایک وفد عبداللہ بن حنظلہ کی قیادت میں دمشق بھیجا تا کہ یہ لوگ یزید کو مدینہ کے حالات کی طرف سے مطمئن کردیں اس وفد میں دس آدمی شریک تھے یزید نے اس وفد کی بہت خاطر مدارات کی اوز انعام واکرام دے کر رخصت کیا مگر چند شرارت پسند سبائیوں نے عبداللہ بن حنظلہ کے خیالات متزلزل کر دیئے اور انہوں نے مدینہ میں آ کر یزید کے خلاف شرابی اور زانی ہونے کا پروپیگنڈہ شروع کر دیا اور عام مسلمانوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ یزید کی بیعت فسخ کر دی جائے۔ عثمان گورنر اور دوسرے بنی امیہ کو قتل کر دیا جائے اور ان دشمنان اہل بیت کا خاتمہ کر کے مدینہ کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی جائے۔

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، عبداللہ بن حنظلہ انصار کے سردار بنے اور عبداللہ بن مطیع کو قریش نے اپنا سردار بنایا، یزید کی بیعت کو توڑنے کا اعلان کیا گیا بنی امیہ کے افراد جہاں جس کے ہاتھ آئے ان کو قتل کرنا شروع کر دیا گیا۔ گورنر عثمان اور بہت سے بنی امیہ مروان کے مکان میں روپوش ومحصور ہو گئے۔ بہت سے بنی امیہ مدینہ سے بھاگ گئے اور مدینہ کا نظم ونسخ بگڑ کر رہ گیا اسی زمانہ میں کوفہ سے آئے ہوئے ایک شخص منذر نے عبداللہ بن حنظلہ اور عبداللہ بن مطیع سے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ ہم سب امام زین العابدینؓ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کریں اور ان کو اپنا امام بنا کر اہل بیعت کی حکومت کی بنیاد مدینہ میں رکھیں اس کے بعد یہ سب امام زین العابدینؓ کے پاس پہنچے، اپنے خیالات کو پیش کیا مگر وہ سبائیوں کی شرارتوں سے اچھی طرح واقف ہو چکے تھے بڑی سختی سے پیش آئے اور صاف انکار کرتے ہوئے فرمایا:

”مجھے تمہاری اس شرارت پسند تحریک اور جھوٹی عقیدت سے کوئی تعلق اور محبت نہیں ہے، میرے باپ اور دادا ان جھوٹی محبتوں میں پھنس کر اپنی جان گنوا چکے ہیں، میں ایسے نامعقول اور خطرناک کام کی ہرگز جرأت نہیں کرسکتا ہوں اور نہ مجھے اپنا قتل کرانا پسند ہے۔“

یہ کہہ کر آپ نے مدینہ کی سکونت چھوڑ دی اور دور ایک گاؤں میں جا کر خاموش زندگی گزارنے اور عبادت کرنے میں مصروف ہو گئے مدینہ کے گورنر عثمان بن محمد اور مروان جو مکان میں محصور تھے اور جن کے ساتھ چند اور دوسرے بنی امیہ کے معزز افراد بھی شامل تھے انہوں نے عبدالملک کے ذریعہ زین العابدین کو پیغام بھیجا کہ آپ ہماری اتنی امداد فرمائیں کہ ہم اپنا قیمتی سامان اور اہل وعیال آپ کے پاس بھیج رہے ہیں اس کی حفاظت فرمائیں۔ آپ نے مروان کی درخواست قبول کرلی اور رات کو عورتیں اور بچے اور بہت سا قیمتی سامان مروان نے آپ کے پاس بھیج دیا۔ حضرت امام زین العابدین

Marfat.com

نے مدینہ کے حالات یزید کے پاس دمشق لکھ بھیجے اور یہ بھی لکھ دیا کہ میں آپ کے خاندان کے بہت سے لوگوں کی اور ان کے اموال کی حفاظت کر رہا ہوں۔

یزید کو امام کی اس اطلاع سے بڑی تشویش ہوئی اور ساتھ ہی امام کی وفاداری سے وہ اس درجہ خوش ہوئے کہ فوراً نعمان ابن بشیر کو حکم دیا کہ وہ مدینہ پہنچے، حالات پر قابو پانے کی کوشش کرے اور حضرت امام زین العابدینؓ کی خدمت میں ہماری طرف سے قیمتی تحائف اور نذرانے پیش کرے اور ان کا شکریہ ادا کرے۔

نعمان نے مدینہ آ کر امام زین العابدین سے ملاقات کی نذرانہ اور تحائف پیش کئے، یزید کا پیغام سنایا اور بہت کوشش کی کہ حالات ٹھیک ہو جائیں مگر وہ کامیاب نہیں ہوئے اور واپس جا کر یزید کو تمام حالات سے خبردار کیا اور کہا کہ مدینہ پر قابو پانے کے لئے فوجی قوت کی ضرورت ہے۔

یزید نے بلاتوقف مسلم بن عقبہ کو بلایا اور کہا کہ ایک ہزار بہادر اپنے ساتھ لے کر مدینہ پہنچو اور جو شورش وہاں پھیلی ہوئی ہے اسے دبا کر حالات درست کرنے کی کوشش کرو اگر لوگ سمجھانے سے مان جائیں تو بہتر ہے ورنہ شرپسندوں کو تلوار سے سیدھا کرو اور مدینہ کے امن وامان کو ہر قیمت پر بحال کرنے کی کوشش کرو۔ یزید نے چلتے وقت مسلم بن عقبہ کو ہدایت کی کہ مدینہ میں حضرت امام زین العابدینؓ کی خدمت میں ضرور حاضر ہونا اور اس سلسلہ میں ان کے مشوروں کو بھی نظر انداز مت کرنا اور یہ کہ حصین بن نمیر کو ساتھ لے جاؤ اور جب ضرورت ہو تو اپنی جگہ اس کو فوج کا سپہ سالار بنانا۔

مسلم بن عقبہ نے حصین کے مشورہ سے فوج کا انتخاب کیا اور مدینہ کی سمت روانہ ہو گئے مسلم نے جلد سے جلد اس سفر کو طے کرنے کی کوشش کی اور مدینہ کے قریب وادی القریٰ میں پہنچ کر ڈیرے ڈال دیئے۔

مدینہ میں عبداللہ بن حنظلہ اور عبداللہ المطیع نے اپنے ساتھیوں کے مشورہ کے بعد مناسب سمجھا کہ مدینہ میں جن بنی امیہ کو ہم نے اپنی قید میں رکھا ہے ان کو عہد لے کر رہا کر دیا جائے ورنہ یہ مسلم کے ساتھ مل کر ہماری پریشانی کا سبب بنیں گے۔ ایک دو نے کہا کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے مگر اس رائے پر اتفاق نہیں ہو سکا اس خیال سے کہ اگر ہم نے بنی امیہ کو قتل کیا تو یزید کی شامی اور عراقی فوجیں مدینہ پر حملہ کر دیں گی اور ہم میں اتنے بڑے حملہ کو روکنے کی سکت نہیں ہے چنانچہ اس خیال کے تحت مقید و محصور بنی امیہ رہا کر دیئے گئے اور ان سے جنگ نہ کرنے کا عہد لے لیا گیا۔

مدینہ سے نکل کر جب بنی امیہ کے آدمی وادی القریٰ میں پہنچے تو ان کی مسلم بن عقبہ سے ملاقات ہوئی مسلم نے کوشش کی کہ یہ لوگ ہمارے ساتھ مل کر مدینہ پر حملہ کریں مگر انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا

Marfat.com

کہ ہم عدم جنگ کا عہد کر چکے ہیں۔ البتہ اگر تم مدینہ پر حملہ کر کے سبائیوں کا خاتمہ کرنا چاہتے ہو تو مدینہ سے عبدالملک بن مروان کو بلاؤ وہ چونکہ فقیہ شہر حضرت سعید بن مسیّب کے شاگرد خاص ہیں ہر وقت ان کے پاس رہتے ہیں اور بالکل آزاد ہیں، وہ تمہاری پورے طور پر رہنمائی کر سکیں گے چنانچہ مسلم نے عبدالملک کو بلوایا اور ان کے مشورہ سے حرہ کی جانب سے مدینہ کے قریب پہنچ کر باغیوں کو پیغام بھیجا کہ خلیفہ وقت یزید کو مدینہ میں قتل وخون اور ہنگامہ آرائی پسند نہیں ہے اس لئے ہم تم کو متنبہ کرتے ہیں کہ شرارت وبغاوت سے باز آ جاؤ اور اطاعت اختیار کرلو۔ مگر تین دن متواتر یہ اعلان ہونے پر بھی اطاعت کے لئے کسی نے قدم نہیں اٹھایا۔ آخر مسلم بن عقبہ نے مدینہ میں داخل ہو کر باغیوں کو کچلنا شروع کر دیا۔ کچھ دیر مقابلہ ہوا اور پھر مسلم نے اپنی دانائی سے بڑی جلدی مدینہ پر قبضہ کرلیا تین دن مدینہ میں بڑا کہرام رہا ایک ہزار کے قریب آدمی اس جنگ میں کام آئے عبداللہ بن حنظلہ مارا گیا اور بھی کئی نامور مسلمان قتل کیے گئے مسلم نے اس بات کی پوری کوشش کی کہ بے گناہوں کے خون سے ہاتھ رنگین نہ کیے جائیں اور نہ کسی کے مال واسباب کو بلاوجہ ضائع کیا جائے تین دن کے بعد مسلم نے بیعت لینا شروع کی کچھ لوگ انکار بیعت کی وجہ سے قتل کیے گئے اور کچھ جان بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ ستائیس ذالحجہ ۶۳ھ کا واقعہ ہے اسی روز محمد بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب کی مدینہ میں ولادت ہوئی جنہوں نے چل کر بنی امیہ کی حکومت کے خاتمہ پر ابوالعباس سفاح کے نام سے حکومت بنی عباس کی بنیاد ڈالی اور عباسیوں کی حکومت کے پہلے خلیفہ بنے۔

مسلم بن عقبہ نے کچھ دن مدینہ میں قیام کیا اور یہاں کے نظم ونسخ کو درست کرنے کے بعد اپنی فوج لئے ہوئے مکہ کا رخ کیا مگر راستہ میں اچانک ان کی حالت خراب ہو گئی تو انہوں نے حصین بن نمیر کو سپہ سالار مقرر کیا اور وہ مقام ابواء میں دنیا سے رخصت ہو گئے حصین بن نمیر نے مکہ کے قریب پہنچ کر عبداللہ ابن زبیرؓ کو پیغام بھیجا کہ ”یزید کی خلافت کو تسلیم کرو، اپنے دعویٰ خلافت سے دستبردار ہو جاؤ اور اگر ایسا نہیں کرتے ہو تو پھر مقابلہ کے لئے تیار ہو جاؤ“

عبداللہ ابن زبیرؓ نے اپنے بھائی مندر بن زبیرؓ کے ہمراہ مقابلہ کیا۔ منذر نے شامی فوج کو للکارا اور لگے ہاتھوں دو چار کو موت کی نیند بھی سلا دیا پھر تو خوب چلی اور شام تک میدان گرم رہا۔ یہ ۲۷ محرم ۶۴ھ کی تاریخ تھی۔ دوسرے دن حصین بن نمیر نے صبح ہی جبل بوقبیس پر منجنیں گاڑ دیں اور اس کی فوجوں نے پورے مکہ کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔

مورخین کا بیان ہے کہ حصین نے حرم میں آتشگیر مادے کے گولے پھینکے کعبہ کا پردہ بھی جل گیا

Marfat.com

اور عمارت کو نقصان بھی پہنچا۔ شامی فوج کی مزید کمک نے جنگ کی شدت کو اور بھی بڑھا دیا ۳ ربیع الاول ۶۴ھ تک یہ سلسلہ جاری رہا مکہ والوں کے لئے یہ دن بڑی مصیبت اور پریشانی کے تھے گھروں سے نکلنا ان کے لئے دشوار تھا اسی عرصہ میں عبداللہ بن زبیرؓ نے اعلان کرایا جس میں شامیوں کو مخاطب کیا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ ''ارے نادانو! تم کیوں جانیں دے رہے ہو حالانکہ تمہارا سردار یزید مر گیا۔'' حصین بن نمیر نے اس اعلان کو ابن زبیرؓ کی سیاسی چال سمجھ کر کوئی توجہ نہیں دی مگر دو دن کے بعد ثابت بن قیس نخعی نے کوفہ سے آ کر حصین کو یزید کے انتقال کی خبر دی تو یقین آیا اور فوراً فوج کو واپس چلنے کا حکم دے دیا۔

مکہ سے محاصرہ اٹھا کر چلتے وقت حصین نے عبداللہ بن زبیرؓ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی اور جب انہوں نے ملاقات کو پسند کیا تو ایک الگ جگہ میں دونوں آدمیوں نے اپنے دس دس محافظوں کی موجودگی میں ملاقات کی۔ حصین نے کہا کہ میں آپ کی خلافت کو پسند کرتا ہوں اور بیعت بھی کرنے کو تیار ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ شام تشریف لے چلیں حجازی تو آپ کی بیعت کر ہی چکے ہیں شام کو میں آپ کے سامنے جھکا دوں گا اور پھر تمام عالم اسلام میں آپ کی خلافت تسلیم کر لی جائے گی۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے حصین کے اس خیال کو فریب پر محمول کرتے ہوئے گرج کر فرمایا، میں اہل شام کو ہرگز نہیں معاف کروں گا بلکہ ان میں سے ایک ایک کو موت کے گھاٹ اتار دوں گا اور مکہ و مدینہ میں انہوں نے جو زیادتیاں کی ہیں ان کا پورا پورا انتقام لوں گا۔

حصین اس گفتگو سے بہت مرعوب ہوا اور کہنے لگا کہ میں آپ کو خلیفہ بنانا چاہتا ہوں اور آپ مجھے ڈانٹ رہے ہیں اور یہ کہہ کر اپنی فوج کو لئے مکہ سے شام کے لئے روانہ ہو گیا مدینہ کے قریب پہنچ کر پتہ چلا کہ یزید کے انتقال کی خبر سے مدینہ میں کچھ لوگوں نے پھر شورش اٹھائی ہے اور عامل مدینہ کو نکال باہر کیا ہے بنی امیہ روپوش ہو گئے اور کچھ شام کی طرف بھاگ گئے ہیں رات کو حصین نے امام زین العابدین سے رازدارانہ ملاقات کی اور یزید کے انتقال پر اظہار خیال کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ اب عالم اسلام میں آپ سے زیادہ خلافت کا مستحق کوئی نہیں ہے۔ عراقیوں نے آپ کے ساتھ بڑے دھوکے کئے ہیں کاش! آپ ملک شام میں ہوتے تو شامی آپ کو خلیفہ بنائے بغیر نہ چھوڑتے۔ امام زین العابدینؒ نے پہلے یزید کے لئے دعائے مغفرت کی پھر حصین سے فرمایا۔

''میں نے اپنے رب تبارک وتعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ تمام زندگی کسی سے بیعت نہ لوں گا میں جس حال میں ہوں میرے لئے اس سے بہتر اور کوئی صورت نہیں ہے'' حصین نے رخصتی سلام کیا اور خاندان

Marfat.com

بنی امیہ کے بہت سے لوگوں کو اپنے ساتھ لئے ہوئے مدینہ سے شام کا رخ کیا۔اس تمام ہنگامہ کے دوران امام زین العابدین مدینہ سے باہر ایک مخصوص علاقہ میں سکونت پذیر رہے سبائیوں اور اہل بیت کے نام نہاد چاہنے والوں نے کئی مرتبہ کوشش کی اور آپ کو اپنی محبت کا یقین دلا کر میدان میں لانا چاہا مگر آپ نے کسی کو منہ نہیں لگایا اور ایسے لوگوں کو ہمیشہ دھوکہ باز، غدار، بے ایمان اور دشمن اسلام خیال کرتے رہے۔

Marfat.com

یزید کی وفات اور حکومت

عام طور پر یزید کی عمر اور تاریخ وفات میں اختلاف پایا جاتا ہے مگر صحیح روایت یہ ہے کہ یزید نے ۱۴ ربیع الاول کو تقریباً بیالیس برس کی عمر میں وفات پائی اور انتقال حوارین میں ہوا جو تدمر اور دمشق کی درمیان مشہور مقام ہے بیٹے معاویہ بن یزید نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور جنازہ کو دمشق میں لاکر مقبرہ باب الصغیر میں حضرت امیر معاویہؓ کے پہلو میں سپرد خاک کیا بہت عرصہ تک قبر موجود رہی مگر اس کے بعد لوگوں نے اس کا نشان مٹا دیا۔

یزید نے مختلف اوقات میں پانچ شادیاں کیں ایک بیوی کا نام ام محمد تھا اور یہ عبداللہ بن جعفر طیار کی صاحبزادی تھیں۔ دوسری کا نام ام مسکین تھا اور یہ حضرت عاصم کی بیٹی اور حضرت فاروق اعظمؓ کی پوتی تھیں۔ باقی تین اموی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں کل انیس اولادیں ہوئیں جن میں ۱۳ بیٹے اور چھ لڑکیاں تھیں لڑکیوں میں سب سے زیادہ عمر اور شہرت عاتکہ نے حاصل کی یہ عبدالملک کی بیوی بنیں اور ۱۲ خلفائے بنی امیہ ان کے محرم تھے قرشیہ خواتین میں یہ خصوصیت کسی کو حاصل نہیں ہوسکی۔ بیٹوں میں معاویہ بن یزید اور خالد بن یزید بہت مشہور ہوئے۔ ان کی ماں کا نام ام ہاشم بنت عتبہ بن ربیعہ تھا۔ یزید کو خالد سے زیادہ اُنس تھا جس کی وجہ ان کی علمی قابلیت تھی مگر معاویہ کو ولی عہد اس وجہ سے بنایا گیا کہ وہ عمر میں بڑے اور دیندار تھے۔

یزید کی حکومت پونے چار سال رہی اگرچہ کوئی قابل ذکر فتوحات نہ ہوسکیں مگر اختلافات و انتشار کے دور میں یہ بھی بڑی بات ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے بیس سالہ دور حکومت میں اسلامی حکومت کو جو وسعت دی تھی اور اس کی بنیادوں کو مضبوط کیا تھا اس میں کوئی فرق نہیں آیا، ورنہ یہ بات ناممکن نہیں تھی کہ شدید انتشار اور باہمی اختلافات کی وجہ سے اسلامی مملکت کے کچھ حصے مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جاتے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ عقبہ بن نافع کو امیر معاویہؓ نے افریقہ میں سپہ سالار مقرر کیا تھا عقبہ نے اس علاقہ میں بڑی بہادری سے دشمنوں کو زیر کیا اور شہر قیروان کی بنیاد ڈال کر دمشق چلے آئے تھے۔ امیر معاویہؓ نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ تم کو دوبارہ افریقہ بھیجا جائے گا مگر اسی عرصہ میں وہ

Marfat.com

فوت ہو گئے۔

یزید نے تخت حکومت پر قدم رکھتے ہی عقبہ کو افریقہ کا سپہ سالار بنا کر روانہ کیا عقبہ نے افریقہ پہنچتے ہی رومیوں سے مزید مقابلے شروع کر دیئے اور ۶۲ھ میں عقبہ نے اپنے بیٹوں کو قیروان کی حفاظت کے لئے چھوڑا اور وصیت کی کہ میں راہ خدا میں جہاد کی غرض سے نکل رہا ہوں اور چاہتا ہوں کہ درجہ شہادت حاصل ہو اور پھر زہیر بن قیس کو ایک فوجی دستہ کے ساتھ قیروان کی حفاظت کے لئے متعین کر کے خود مجاہدین کو لے کر مغرب کی سمت روانہ ہو گئے، شہر باغانہ پر رومیوں سے سخت مقابلہ کیا اور ان کو مار بھگایا اس کے بعد شہرار بہ پر رومیوں سے دوسری مرتبہ سخت مقابلہ ہوا اور رومی بھاگ کھڑے ہوئے۔

مسلمانوں کی عظیم فتوحات نے رومیوں کو ایسا حواس باختہ کیا کہ وہ اپنی مدد کے لئے ہر سمت اپنی نظریں دوڑانے لگے چنانچہ بربریوں کو جو ابھی تک عیسائی مذہب پر قائم تھے اپنے ساتھ ملا لیا اور اس طرح ان کی تعداد مسلمانوں کے مقابلہ میں کئی گنا زیادہ ہو گئی عقبہ نے اپنی مختصری فوج کو منظم کیا اور شہر طنجہ پر ایسی معرکہ آرائی کی کہ رومیوں کے حوصلے پست پڑ گئے اور رومی گورنر نے خود کو عقبہ کے حوالے کر دیا عقبہ نے اسے بجائے قید کرنے کے آزاد کر دیا طنجہ کی خوبصورتی اور رونق کو بدستور باقی رکھا اور تھوڑی سی فوج اس کے انتظام کے لئے چھوڑ کر پورے مراقش کو فتح کرتے ہوئے بحر ظلمات کے ساحل پر ڈیرے ڈال دیئے عقبہ کا خیال تھا کہ زمین کا کوئی گوشہ اسلامی پرچم کے لہرانے سے محروم نہ رہے مگر سمندر کی لہروں نے ان کو آگے بڑھنے سے روک دیا، عقبہ کے حوصلہ کا اندازہ اس بات سے کرنا چاہئے کہ بحر ظلمات کی عظیم رکاوٹ کے باوجود عقبہ نے اپنے گھوڑی کو سمندر میں ڈالنے اور چند قدم چلانے کے بعد کہا ''اے مالک کائنات کاش! یہ سمندر میرے راستہ میں حائل نہ ہوتا تو جہاں تک مجھے زمین نظر آتی میں تیرے راستہ میں جہاد کرتا چلا جاتا مگر افسوس پانی کی کثرت نے مجبور کر دیا ہے۔''

عقبہ بن نافع نے کچھ دن سمندر کے کنارے قیام کیا، چونکہ شمالی افریقہ پورے طور پر فتح ہو چکا تھا اور رومیوں میں بھی لڑنے کی ہمت نہیں رہی تھی اس لئے عقبہ نے قیروان جانا مناسب سمجھا اور فوج کو کئی حصوں میں تقسیم کر کے مختلف راستوں سے روانہ کیا اور خود ایک فوجی دستہ کے ساتھ ایک نئے راستہ سے قیروان کا قصد کر دیا۔

عقبہ اپنا لشکر لئے ہوئے جب مقام ہتوذا میں پہنچے تو رومیوں اور بربریوں نے جو اطاعت قبول کر چکے تھے مسلمانوں کی قلیل فوج کو دیکھ کر حملہ کر دیا ایک رومی سردار کسیلہ نے جو معہ لشکر کے اطاعت گزار بن کر عقبہ کے ساتھ تھا اس موقع پر مسلمانوں کو دھوکہ دیا اور مسلمانوں سے الگ ہو کر رومیوں کے

Marfat.com

ساتھ شامل ہو گیا۔ مٹھی بھر مسلمانوں کے لئے یہ بڑا نازک وقت تھا مگر عقبہ نے للکارا اور مسلمان تلواریں سونت کر رومیوں پر ٹوٹ پڑے میدان کارزار ایسا گرم ہوا کہ بے شمار رومیوں کے مارے جانے کے بعد مسلمان بھی بہت بڑی حد تک اپنی قوت سے محروم ہو چکے تھے اسی عرصہ میں عقبہ بن نافع پر رومی ہر طرف سے ٹوٹ پڑے اور یہ دلیر مجاہد مقابلہ کرتے ہوئے راہ خدا میں کام آ گیا۔ مسلمان مجاہد بھی ایک ایک کر کے شہید ہو گئے اور کسیلہ رومیوں کے لشکر عظیم کو لئے ہوئے قیروان پہنچ گیا زہیر بن قیس نے بڑی بہادری اور دلیری سے مقابلہ کیا مگر گنتی کے مسلمان کیا کر سکتے تھے آخر قیروان چھوڑ کر برقہ کا راستہ لیا اور کسیلہ نے قیروان پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ مورخین کا بیان ہے کہ بحر ظلمات کے ساحل سے قیروان جاتے ہوئے راستہ میں ایک ایسی جگہ آئی جہاں پانی کا نام ونشان نہ تھا۔ آدمی و جانور پیاس کی شدت سے جان دینے لگے۔ عقبہ بن نافع نے جب یہ کیفیت دیکھی تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی سے پانی کے لئے درخواست کی۔ گھوڑا چند ہی قدم چلنے پایا تھا کہ زمین پر اپنے پیر مارنے لگا اور خدا کی شان کہ اسی جگہ سے پانی کا چشمہ بہہ نکلا آدمی اور جانور سب ہی سیراب ہوئے اور اس مصیبت سے نجات حاصل ہوئی۔ تاریخ میں یہ چشمہ آج تک ماء الفرس کے نام سے مشہور ہے۔

Marfat.com

معاویہ ابن یزید

معاویہ بن یزید خاندان بنی امیہ کے تیسرے خلیفہ تھے ان کی کنیت ابولیلیٰ اور عبدالرحمٰن تھی حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے وقت ان کی عمر تقریباً ۲۱ سال تھی یزید کے انتقال کے بعد یہ تیسرے خلیفہ بنائے گئے یزید کے بیٹوں میں اگرچہ عمر کے لحاظ سے چھوٹے تھے مگر علم تقویٰ اور نیکی میں سب پر فوقیت حاصل تھی اسی لئے مسند خلافت پر فائز کیے گئے۔

معاویہ بن یزید کو خلافت سے زیادہ عبادت وریاضت کا شوق تھا اور عوام میں بھی وہ عابد وزاہد کے نام سے مشہور تھے ان کو خلافت کی خواہش نہیں تھی مگر لوگوں نے ان کی نیکی کو دیکھتے ہوئے مسند خلافت پر بٹھادیا۔خود یزید کی بھی یہی خواہش تھی کہ میری اولاد میں معاویہ کو مسند خلافت سونپی جائے کیونکہ یہ متقی اور مذہب پسند ہے اور اگر ایسا شخص خلیفہ ہوگا تو اس کی ذات مذہب وملت دونوں کیلئے مفید ہوگی۔

حصین بن نمیر جب مکہ اور مدینہ سے اپنا لشکر لیکر شام پہنچے تو مسلمان معاویہ بن یزید کو خلفیہ بنا چکے تھے، حصین نے بھی معہ لشکر کے ان کی بیعت کر لی مگر معاویہ بن یزید کو خلافت سے انس نہیں تھا اور وہ کسی حال میں بھی اس بار کو اٹھانے کے لئے تیار نہیں تھے اور جب لوگون نے بٹھادیا تو وہ بڑی مشکل سے دو تین ماہ اس سلسلہ کو چلا سکے اور شدید بیمار ہوکر جب موت کے قریب پہنچے تو لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ کسی کو اپنی جگہ مسند خلاف پر بٹھادیں لیکن معاویہ نے کوئی توجہ نہیں دی اور دنیا سے رخصت ہو گئے۔

بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ معاویہ بن یزید نے ۶ ماہ حکومت کرنے کے بعد جب استعفیٰ دینا چاہا تو لوگوں نے پوچھا کہ ایسا کیوں کرتے ہو؟ معاویہ نے کہا کہ میں خلافت کا اہل نہیں ہوں اور نہ اپنے اندر خلفائے راشدین اور حضرت حسنینؓ جیسی قابلیت پاتا ہوں اس لئے ایسا خلیفہ ملک وقوم کے لئے کسی طرح مفید نہیں ہوسکتا اور یہ کہہ کر انہوں نے استعفیٰ دے دیا۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ دست برداری سے قبل معاویہ نے لوگوں سے کہا کہ میں چاہتا تھا کہ کوئی فاروق اعظمؓ جیسا مدبر ملے تو اسے تخت پر بٹھایا جائے یا کچھ ایسے لوگ ملیں جن کو انتخاب خلیفہ کے لئے مقرر کردوں جیسا کہ حضرت عمرؓ نے کیا تھا مگر مجھے ایسے لوگ نہیں ملے اب مسلمان جسے چاہیں خلیفہ بنالیں۔

Marfat.com

اس گفتگو کے بعد معاویہ بن یزید نے جو چند روز سے بیمار بھی تھے اپنا دروازہ بند کرلیا اور چند گھنٹوں کے بعد پتہ چلا کہ معاویہ فوت ہوگئے۔ معاویہ بن یزید کی وفات کے بعد اگرچہ خلافت کا سلسلہ بنی امیہ میں باقی رہا مگر امیر معاویہ کی اولاد سے ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا یہ آخری خلیفہ تھے جنہوں نے دلبرداشتہ حالت میں تخت وتاج کو خیر باد کہا معاویہ بن یزید کو مورخین معاویہ ثانی کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں۔

معاویہ ثانی کی حکومت کا زمانہ تاریخی اعتبار سے کوئی قابل ذکر زمانہ نہیں ہے فتوحات اور ملکی ترقیوں کے سلسلہ میں کوئی کام نہیں ہوسکا بلکہ حجاز، مصر، بصرہ اور عراق میں کئی خلافتیں قائم ہوگئیں اور مملکت اسلامیہ میں بہت دن تک انتشار پھیلا رہا۔ مسلمان متحد ہوکر کسی ایک کو خلیفہ بنانے اور ملک کو مستحکم کرنے میں مہینوں اور برسوں کامیاب نہیں ہوسکے۔

حالات حجاز، بصرہ، مصر اور عراق

حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ امیر معاویہ کی وفات کے وقت سے مکہ میں مقیم تھے۔ یزید کے دور حکومت میں بھی وہ مکہ میں رہے اور جب یزید کی وفات ہوئی تو مکہ والوں نے ان کو خلیفہ بنالیا معاویہ ثانی کے زمانہ میں بھی وہ بدستور خلیفہ رہے اور پورے حجاز میں ان کی خلافت کو تسلیم کرلیا گیا بلکہ ان کے اثرات سے دوسرے ممالک بھی متاثر ہوئے، عراق، مصر اور شام تقریباً تمام ممالک ان کے ساتھ تھے۔ یہاں تک کہ پایہ تخت دمشق میں بھی بہت سے لوگ عبداللہ ابن زبیرؓ کی خلافت کے حامی تھے اور چاہتے تھے کہ پوری مملکت اسلامیہ کا خلیفہ ابن زبیرؓ کو بنایا جائے۔

البتہ عراق میں بصرہ کے حالات کچھ مختلف تھے کیونکہ یزید کی وفات کے وقت عبیداللہ بن زیاد بصرہ میں تھا جب اسے یزید کے انتقال کی خبر ہوئی تو اس نے اہل بصرہ کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ یزید کے انتقام کے بعد اب کوئی ایسا شخص معلوم نہیں ہوتا جسے مملکت اسلامیہ کا خلیفہ بنایا جائے اور وہ پورے ملک کا نظم ونسق چلانے کی قابلیت بھی رکھتا ہو۔

میں تمہارے لئے کوئی نیا آدمی نہیں ہوں اسی ملک میں پیدا ہوا اور اسی جگہ پرورش پائی ہے اب میں حاکم ہوں اور اس سے قبل میرے والد یہاں کے حاکم تھے۔ ملک کے حالات بھی اچھے ہیں اور رعایا بھی مطمئن وخوشحال ہے اور اس کے علاوہ شرارت پسندوں کا بھی یہاں کوئی گروہ موجود نہیں ہے ایسے حالات میں اگر تم چاہو تو اپنا خلیفہ چن سکتے ہو۔

Marfat.com

ابن زیاد کی تقریر سے لوگ اتنے متاثر ہوئے کہ سب نے اس کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر لی اور اس کے بعد ابن زیاد نے کوفہ کا رخ کیا تا کہ وہاں کے لوگوں سے بھی اپنی بیعت کو منوائے مگر وہاں صورت بہت کچھ بدل چکی تھی اور شیعان کوفہ میں سے کچھ لوگ اپنی پچھلی حرکتوں پر نادم و پشیمان ہو رہے تھے انہوں نے ابن زیاد کی بیعت سے انکار کر دیا اور جب کوفہ سے یہ خبر بصرہ پہنچی تو بصرے والے بھی ابن زیاد کے خلاف ہو گئے اور بیعت فسخ کر دی ابن زیاد اس صورتحال کو دیکھ کر مایوس ہوا اور عراق چھوڑ کر دمشق چلا گیا اور یہاں جب پہنچا تو معاویہ بن یزید کی دستبرداری اور وفات کے بعد لوگ انتخاب خلیفہ کے مسئلہ میں الجھے ہوئے تھے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ ابن زیاد کو صاف جواب دینے کے بعد شیعان کوفہ سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان پر جمع ہوئے اور ایک نیا کھیل کھیلنے اور مسلمانوں میں مزید انتشار پھیلانے اور اسلام کی عظمت کو نقصان پہنچانے کے لئے خون حسینؓ کا بدلہ لینے کا نعرہ لگایا اور سلیمان کے ہاتھ پر بیعت کر لی سلیمان نے لوگوں سے کہا کہ ابھی اپنی بیعت کو پوشیدہ رکھو، جب حالات پورے طور پر موافق ہوں گے تو خون حسینؓ کا نام لے کر خروج کریں گے اس کے بعد معاویہ بن یزید کی وفات کی خبر جب کوفہ پہنچی تو پھر شیعان کوفہ نے سلیمان کو خروج کرنے پر مجبور کیا مگر سلیمان نے کہا۔ ابھی اہل کوفہ میں مخالف عناصر زیادہ موجود ہیں لہذا تم اندر اندر اپنی طاقت بڑھاؤ، میں موقعہ کا انتظار کر رہا ہوں۔

کوفہ والوں کے متعلق ایک روایت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ انہوں نے ابن زیاد اور سلیمان دونوں سے بددل ہو کر عبداللہ ابن زبیرؓ کی خلافت کو تسلیم کر لیا تھا اور جب مکہ میں ان کو اپنی اطاعت بیعت سے مطلع کیا تو انہوں نے عبداللہ بن یزید انصاری کو کوفہ کا گورنر بنا کر بھیجا اور ابراہیم محمد بن طلحہ کو تحصیل خراج کے لئے مقرر کیا اسی زمانہ میں مختار بن ابو عبیدہ ثقفی نے امام زین العابدین اور محمد بن حنفیہؒ کو اہل بیت کی جھوٹی محبت کا دم بھر کر اپنے ساتھ ملانے اور حکومت پر قبضہ کرنے کی کوشش کی مگر یہ حضرات اس کی چال میں نہیں آئے اور وہ نواح کوفہ میں اپنی طاقت کو بڑھانے میں مصروف ہو گیا۔

غرض عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کو پورے عراق میں تسلیم کر لیا گیا اور ساتھ ہی مصر میں معاویہ بن یزید کے انتقال کے بعد عبدالرحمٰن بن حجدم والی مصر نے بھی عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت کا اعلان کر دیا اس اعلان نے ایسا اثر پیدا کیا کہ حمص کے گورنر نعمان بن بشیر اور قنسرین کے گورنر طغر بن حارث نے بھی حضرت ابن زبیرؓ کی خلافت کو تسلیم کر لیا دمشق میں لوگوں نے ضحاک بن قیس کو اپنا امیر بنا لیا اور کہا کہ جب تک مسئلہ خلافت طے نہیں ہوتا آپ ہمارے امیر ہیں ضحاک نے کہا کہ میں تو ابن زبیرؓ سے زیادہ

Marfat.com

کسی کو خلفیہ ہونے کے لائق نہیں سمجھتا ہوں غرض معاویہ بن یزید کی وفات کے بعد تمام عالم اسلام میں سب سے زیادہ لوگوں کا رجحان حضرت ابن زبیرؓ کی طرف تھا اوران کے علاوہ کسی نام پرلوگ متفق نہیں ہوتے تھے۔

عبداللہ ابن زبیرؓ کی خلافت

حضرت ابن زبیرؓ کی عام مقبولیت کو دیکھتے ہوئے خاندان بنی امیہ کو یہ یقین ہو چلا تھا کہ حکومت اس خاندان سے نکل کر ابن زبیرؓ کے گھر میں چلی جائے گی اور خاندان بنی امیہ اس اعزاز سے محروم ہو جائے گا کیونکہ معاویہ بن یزید کے بعد اول تو عبداللہ ابن زبیرؓ کی ٹکر کے لوگ بہت کم تھے۔ دوسری پوری مملکت میں اکثر و بیشتر صوبے اوران کے باشندے ابن زبیرؓ کی خلافت کو یا تو قبول کر چکے تھے یا ان کی طرف مائل نظر آرہے تھے چنانچہ معاویہ بن یزید کے دستبردار ہونے کے بعد مروان بن حکم کو تخت خلافت پر بٹھانے کے لئے جدوجہد شروع ہوگئی قبل اس کے کہ مروان بن حکم کے حالات اور سلسلہ خلافت کو بیان کیا جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کے حالات پر روشنی ڈالی جائے تا کہ واقعات کو سمجھنے میں آسانی اور ربط پیدا ہو جائے۔

حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی حضرت زبیرؓ بن العوام کے صاحبزادے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نواسے تھے والدہ کا نام حضرت اسماء بنت صدیق اکبرؓ تھا یہ خاتون حضرت عائشہؓ کی بڑی بہن تھیں حضرت ابن زبیرؓ کی ولادت ۲ھ میں مدینہ طیبہ میں ہوئی سات سال کی عمر میں آپ نے آنحضرتؐ سے بیعت کی ۲۱ سال کے تھے جب جنگ یرموک میں شریک ہوئے ۲۶ھ میں فتح طرابلس میں بہت نمایاں حصہ لیا اور کامیاب ہوئے جنگ جمل میں اپنی خالہ حضرت عائشہؓ کی حفاظت میں پیش پیش رہے اور ان کے اونٹ کے قریب کسی کو بھٹکنے نہیں دیا اس معرکہ میں آپ کے جسم پر کئی زخم آئے تھے جو بہت نمایاں تھے حضرت امیر معاویہؓ ان کو بہت بڑا بہادر اور جری انسان سمجھتے تھے بلکہ حکومت کے معاملہ میں اگر ان کو کسی سے خطرہ تھا تو وہ ابن زبیرؓ تھے حضرت امام حسنؓ جب خلافت سے حضرت امیر معاؤیہؓ کے حق میں دستبردار ہوئے تو ابن زبیرؓ نے بھی حضرت امیر معاویہؓ کی بیعت قبول کر لی تھی اور اس معاملہ میں حضرت امام حسنؓ کے ہم خیال تھے حضرت امیر معاویہؓ نے جب یزید کو ولی عہد بنایا تو امام حسینؓ خاموش رہے مگر ابن زبیرؓ نے کھل کر مخالفت کی، یہاں تک کہ حضرت امیر معاویہ ان سے ناراض ہو گئے مکہ سے واپس چلے آئے اور حضرت ابن زبیرؓ مکہ ہی

Marfat.com

میں مقیم رہے حضرت امیر معاویہؓ نے مناسب نہیں سمجھا کہ وہ ان کو زیادہ چھیڑیں البتہ انہوں نے یزید کو ہدایت کردی تھی کہ تمہاری مخالفت کا سب سے بڑا خطرہ صرف ابن زبیر کی طرف سے ہے مگر اس کے باوجود یزید نے حضرت ابن زبیرؓ سے الجھنا مناسب نہیں سمجھا اور وہ حادثہ کربلا تک اور اس کے بعد اپنی شہادت تک مکہ ہی میں مقیم رہے۔ حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے بعد حضرت ابن زبیرؓ نے مکہ میں مسلم بن عقبہ اور حصین بن نمیر کا جس بہادری سے مقابلہ کیا وہ آپ پچھلے اوراق میں پڑھ چکے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے متعلق تاریخ کا بیان ہے کہ وہ ہجرت کے بعد مدینہ میں مہاجرین کی سب سے پہلی نرینہ اولاد تھے ان کے پیدا ہونے سے مہاجرین میں بڑی مسرت ہوئی تھی کیونکہ مدینہ کے یہودیوں نے مشہور کر رکھا تھا کہ ہم نے اپنے علماء سے جادو کرادیا ہے، مہاجرین میں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوگا۔ ان کی نسل منقطع ہو جائے گی اور موت تھوڑے عرصہ میں مہاجرین کا نام ونشان مٹادے گی۔ حضرت ابن زبیرؓ پیدا ہوئے تو مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور یہود بہت مایوس اور شرمندہ ہوئے حضرت زبیر بن العوامؓ نے پیدا ہونے کے فوراً بعد آپ کو کپڑے میں لپیٹ کر آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کیا آپ نے ہاتھوں پر لیا اور ایک کھجور منہ سے چبا کر اس کا ذرا سا شیرہ ابن زبیرؓ کو چٹایا۔ ہجرت کو پورے بیس ماہ ہو چکے تھے۔

Marfat.com

مروان بن حکم کی تخت نشینی اور وفات

معاویہ بن یزید کی وفات کے بعد تقریباً ۶ ماہ پوری مملکت اسلامیہ میں عبداللہ بن زبیرؓ کے سوا کوئی بھی خلیفہ نہیں تھا بنی امیہ میں سے کسی شخص نے دعویٰ خلافت نہیں کیا ہر جگہ کے حکام اور عمال عبداللہ بن ابن زبیرؓ کی خلافت کو تسلیم کر چکے تھے، البتہ حسان بن کلبی جو فلسطین کے گورنر اور بنی امیہ کے اقتدار کو باقی رکھنے کے لئے بے چین تھے جب ان کو یہ بات معلوم ہوئی کہ مملکت اسلامیہ میں عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت قائم اور مضبوط ہو چکی ہے تو انہوں نے روح بن زنباع کو اپنا قائم مقام بنایا اور اردن میں پہنچ کر اپنی قوم کے آدمیوں کو ساتھ لیا مگر ہوا یہ کہ نابل بن قیس نے جو ابن زبیرؓ کے حامی تھے روح کو فلسطین سے نکال دیا جو بھاگ کر اردن میں حسان بن مالک سے مل گئے فلسطین کا علاقہ جو ابھی تک ابن زبیرؓ سے بچا ہوا تھا وہ بھی ان کی خلافت کا ایک حصہ بن گیا۔

حسن نے اردن میں لوگوں کو عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف خوب بھڑکایا اور ان کو اس بات پر آمادہ کرلیا کہ خلافت خاندان بنی امیہ کا حق ہے اور ہم سب کو خالد بن یزید بن معاویہ کو تخت خلافت پر بٹھانے کی کوشش کرنا چاہیئے اس کے ساتھ ہی حسان نے یہ کیا کہ دمشق کے گورنر ضحاک بن قیس کو جو عبداللہ ابن زبیرؓ کے طرف دار تھے ایک خط لکھا اور اس میں اس بات پر زور دیا کہ خلافت بنی امیہ میں رہنی چاہیئے لہذا تم نے اگرچہ ابھی تک ابن زبیرؓ کی حمایت کا اعلان کھل کر نہیں کیا اس لئے میں تم کو مطلع کرتا ہوں کہ یہ بات اچھی نہیں ہے ابن زبیرؓ کی خلافت کی طرف لوگوں کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے لہذا تم کو اس کا جلد سے جلد تدارک کرنا چاہیئے اور جب قاصد خط لے کر جانے لگا تو اس کو تاکید کردی کہ یہ خط ضحاک کے ہاتھ میں مت دینا بلکہ جمعہ کے دن جامع دمشق میں جب تمام روسا اور عمائدین موجود ہوں خود پڑھ کر سنا دینا۔

قاصد نے دمشق میں پہنچ کر حسان کے کہنے کے مطابق سب لوگوں کے سامنے خط پڑھ کر سنایا۔ ضحاک کے ہم خیال بہت سے لوگ موجود تھے اس خط کو سنتی ہی دو گروہ علانیہ پیدا ہو گئے ایک وہ جو عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کو پسند کرتا تھا اور دوسرا وہ جو بنی امیہ کی خلافت کے لئے کوشاں تھا لوگوں میں

Marfat.com

عام چرچے ہونے لگی اور قریب تھا کہ دونوں گروہ ایک دوسرے سے الجھ پڑیں مگر خالد بن یزید نے درمیان میں آ کر دونوں گروہ کے آدمیوں کو ٹھنڈا کر دیا ضحاک مسجد سے قصر امارت میں آ گئے اور کئی دن باہر نہیں نکلے اسی دوران میں عبیداللہ بن زیاد کوفہ سے دمشق پہنچا اور بنی امیہ کی خلافت کے حامیوں میں ایک نئی جان پیدا کر دی۔

ضحاک بن قیس جو قصر امارت میں خاموش بیٹھے تھے، عبداللہ ابن زبیرؓ کے حامیوں کو لے کر باہر نکلے اور علانیہ لوگوں کو ابن زبیرؓ کی خلافت کے لئے دعوت دیتے رہے اور مقام مرج راہط میں آ کر مقیم ہو گئے ادھر بنی امیہ کے اور ان کے طرف دار حسان بن مالک کے ساتھ مقام جابیہ میں خیمہ زن ہو گئے۔

بنی امیہ کے حامیوں کا عام خیال تھا کہ خالد بن یزید کو خلیفہ چن لیا جائے گا اور اس کے بعد ضحاک سے مقابلہ کیا جائے مگر مروان بن حکم نے حسان بن مالک، روح بن زنباع اور عبیداللہ بن زیاد کو اپنے حق میں ہموار کر لیا اور اس کے بعد ہی روح نے مجمع عام میں کھڑے ہو کر کہا۔

''خالد بن یزید ابھی نوجوان اور ناتجربہ کار ہیں اور حالات کی نزاکت کا تقاضا ہے کہ خلیفہ کو بہت ہی تجربہ کار اور ہوشیار ہونا چاہئے لہذا اس وقت ہم میں مروان بن حکم کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ایسا موجود نہیں ہے جسے خلیفہ چنا جائے یہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ سے حکومتی کاموں کا تجربہ رکھتے ہیں مگر ہم اس شرط پر ان کو خلیفہ منتخب کر رہے ہیں کہ ان کے بعد خالد بن یزید کو تخت نشین کیا جائے۔''

مقام جابیہ میں کئی دن انتخاب خلیفہ کے مسئلہ پر بحث ہوتی رہی آخر روح کی تحریک اور ابن زیاد کی تائید سے ۳ ذیقعدہ ۶۴ھ کو مروان بن حکم کو بنی امیہ کا چوتھا خلیفہ چن لیا گیا۔

مروان کی پیدائش ۲ھ میں ہوئی سلسلہ نسب اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ مروان بن حکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف ماں کا نام آمنہ بنت علقمہ بن صفوان تھا۔ مروان کے والد حضرت عثمان غنیؓ کے حقیقی چچا تھے الحکم نے فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا تھا مروان میں چونکہ سوجھ بوجھ اچھی تھی اس لئے حضرت عثمانؓ نے ان کو اپنا مشیر حکومت بنا لیا تھا مورخین نے مروان کے متعلق بھی کچھ اچھے خیالات کا اظہار نہیں کیا ہے۔ بلکہ بہت کچھ برا بھلا کہا ہے حضرت عثمانؓ کی شہادت اور ان کو غلط مشورے دے کر بنی امیہ کے جا اور بے جا عروج کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے جنگ جمل میں حضرت عائشہ کو بھڑکا کر لے جانے اور معرکہ صفین میں مسلمانوں کے باہمی قتل وخون کی ذمہ داری بھی مروان پر ہی ڈالی گئی ہے۔

مروان نے تخت حکومت پر قدم رکھنے کے بعد خالد بن یزید کو اپنا ولی عہد مقرر کیا اور ایک دور

Marfat.com

اندیشہ بھی کی یزید کی بیوہ یعنی خالد کی ماں سے نکاح کرلیا تاکہ حکومت کے راستہ میں کوئی خطرہ باقی نہ رہے اور یزید کے خاندان کے افراد بھی خالد کی ولی عہدی کی وجہ سے مخالفت نہ کرسکیں۔

اس مرحلہ سے فارغ ہونے کے بعد مروان ۱۳ ہزار فوج لئے ہوئے مرج راہط کی طرف بڑھے اور ضحاک کے مقابلہ پر پہنچ کر ڈیرے ڈال دیئے۔ ضحاک کے پاس بھی اچھی خاصی فوج جمع ہوچکی تھی طرفین نے مقابلہ کی تیاریاں شروع کردیں۔ ۲۰ دن مسلسل جنگ ہوتی رہی مگر مروان کو کامیابی نہیں ہوئی آخر ابن زیاد نے مشورہ دیا کہ ضحاک سے مقابلہ میں کامیابی صرف اس طرح ہوسکتی ہے کہ ایک طرف تو ضحاک سے صلح کی بات چیت کی جائے اور دوسری طرف رات کی تاریکی میں شب خون مار دیا جائے مروان نے ابن زیاد کے مشورہ پر عمل کیا ضحاک صلح کی بات چیت سے مطمئن ہوگئے تھے مگر رات کو اچانک حملہ دیکھ کر ان کے اوساں جاتے رہے۔ ضحاک اپنی جان نہیں بچاسکے اور رات ہی میں موت کا جام پی کر سو گئے اور فوج منتشر ہوگئی۔

مروان اپنے ساتھیوں کو لئے مرج راہط سے دمشق آئے اور اس محل میں قیام کیا جہاں خالد اور ان کی والدہ رہتی تھیں مرج راہط کی فتح نے بنی امیہ کی مایوسیوں کو خوشیوں سے بدل دیا اور لوگ سوچنے لگے کہ مصر و شام میں عبداللہ بن زبیرؓ کے حامیوں کا خاتمہ کس طرح کیا جائے آخر مروان نے چند روز دمشق کے محل میں ٹھہرنے کے بعد شام میں جہاں جہاں ابن زبیرؓ کے حامی پائے جاتے تھے ان سے مقابلہ شروع کردیا چونکہ حامیاں ابن زبیرؓ کی تعداد تھوڑی تھی اس لئے بڑی جلدی شام کو مروان نے اپنے قبضہ میں کرلیا اور ایک دن ٹھہرے بغیر مصر پر حملہ کردیا۔ مصری مقابلہ سے بھاگ کھڑے ہوئے اور پھر انہوں نے اپنا فائدہ اس میں دیکھا کہ صلح کرلی جائے چنانچہ سب نے ابن زبیرؓ کی حمایت سے تائب ہوکر مروان کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور شام کی طرح مصر میں بھی بنی امیہ کا مکمل اقتدار قائم ہوگیا۔

شام اور مصر کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد مروان نے افریقہ کی طرف توجہ کی تاکہ جو علاقے حکومت اسلامیہ کے قبضہ سے نکل چکے ہیں ان کو دوبارہ واپس لیا جائے اس مقصد کے تحت مروان نے اپنے دو بیٹوں کو یعنی عبدالملک بن مروان اور زبیر بن مروان کو بہت بڑی فوج کے ساتھ افریقہ کی سمت روانہ کیا یہ دونوں بھائی افریقہ پہنچے اور باغیوں سے زبردست مقابلہ کیا مقبوضہ علاقے ان کے ہاتھ سے نکال لئے اور قیروان پر دوبارہ مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا البتہ شمالی افریقہ کی فتح نامکمل رہ گئی اس لئے کہ بربریوں اور عیسائی رومیوں کا اس علاقہ میں بڑا زور تھا۔

مصر و شام پر قابض ہونے کے بعد اور افریقہ میں باغیوں کی سرکوبی کے لئے فوج روانہ کرنے

Marfat.com

کے بعد مروان بن حکم کو خیال آیا کہ خالد بن یزید کی جگہ عبدالملک بن مروان کو ولی عہد ہونا چاہئے تا کہ حکومت کا سلسلہ حکم کے خاندان میں پہنچ جائے۔اب چونکہ مروان کو بہت کچھ اطمینان ہو چکا تھا، مخالفین دب چکے تھے اس لئے انہوں نے خالد بن یزید کو ولی عہدی سے ہٹا کر اپنے بیٹے عبدالملک کو ولی عہد بنایا یزید کی بیوہ جو مروان کے نکاح میں تھیں اور ان کے بیٹے خالد کو یہ بات بہت ناگوار ہوئی مگر کوئی مقابلہ کی ہمت نہ کر سکا اس کے علاوہ یہ بھی اعلان کیا گیا کہ عبدالملک کے بعد ان کے بھائی عبدالعزیز بن مروان کو خلیفہ بنایا جائے گا۔ یہ اعلان حسان بن مالک نے جامع دمشق میں کیا اور پھر اسی وقت دونوں کے حق میں بیعت لی گئی۔ خالد کی ماں کو یہ بات بہت ناگوار گزری، مجبوری کی وجہ سے وہ بول نہیں سکیں مگر دل میں انتقام لینے کا عہد کر لیا اور پھر ایک دن رات کو محل میں جبکہ مروان بن حکم محوخواب تھے ام خالد کی سہیلیوں نے مروان کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر ہلاک کر دیا یہ بھی کہا گیا ہے کہ ام خالد نے کھانے میں زہر دیدیا تھا جس کے اثر سے مروان کی ہلاکت واقع ہوگئی۔ یہ ۳ رمضان ۶۵ھ کا واقعہ ہے اسی دن عبدالملک نے تخت خلافت پر قدم رکھا اور چند ہی روز بعد ام خالد کو قصاص میں قتل کرا دیا۔

مروان بن حکم نے ۶۳ سال کی عمر پائی اور تقریباً دس ماہ حکومت کی وہ اگر چہ اس قلیل مدت میں کوئی خاص کام نہیں کر سکے مگر افریقہ میں حکومت اسلامیہ کے گرتے ہوئے اقتدار کو ان کی ذات سے بڑی تقویت پہنچی اور پھر یہ کہ خاندان بنی امیہ کی مٹتی ہوئی حکومت کو دوبارہ قائم کر دیا۔ مروان کا یہ بھی ایک کارنامہ ہے کہ امیر معاویہ کے خاندان سے حکومت کو نکال کر اپنے خاندان میں کھینچ لیا۔

Marfat.com

عبدالملک بن مروان کی حکومت

عبدالملک بن مروان کی پیدائش رمضان ۲۳ھ میں ہوئی کنیت ابوولید تھی اور مورخین نے ان کے نام کے ساتھ ابوالملوک کے لقب کا بھی اضافہ کیا ہے کیونکہ ان کے کئی بیٹوں کو تخت حکومت پر بیٹھنے کا موقعہ ملا۔ مروان کی وفات کے بعد عبدالملک جب خلیفہ ہوئے تو حکومت اسلامیہ میں دو خلیفہ تھے ایک خود عبدالملک جن کا دارالخلافہ دمشق تھا۔ دوسرے حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ جن کا دارالخلافہ مکہ معظّمہ تھا تخت نشینی کے وقت عبدالملک کی عمر ۳۹ سال کی تھی۔

عبدالملک کو باپ کی وفات کے بعد جو حکومت ملی تھی اس میں بہت سی کمزوریاں موجود تھیں اور بہت سے خطرات سے گھری ہوئی تھی سب سے بڑا خطرہ عبداللہ بن زبیرؓ کا تھا جو عراق، حجاز اور ایران کے خلیفہ تسلیم کئے جا چکے تھے اور دوسرا بڑا خطرہ ان سبائیوں کا تھا جو شیعان علی کے نام سے اور امام حسینؓ کی شہادت اور حادثہ کربلا کو بڑھا چڑھا کر زور پکڑتے جا رہے تھے اور اس درجہ کی طاقت بڑھ چکی تھی کہ بعجلت ان پر ہاتھ ڈالنا خطرے سے خالی نہیں تھا اور تیسرا خطرہ ان خارجیوں کی طرف سے تھا جو حضرت علی کا ساتھ چھوڑ کر الگ اپنی حکومت قائم کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے درحقیقت یہ دونوں گروہ شیعان علی اور خارجی سبائیوں کی ہی ذریات سے تھے اور جن کا صرف ایک ہی مقصد تھا کہ حکومت اسلامیہ کو ختم کر کے اسلام کی بڑھتی ہوئی تحریک کو دبا دیا جائے۔

شیعان علی کی اسلام کش تحریک اگرچہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ سے چل رہی تھی اور جس نے حضرت علیؓ کے زمانہ میں زیادہ زور پکڑا تھا اور جسے حضرت امیر معاویہؓ نے اپنی طاقت اور تدبر سے بہت بڑی حد تک ختم کر دیا تھا مروان کے زمانہ میں پھر ابھری کئی ہزار شیعوں نے سلیمان بن صرد کی محبت میں امام حسینؓ کے مزار پر جا کر اپنی جھوٹی محبت کا اظہار کیا کئی دن وہاں پڑے رہے۔ مجلسیں کیں، ماتم کیا اور مصائب ومظالم کی فرضی داستانیں گھڑیں اور ان کو زور شور سے بیان کیا چنانچہ بہت سے بھولے بھالے مسلمان اس فریب میں آ کر ان کے ساتھی ہو گئے اور سلیمان نے جب دیکھا کہ اب ۸ ہزار کے قریب فوج ہو چکی ہے تو وہ اس کو لئے شام کی طرف بڑھا اور مروان کی حکومت سے ٹکرا گیا۔

Marfat.com

مروان نے بہت جم کر مقابلہ کیا چھ ہزار شیعان علی مارے گئے اور خود سلیمان بن صرد کے اور اس کے ساتھی سرداروں کو مروان کی فوج نے موت کی نیند سلا دیا بہت سے لوگ جانیں بچا کر بھاگ کھڑے ہوئے اور بہت سے لوگوں نے ان کے فریب سے آگاہ ہو کر توبہ کر لی اور مروان کی فوج میں شامل ہو گئے یہ ۶۵ھ کا واقعہ ہے جو تاریخ میں توابین کے نام سے مشہور ہے۔

فتنہ مختار

عبدالملک کے ابتدائی دور حکومت میں اس تحریک کے بچے کھچے شرارت پسندوں نے دوبارہ اپنی تنظیم شروع کی اس مرتبہ اس تحریک کا علم برادر کوفہ کا مشہور سبائی اور اہل بیت کی محبت کا نام نہاد داعی مختار بن عبید ثقفی تھا۔ یہ وہی غدار ہے جس نے مسلم بن عقیل کو اپنے گھر میں ٹھہرایا تھا اور ان کے ہاتھ پر امام حسینؓ کی بیعت کی تھی اور پھر ابن زیاد کی ایک بھبکی سے ہاتھ چھوڑ کر الگ ہو گیا تھا۔ ابن زیاد نے گرفتار کر کے قید خانہ میں ڈال دیا اور ایک آنکھ بھی پھوڑ دی۔

حضرت امام حسینؓ جب کوفہ میں آئے اور پھر حادثہ کربلا واقع ہوا اس وقت یہ قید خانہ میں تھا۔ یزید نے رحم کھا کر رہا کیا تو یہ سیدھا مکہ گیا اور عبداللہ بن زبیرؓ کی فوج میں شامل ہو گیا پھر کچھ عرصہ کے بعد کوفہ آیا اور در پردہ شیعان علیؓ کو بھڑکا کر حکومت پر قبضہ کرنے کی تدبیریں کرنے لگا، ابن زیاد نے دوبارہ جیل میں ڈال دیا مگر یہ قید خانہ میں بھی اپنی حرکتوں سے باز نہیں آیا کوئی نہ کوئی شوشہ چھوڑتا ہی رہا مروان کی وفات کے بعد رہائی حاصل کی اور مدینہ پہنچ کر حضرت امام زین العابدینؒ کو اپنا امام بنانا چاہا مگر وہ تیار نہیں ہوئے بہت برا بھلا کہا اور اپنی مجلس سے نکلوا دیا مختار نے امام حسینؓ کے سوتیلے بھائی محمد بن حنفیہ کو باتیں ملا کر اپنا سرپرست بنا لیا اور ان سے تحریک کو چلانے کی اجازت حاصل کر کے مدینہ سے عراق آ گیا اور شیعان علیؓ کی تنظیم شروع کر دی۔

مختار انتہائی چالاک اور بد باطن انسان تھا اسے عبداللہ بن زبیرؓ اور اہل بیت کسی سے محبت نہیں تھی اس کا مقصد اسلامی حکومت اور مسلمانوں کے خلاف آگ پھیلانا تھی مختار جیسے ہی مدینہ سے کوفہ پہنچا اس نے محمد بن حنفیہؒ کا سہارا حاصل کر کے اپنی تحریک کو آگے بڑھانا شروع کر دیا۔ ساتھ ہی اس نے عبداللہ بن زبیرؓ کو پیغام بھیجا کہ میں عراق میں آپ کے مخالفین یعنی بنی امیہ کی جڑ کاٹنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ محمد بن حنفیہؒ کے نام نے بڑا اثر پیدا کیا ہزاروں آدمی مختار کی تحریک میں شریک ہو گئے مختار نے اپنی سرگرمیاں اتنی تیز کر دیں کہ عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف سے کوفہ میں جو گورنر اور پولیس افسر متعین تھے

Marfat.com

انہوں نے خطرہ محسوس کرنا شروع کر دیا۔

کوفہ کے پولیس افسر ایاس بن منضر نے اس تحریک کو دبانے کے لئے سخت اقدام اٹھایا تو مختار اور اس کے حمایتی ایاس بن منضر کے دشمن ہو گئے۔ ایاس بن منضر نے ابراہیم بن اشتر کو جو کوفہ کا مشہور سبائی لیڈر تھا اور شیعان کوفہ کو ورغلا رہا تھا ڈانٹ ڈپٹ کی تو وہ مشتعل ہو گیا اور موقعہ پا کر ایاس کو قتل کرا دیا۔ پھر کیا تھا، باقاعدہ جنگ چھڑ گئی پولیس کی جمعیت نے ابراہیم بن اشتر کو گرفتار کرنا چاہا تو شیعان علی نے جم کر مقابلہ شروع کر دیا یہاں تک کہ کوفہ کی حکومت کو شکست دینے کے بعد کوفہ کے گورنر ابن مطیع کے محل کو گھیر لیا، ابن مطیع نے بڑی مشکل سے جان بچائی اور راہ فرار اختیار کی شیعان علی نے مختار کی سرکردگی میں ایسا زور پکڑا کہ پورے عراق پر ان کا قبضہ ہو گیا۔

عبداللہ بن زبیرؓ اور عبدالملک دنوں کا تسلط عراق سے اٹھ گیا عبداللہ بن زبیرؓ کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو انہوں نے اس تحریک کے چند لیڈروں کو جو مکہ میں موجود تھے گرفتار کر لیا شیعان علی نے کوفہ سے مکہ پہنچ کر ابن زبیر سے جنگ شروع کر دی اور ایسی زبردست جنگ کی کہ اپنے قیدیوں کو چھڑا کر کوفہ آ گئے اور مختار نے پورے عراق میں اعلان کرا دیا کہ جو لوگ امام حسینؓ کی شہادت میں کسی بھی نوعیت سے شریک تھے ان کو موت کے گھاٹ اتارا جائے گا اس اعلان نے بہت سے مسلمانوں کو مختار کی طرف سے خوش ظن بنا دیا اور وہ بھی یہ خیال کر کے کہ یہ لوگ سچے محبّ اہل بیت ہیں اور جن لوگوں نے اہل بیت کے ساتھ زیادتیاں کی ہیں ان سے بدلہ لینا چاہتے ہیں مختار کی تحریک میں شامل ہو گئے حالانکہ حقیقت یہ نہیں تھی بلکہ حکومت اسلامیہ پر قبضہ کرنے کے لئے یہ سب چالیں چلی جا رہی تھیں مختار نے بدلہ لینے کا اعلان کرانے کے بعد اس تحریک کو اتنے جوش کے ساتھ اٹھایا کہ انتقام انتقام کہتے ہوئے جانوروں کی طرح میدان میں دوڑتے اور بھاگتے پھرتے تھے اور اسی جوش میں اگر ذرا بھی شبہ ہو جاتا تھا کہ یہ بنی امیہ یا ابن زبیرؓ کا آدمی ہے یا کربلا کے حادثہ میں موجود تھا تو اسی وقت اسے قتل کر دیا جاتا تھا بچہ بچہ کو ذبح کر دیا جاتا تھا اور اس کے سامان کو لوٹ کر گھر کو آگ لگا دی جاتی تھی۔

مختار انتقام لینے والی فوج کی خود رہنمائی کر رہا تھا۔ یزید بن معاویہؒ کے دور کے حکام جہاں بھی ملتے تھے موت کے گھاٹ اتار دیئے جاتے تھے چنانچہ شمر ذی الجوشن، خولی بن سنان، عمر بن سعد، عاری بن حاتم اور بہت سے مشہور حکام و افسر گرفتار کر کے قتل کئے گئے یہاں تک کہ ان کے گھر والوں میں سے کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑا اور ان کے سر کاٹ کر شارع عام پر لٹکا دیئے۔

مختار اور اس کے ساتھی جس وقت یہ ہنگامہ برپا کر رہے تھے ابن زیاد اس وقت دمشق میں تھا اسے

Marfat.com

جیسے ہی پتہ چلا کہ سبائی لیڈر مختار اور ابراہیم اشتر نے عراق پر قبضہ کرلیا ہے ابن زبیرؓ کا تسلط اٹھ چکا ہے اور مختار کے ساتھی بنی امیہ کی حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے عراق سے شام کی طرف آرہے ہیں اور بہت سے لوگوں کو قتل بھی کر چکے ہیں تو ابن زیاد ایک بڑے لشکر کے ساتھ دمشق سے کوفہ کی جانب روانہ ہوا تا کہ اس فتنہ کو شام میں داخل ہونے سے پہلے روکا جائے، مگر ابن زیاد کا لشکر جب کوفہ کے قریب پہنچا تو ابراہیم اشتر نے شیعان علی کی فوج کے ساتھ ابن زیاد کو آگے بڑھنے سے روک دیا اور پھر ایسی جنگ چھڑی کہ ابن زیاد کے لشکر کو میدان جنگ سے بھاگنے پر مجبور ہونا پڑا۔ ابن زیاد مارا گیا، ابراہیم نے اس کے سر کو مختار کے پاس کوفہ بھجوادیا مختار نے امام زین العابدین کو اپنا حامی بنانے کے لئے ابن زیادہ کے سر کو مدینہ ان کے پاس بھجوادیا مگر ابن حسینؓ کو پھانسنے کی یہ ترکیب بھی بیکار ہوگئی آپ نے مختار کو ملت اسلامیہ اور مسلمانوں کی حکومت کے لئے فتنہ عظیم قرار دیا اور فرمایا کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اہل بیت سے جھوٹی محبت کے دعویداروں سے ہوشیار رہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ اہل بیت کی غیر معتدل محبت بہت سوں کو دوزخ کا ایندھن بنادے۔

مختار کا قتل

مختار اور اس کے ساتھیوں نے پورے عراق میں اپنا تسلط جمالیا تھا اور اسلامی حکومت کے خلاف ایسی شورش مچائی تھی کہ کوئی علاقہ قتل وخونریزی سے محفوظ نہیں رہا تھا ہزاروں مسلمانوں کو قتل کر کے ان کے گھروں کو ویران بنادیا تھا اس شورش پسند اور اسلام دشمن گروہ کو عبدالملک اور عبداللہ بن زبیرؓ دونوں سے سخت دشمنی تھی اور وہ ان کی حکومت واقتدار کا خاتمہ کر کے پوری اسلامی دنیا پر قبضہ کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے مگر قدرت ان کو نیچا دکھانے سے غافل نہیں تھی وہ قتل میں ایسے منہمک تھے کہ اپنے مقبوضہ علاقہ کا انتظام بھی پورے طور پر نہیں کر سکے اس کے ساتھ ہی انہوں نے مسلمانوں میں جنگ وجدال اور عداوت وعدوان کی دوسری ناپاک حرکت یہ کی کہ عجمیوں کو عربوں کے خلاف بھڑکانا شروع کردیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صدہا عربی عجمیوں کے ہاتھوں مارے گئے اور عراق میں مقیم عربوں میں مختار اور اس کے گروہ کے خلاف شدید بے چینی پیدا ہوگئی اور عربوں نے عبداللہ بن زبیر کے بھائی مصعب بن زبیر کو جو بصرہ کی حکومت سنبھالے ہوئے تھے مختار کے خلاف فوج کشی کی دعوت دے دی۔ مصعب بن زبیرؓ تو موقعہ کی تلاش ہی میں تھے، عراق کے عربوں کی فریاد سنتے ہی بہت بڑا لشکر لیکر کوفہ کی سمت روانہ ہوگئے۔

کوفہ کے قریب سبائی لیڈر مختار اور اس کے ساتھی شیعان علی کا معصب بن زبیرؓ کی فوج سے

Marfat.com

زبردست مقابلہ ہوا شیعان کوفہ دیر تک میدان میں جمے رہے آخر مصعب کی فوج نے ان کو قلعہ بند ہونے پر مجبور کر دیا جیسے ہی یہ قلعہ میں گھسے مصعب نے ہر طرف سے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔۴ ماہ تک محاصرہ جاری رہا آخر مختار اور اس کے ساتھی مجبور ہو کر قلعہ سے باہر آ گئے شدید مقابلہ کے دوران مختار مارا گیا مصعب بن زبیرؓ نے اس کا سر کاٹ کر مکہ میں عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس بھیج دیا مختار کو ۱۴ رمضان ۶۷ھ کو قتل کیا گیا مارنے والے طرفہ اور طراف عبداللہ بن وجاجہ کے لڑکے تھے۔ مختار کے ساتھی گرفتار کر لئے گئے ان کی تعداد ۶ ہزار کے قریب تھی جن میں ۶ سو عرب اور باقی سب ایرانی تھے جو سبائی گروہ سے تعلق رکھتے تھے۔ کوفہ کا کوئی گھر ایسا نہیں تھا جس کے ایک دو آدمی سبائیوں کے ہاتھوں نہ مارے گئے ہوں مصعب بن زبیرؓ نے سب کو قتل کرا دیا عربی اپنی غلطی پر نادم تھے جن کو چھوڑ دیا گیا یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ مصعب بن زبیرؓ نے مختار کے دونوں ہاتھ کٹوا کر جامع مسجد کوفہ کے دروازہ پر لٹکوا دیئے تھے جو حجاج کے عہد تک لٹکے رہے۔

کوفہ پر قابض ہونے کے بعد مصعب بن زبیرؓ نے مختار کے ایک مشہور ساتھی ابراہیم بن مالک کو جو موصل کا حاکم تھا ایک خط لکھا کہ اب تم کو بلا مقابلہ میری اطاعت کر لینا چاہیے اس قسم کا خط عبدالملک بن مروان نے بھی ابراہیم کو لکھا تھا کہ تم میری اطاعت اختیار کر لو میں تم کو عراق کا حاکم اعلیٰ بنا دوں گا اور پھر مشرق میں تم جس قدر فتوحات حاصل کرو گے اس پر بھی تم ہی کو حاکم بنایا جائے گا ابراہیم نے عبدالملک پر مصعب کو ترجیح دی موصول سے کوفہ آ کر مصعب کے ہاتھ پر بیعت کر لی مصعبؓ نے ابراہیم کو اپنے پاس سپہ سالاری کے عہدہ پر لگا دیا اور موصل میں گورنری کے عہدہ پر مہلب بن ابی صفرہ کو مامور کر دیا عبداللہ بن زبیرؓ کو مختار کے قتل اور کوفہ پر قبضہ کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اپنے بھائی مصعب بن زبیرؓ کو کوفہ اور بصرہ کی گورنری کا پروانہ بھیج دیا۔ یہ ۶۸ھ کا واقعہ ہے اس کے بعد عراق میں سبائی شیعوں کی قوت کا خاتمہ تقریباً ہو چکا تھا اور عبداللہ بن زبیرؓ کا پورے عراق پر تسلط تھا مگر اس کے باوجود ان کو اطمینان نہیں تھا اس لئے کہ عبدالملک بن مروان کی شام میں زبردست قوت موجود تھی اور جو ہر آن عراق پر قبضہ کرنے کے لئے بے چین تھی۔

مختار بن عبید سبائیوں اور دھوکہ بازوں میں عبداللہ بن سبا کا صحیح جانشین تھا ہزاروں شیعان علی میں صرف مختار ہی ایک ایسا شخص تھا جس نے اپنی شاطرانہ چالوں سے مسلمانوں کو باہم لڑانے اور حکومت اسلامیہ کو پارہ پارہ کرنے میں ابن سبا کے جانشین کی حیثیت سے وہ کام کیا جو کوئی دوسرا نہ کر سکا۔

مختار نے کوفہ پر قابض ہونے کے بعد عبداللہ بن زبیرؓ کو ایک خط لکھا کہ میں کوفہ کے دارالامارت میں مقیم ہوں، مجھے آپ کی خلافت تسلیم کرنے سے انکار نہیں ہے مگر میں چاہتا ہوں کہ آپ کوفہ کی

Marfat.com

گورنری کا پروانہ مجھے عطا کردیں، ابن زبیرؓ اس کی شاطرانہ طبیعت سے خوب واقف تھے اور انہوں نے اس کا امتحان لینے کے لئے عمر بن عبدالرحمٰن بن حرث بن ہشام مخزدلی کو کوفہ کا گورنر مقرر کر کے بھیجا اور فرمایا اگر وہ سچا ہے تو تم سے مزاحمت نہیں کرے گا مگر مختار نے زائد بن قدام کو پانچ سو سواروں کے ساتھ بھیجا کہ جاؤ اور عمر بن عبدالرحمٰن کو راستہ ہی میں روک لو اگر مان جائے تو ستر ہزار درہم دے کر واپس کر دینا نہ مانے تو گرفتار کر کے لے آنا عمر بن عبدالرحمٰن نے خود کو کمزور دیکھتے ہوئے درہم لے لئے اور بصرہ میں حرث بن ربیعہ کے پاس چلے گئے۔

مختار نے عراق میں کامیاب ہونے کے بعد ایک چال یہ چلی کہ اس نے خود کو حضرت علی کا مامور مشہور کرنا شروع کر دیا اور شیعان علی کا مذہبی رہنما بن کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضرت علیؓ اور امام حسینؓ کی طرف سے اس کو روحانی فیوض ملے ہیں اور بہت سی کرامات بھی اس کو دی گئی ہیں چنانچہ اس مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے اس نے ایک تابوت تیار کرایا اور ایک کرسی اس میں رکھی اور مشہور کیا کہ یہ حضرت علیؓ کی مخصوص مسند ہے کہ جس پر بیٹھ کر وہ خدا کے احکامات ملائکہ کے ذریعہ وصول کیا کرتے تھے جامعہ کوفیہ میں ہر نماز کے بعد اس تابوت کی زیارت کرائی جاتی تھی، اور لوگ اس کو بوسہ دیا کرتے تھے۔

مختار نے شیعان علی سے کہا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لئے تابوت سکینہ کو موجب نصرت بنایا تھا اسی طرح یہ تابوت بھی شیعان علی کے لئے باعث برکت اور موجب نصرت ہے، ہماری یہ کامیابی اسی تابوت کی برکتوں کا نتیجہ ہے۔ ہر شخص کو چاہئے کہ اس تابوت کے سامنے سجدہ کرے اس کو بوسہ دے دسرا کام اس نے یہ کیا کہ جاہلوں کو اہل بیت کی محبت کے بہانہ اپنے جال میں پھنسا کر اسلامی اتحاد کو برباد کرنے کے لئے اس نے شہداء کربلا کے نام پر بہت سی خرافات کی بنیاد ڈالی، مجالس ماتم کا سلسلہ قائم کیا شہداء کے تابوت بنانے اور ان کو گشت کرانا شروع کیا، امام حسینؓ کے مزار کو مرجع حاجات وکامیابی قرار دیا اور ان کے عقائد میں یہ بات بٹھائی کہ اللہ کی جانشینی صرف علیؓ کے لئے مقرر ہوئی تھی جن لوگوں نے علیؓ کی خلافت کے قیام میں روڑے اٹکائے ان سے اور ان کے ماننے والوں سے بغض رکھنا باعث ثواب اور ان کو مطعون، بدنام اور ملعون سمجھنا باعث نجات ہے۔ مختار نے مذہبی لبادہ اس حد تک اوڑھا کہ شیعان علی اس کو اس زمین پر اہل بیت کا سب سے بڑا محافظ اور جانثار اور ان کا قائم مقام سمجھنے لگے اور پھر یہ رنگ اتنا گہرا کیا گیا کہ مختار نے کہا کہ مجھے مرتبہ نبوت دیا گیا ہے اور بشارت دی گئی ہے کہ کامیابی تمہاری ہوگی غرض مختار نے صدہا جال پھیلائے مگر ناکام رہا آخر عبداللہ بن زبیرؓ اور عبدالملک کے ہاتھوں اس جھوٹے نبی اور سبائی لیڈر کی تمام ترکیبیں خاک میں مل گئیں۔

Marfat.com

مصعب بن زبیرؓ کی شہادت

شیعان علی کالشکر منتشر ہو چکا تھا، مختار کے ایک ساتھی اشتر بن مالک نے ہتھیار پھینک کر مصعب بن زبیرؓ کے ہاتھ پر عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کے لئے بیعت کر لی اور عراق پورے طور پر عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ میں آ گیا اب پوری مملکت میں دو خلیفہ تھے ایک ابن زبیرؓ اور دوسرے عبدالملک بن مروان، عبدالملک بن مروان کی شروع ہی سے یہ کوشش تھی کہ ابن زبیرؓ کو خلافت کے راستہ سے صاف کیا جائے تاکہ عراق اور حجاز بھی قبضہ میں آ سکے۔ مگر دمشق میں حالات ایسے پیدا ہوتے رہے کہ عبدالملک کو ابن زبیرؓ کے خلاف کوئی قدم اٹھانے کا موقعہ ہی نہیں ملا۔

ابن زیاد کے مارے جانے کے بعد عبدالملک کا خیال تھا کہ عراق پر ایک بھرپور حملہ کیا جائے اور ابن زبیرؓ کے ہاتھ سے نکالنے کے لئے ایسی مہم شروع کی جائے کہ شام کے پہلو میں اس خطرہ کی موجودگی ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے مگر ۶۹ھ میں اچانک عبدالملک کو قرقیسیا کے گورنر کے مقابلہ کے لئے نکلنا پڑا کیونکہ وہ ابن زبیرؓ کا حامی ہو گیا تھا اور اندیشہ تھا کہ اس کی سرگرمیاں اگر تیز ہو گئیں تو شام میں بھی ابن زبیرؓ کے قدم گھس آئیں گے۔ عبدالمالک نے جیسے ہی دمشق سے باہر قدم رکھا اس کے بھتیجے عمرو بن سعید نے عبدالملک یعنی اپنے چچا کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔ عمرو بن سعید عبدالملک سے اس لئے ناراض ہو گیا تھا کہ عبدالملک کے والد مروان نے خالد بن یزید کے بعد عمرو کو ولی عہدی کے لئے نامزد کیا تھا اور پھر خالد اور عمرو دونوں کی برطرفی کا اعلان کر کے عبدالملک کو ولی عہد بنایا تھا۔

عمرو بن سعید کا دعویٰ تھا کہ مران کے بعد خالد کے برطرف کرنے کے بعد میں ہی خلافت کا مستحق ہوں عبدالملک کو ولی عہد بنا کر میری حق تلفی کی گئی ہے عمرو بن سعید نے عبدالملک کے جاتے ہی بغاوت برپا کر دی اور دمشق کے تخت کو اپنے ہاتھ میں لینے کے لئے ساز باز میں بڑی حد تک کامیابی حاصل کر لی۔ عبدالملک نے قرقیسیا پہنچنے سے پہلے راستہ میں جب اس بغاوت کی خبر سنی تو وہ راستہ ہی سے بلا لڑے واپس دمشق پہنچے اور عمرو بن سعید سے تخت کے لئے زبردست لڑائیاں شروع کر دیں عبدالملک نے باغی بھتیجے سے خوب جم کر مقابلہ کیا یہاں تک کہ عمرو بن سعید مارا گیا اور عبدالملک کو سکون حاصل ہوا لیکن یہ

Marfat.com

سکون جلد ہی ختم ہو گیا کیونکہ رومی عیسائیوں نے شام پر چڑھائی کر دی عبدالما لک کو اس تازہ مصیبت سے بچنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آیا آخر مجبور ہو کر رومی عیسائیوں کو سالانہ کچھ رقم دینے کے وعدہ پر صلح کر لی۔

حکومت کے اندرونی جھگڑوں سے جب عبدالملک کو سکون حاصل ہوا تو وہ عراق پر حملہ کرنے کے لئے جنگی تیاریوں میں لگ گئے تلوار اور دولت دونوں سے کام لے کر اتنا سخت حملہ کیا کہ کامیاب ہونے کی آس بندھ گئی۔

عبدالملک کے سپہ سالاروں نے ایک ہوشیاری یہ کی کہ مصعب بن زبیرؓ کی فوجوں سے جم کر مقابلہ کیا اور دوسری طرف یہ کیا کہ مصعب بن زبیرؓ کی عراقی فوجوں کو توڑنے اور میدان جنگ سے ہٹانے کے لئے ان میں خوب دل کھول کر دولت تقسیم کی چنانچہ نتیجہ یہ ہوا کہ کوفی جو فطری طور پر دھوکہ باز اور وقت کے ساتھی واقع ہوئے تھے دولت کے لالچ میں میدان سے ہٹ کر عبدالملک کے ساتھی و حامی بن گئے۔ مصعب بن زبیرؓ نے بہت کوشش کی مگر کوفیوں نے ایسی آنکھیں پھیریں کہ مصعبؓ کی فوجی قوت برائے نام رہ گئی لیکن اس کے باوجود وہ میدان جنگ سے نہیں ہٹے یہاں تک کہ مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ ساتھیوں میں بھگدڑ مچ گئی عبدالملک بن مروان نے کوفہ، بصرہ اور پورے عراق کو اپنے قبضہ میں لے لیا اور عراق سے عبداللہ بن زبیرؓ کی حکومت کا خاتمہ ۷۲ھ میں ہو گیا۔

مصعب بن زبیرؓ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے چھوٹے بھائی تھے۔ امام حسینؓ کی صاحبزادی حضرت سکینہؓ سے آپ کی شادی ہوئی تھی حضرت مصعبؓ بھی اپنے بھائی عبداللہ کی طرح بڑے بہادر اور مرد میدان تھے۔

مصعب بن زبیر کو میدان جنگ میں اتنی جلدی شکست ہونے کی بڑی وجہ ان کوفیوں کی غداری ہے جو ادھر ادھر سے آ آ کر مصعبؓ کی فوج میں شامل ہو گئے تھے اور وقت پر عادت کے مطابق آنکھیں پھیر گئے چند آدمی تھے جو میدان میں نظر آ رہے تھے باقی فوج کھڑی تماشا دیکھ رہی تھی۔ عبدالملک اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ مصعبؓ جیسے بہادر و نڈر کو قتل کیا جائے، چنانچہ عبدالملک نے اپنے بھائی محمد بن مروان کو حضرت مصعبؓ کے پاس بھیجا اور کہلوایا کہ لڑائی کا رنگ بگڑ چکا ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ کوفی غداری کر رہے ہیں لہٰذا میں آپ کو امان دیتا ہوں مگر مصعبؓ نے اسے قبول نہیں کیا۔ محمد بن مروان نے مصعبؓ کے فرزند عیسیٰ کو بھی سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ بھی اپنے والد کے حکم کے پابند رہے اور باپ کے سامنے لڑتے ہوئے جان دے دی۔

درحقیقت کوفیوں نے مصعب بن زبیرؓ اور حضرت امام حسینؓ کو قتل کرانے میں جو جرم کیا اس کی

Marfat.com

نوعیت ایک جیسی سی ہے جس طرح امام حسینؓ چاہتے تھے کہ یزید کے پاس جا کر اپنا معاملہ خود طے کر لیں یا مدینہ واپس ہو جائیں مگر جھوٹے محبوں نے ان کو نہ یزید کے پاس جانے دیا اور نہ مدینہ جانے دیا اسی طرح مصعب بن زبیرؓ کے ساتھ غداروں نے کیا کہ آخر وقت تک ان کو اپنی محبت وحمایت کے خواب دکھاتے رہے اور عین وقت پر ساتھ چھوڑ بیٹھے۔

بیان کیا گیا ہے کہ حضرت مصعبؓ اپنے فرزند کی موت کے بعد خیمہ میں گئے۔ سر میں تیل ڈالا کپڑوں میں خوشبو لگائی اور میدان میں جم گئے صرف سات آدمی تھے جو ان کے ساتھ جمے رہے اور سب نے ان کے ساتھ اسی میدان میں لڑتے ہوئے جان دیدی کچھ لوگوں نے چاہا کہ مصعبؓ کے سر کی تشہیر کی جائے مگر عبدالملک نے ان کو اس نازیبا حرکت سے روک دیا اور غسل وکفن کے بعد ان کی لاش سپرد خاک کرادی۔

عبدالملک کے ہاتھ پر عراقیوں نے بیعت کی عبدالملک جامع کوفہ میں گئے خطبہ دیا اور غلط فہمیوں کی بناء پر جو واقعات ہوئے ان پر افسوس کیا اپنے بھائی بشیر بن مروان کو کوفہ کا گورنر بنایا۔ بصرہ کی گورنری خالد بن اسید کو دی۔ قرقیسیا کے گورنر زفر بن حارث کی سرگرمیوں سے عبدالملک کو تشویش تھی چنانچہ عقبہ بن ابی محیط کو عبدالملک نے مقابلہ کے لئے بھیجا لڑائی چھڑی مگر جلدی صلح ہوگئی۔ عبدالملک نے زفر بن حارث کو اپنے برابر تخت پر بٹھایا اور اپنے بیٹے مسلمہ بن عبدالملک کی شادی زفر بن حارث کی لڑکی سے کر دی۔

مکہ میں حضرت مصعبؓ کے قتل کی خبر پہنچی تو کہرام مچ گیا اور گھر گھر عراقیوں کی بے وفائی کا چرچا ہونے لگا۔ عبداللہ ابن زبیرؓ کو بھائی کی شہادت کا بہت غم ہوا اور اہل مکہ کو جمع کر کے فرمایا۔

''آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارے پاس عراق سے جو خبر آئی ہے وہ اگرچہ بڑی غمگین ہے مگر ہم خوش اس لئے ہیں کہ مصعبؓ شہید ہوئے اور رنجیدہ اس لئے ہیں کہ دوست کی جدائی ایک قلبی سوزش ہے جو دوست ہی محسوس کرتا ہے ہاں مصعبؓ خدا کے بندوں میں سے ایک بندہ اور میرا مددگار تھا اہل عراق بڑے بے وفا اور منافق ہیں انہوں نے مصعبؓ کو بڑی حقیر قیمت پر بیچ ڈالا۔ یاد رکھو ہم بستروں پر مرنے والے نہیں ہیں بلکہ تلواروں کے سایہ میں دم توڑنے والے ہیں یاد رکھو یہ دنیا اس عظیم شہنشاہ سے ادھار لی گئی ہے جس کی حکومت ہمیشہ رہے گی اور کبھی زائل نہیں ہوگی اگر دنیا ہمارے پاس آئے گی تو ہم اس کو ذلت کے ساتھ نہیں لیں گے اور اگر ہم سے منہ موڑے گی تو ہم دنیا داروں کی طرح آنسو نہیں بہائیں گے۔ بس میں اپنے اور تمہارے سب کیلئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کرتا ہوں۔

اس تقریر کے دوران عبداللہ بن زبیرؓ کے آنسو بھائی کی محبت میں کئی مرتبہ گرتے دیکھے گئے مگر ماں اور بیٹے دونوں کے استقامت میں فرق نہیں آیا۔

Marfat.com

عبداللہ ابن زبیرؓ کی شہادت

عراق پر عبدالملک کا قبضہ ہونے کے بعد عبداللہ ابن زبیرؓ کی قوت بڑی حد تک ٹوٹ چکی تھی، پھر بھائی کے غم نے بھی ان کی کمر ہمت کمزور کردی تھی۔ ایسی حالت میں عبدالملک کے لئے حجاز پر قبضہ کرنا کچھ دشوار نہیں رہا تھا۔ لہذا عراق وشام آس پاس کے علاقوں کی طرف سے مطمئن ہو کر عبدالملک نے حجاز کی طرف توجہ کی اور حجاج بن یوسف کو شامیوں کی فوج کے ساتھ حجاز کی جانب روانہ کردیا۔

عبداللہ بن زبیرؓ کو معلوم ہوا کہ شامیوں کا لشکر مکہ کے قریب آ پہنچا ہے تو وہ حرم میں قلعہ بند ہو گئے تا کہ اطمینان سے مقابلہ کیا جائے حجاج نے مکہ پہنچتے ہی شہر کو اپنے گھیرے میں لے لیا اور اس بات کی کوشش شروع کردی کہ اس محاصرہ میں ہر قسم کی سہولتوں سے ابن زبیرؓ کو محروم رکھنے کی تدابیر پر عمل کیا جائے تا کہ وہ مقابلہ سے عاجزی محسوس کرنے لگیں۔ عبداللہ ابن زبیرؓ بڑی بہادری سے مقابلہ کرتے رہے مگر ان کی فوجی قوت دن بدن کم ہوتی جارہی تھی۔ کھانے پینے کے سامان کی قلت نے اچھے اچھے بہادروں کو نڈھال کردیا تھا۔ کوفہ اور عراق کے شیعان علی جو مکہ میں عبداللہ ابن زبیرؓ کی فوج میں شامل تھے وہ اپنی عادت کے موافق ٹوٹ ٹوٹ کر حجاج کی فوج میں شامل ہوتے جارہے تھے۔

عبداللہ ابن زبیرؓ کے لئے یہ صورت بڑی تشویشناک تھی، چنانچہ وہ ایک مرتبہ پریشانی کے عالم میں صلح واطاعت کی بھی سوچنے لگے مگر اس کے بعد ہی اپنی والدہ کے پاس پہنچے، صورتحال سے ان کو آگاہ کیا۔ آپ کی والدہ اسماء بنت ابوبکر صدیقؓ نے بیٹے سے فرمایا ''اگر تم حق پر ہو تو پھر لڑے جاؤ کیونکہ حق پر مرنا دنیا کی ہزار زندگیوں سے بہتر ہے۔ حضرت عبداللہؓ ماں کی اس نصیحت کو سن کر پورے طور پر جنگ کے لئے مستعد ہو گئے اور اگر چہ مٹھی بھر آدمی رہ گئے تھے مگر آپ دیر تک جاں بازی کے جوہر دکھاتے رہے ایک موقعہ پر پیچھے ہٹتے ہوئے ایک گڑھے میں گر گئے، شامی فوجوں نے آگے بڑھ کر گھیر لیا اور شہید کردیا۔ چنانچہ فوجیوں نے آپ کے سر کو جسم سے کاٹ لیا سولی پر لٹکا دیا تا کہ کسی کو اس کے بعد لڑنے کی ہمت نہ ہو سکے۔

ابن زبیرؓ کی عمر شہادت کے وقت ۷۲ سال کی تھی اور ہجرت نبوی کو بھی ۷۲ سال ہو چکے تھے آپ

Marfat.com

نے دس برس کے قریب مکہ میں رہ کر خلافت کی۔ حجاج نے فوج کی مدد سے مکہ اور مدینہ کو پورے طور پر اپنے قبضہ میں لے لیا اور ۷۳ھ میں عبدالملک کے زیر خلافت پوری مملکت اسلامیہ آ گئی۔

مورخین نے یہ دلدوز واقعہ بھی نقل کیا ہے کہ جب ابن زبیرؓ کا سر سولی پر لٹکا ہوا تھا تو آپ کی والدہ ادھر سے گزریں اور بیٹے کے سر کو دیکھ کر کہنے لگیں ''اچھا یہ شہسوار ابھی سواری سے نہیں اترا ہے؟'' ایک مرتبہ ماں نے میدان جنگ کی طرف رخصت کرتے وقت فرمایا ''بیٹا جب بکری ذبح ہو جاتی ہے تو پھر کھال اترنے کی اسے کوئی تکلیف نہیں ہوتی ہے، جاؤ اور پوری آن بان کے ساتھ جاؤ۔'' ابن زبیرؓ نے ماں کے سر کو بوسہ دیا اور فرمایا ''انشاء اللہ تم مجھے کسی وقت بزدل نہیں پاؤ گی۔''

ایک مرتبہ حضرت اسماء نے حجاج سے کہا کہ مجھے ابن زبیرؓ کی لاش کو دفن کرنے کی اجازت دی جائے مگر حجاج نے انکار کر دیا یہ بات عبدالملک کے کان تک پہنچی تو انہوں نے حجاج کو بہت سخت سست کہا۔

حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کا ایک بڑا کارنامہ یہ ہے کہ ان کے زمانہ میں شیعان کوفہ کی مسلسل شرارتوں سے حکومت اسلامیہ کو نجات مل گئی مختار مارا گیا اور فتنہ خوارج کی کئی مقامات پر سرکوبی کی گئی اگر بنی امیہ سے ان کے اختلافات نہ بڑھتے اور وہ مسلمانوں کے خلیفہ ہوتے تو اسلامی شریعت کو رواج دینے اور پھیلانے میں بنی امیہ سے زیادہ کام کرتے، صحابہ کرام کی فرمانروائی کا زمانہ ان کی ذات پر ختم ہو گیا وہ ایک ایسے خلیفہ تھے جنہوں نے مکہ معظّمہ کو دارالخلافہ بنایا ورنہ ان سے پہلے اور ان کے بعد آج تک مکہ کو اپنا دارالخلافہ کسی نے نہیں بنایا تھا، تقویٰ، طہارت، عبادت، شجاعت اور اسلام سے محبت کرنے میں ان کی ذات مسلمانوں کے لئے ایک نمونہ اور مشعل راہ ہے۔

Marfat.com

حجاج بن یوسف اور خارجیوں کا خاتمہ

مکہ اور پورے حجاز کو اپنے قبضہ میں لینے کے بعد عبدالملک نے حجاج بن یوسف کو عراق کا گورنر مقرر کیا اس سے قبل عراق کے عامل بشیر بن مروان تھے اور موسیٰ بن نصیر کو ان کا مشیر بنایا گیا تھا اسی زمانہ میں خالد بن عبداللہ بن زیاد کو بصرہ کا گورنر بنایا گیا تھا بشیر اور موسیٰ بن نصیر کو کوفہ کی حکومت چلانے میں بڑی دشواریاں پیش آ رہی تھیں کیونکہ کوفہ کے لوگ بڑے شرارت پسند تھے اور کچھ نہ کچھ ہنگامے اٹھاتے ہی رہتے تھے ان کی عادت تھی کہ جو بھی عامل مقرر کیا جاتا ہے اسے وہ مختلف طریقوں سے پریشان کرتے رہتے تھے یہ حالت صرف کوفہ ہی میں نہیں تھی بلکہ پورے عراق میں شیعان علی اور خارجی در پردہ فساد پھیلاتے ہی رہتے تھے۔ شیعان عراق کی خودسری کو دیکھتے ہوئے عبدالملک نے بشیر بن مروان کے مرنے پر حجاج بن یوسف کو گورنر مقرر کر دیا تاکہ حجاج کی سخت گیری کے سامنے شورش پسندوں کو سر اٹھانے کا موقعہ نہ ملے۔

چنانچہ حجاج بن یوسف نے کوفہ میں قدم رکھتے ہی ایسا سخت اقدام کیا کہ کوفہ کے شرارتی اپنی تمام فتنہ پردازیاں بھول گئے بہت سے لوگوں کو پکڑ کر تختہ دار پر چڑھا دیا گیا بہت سے لوگوں نے بھاگ کر جان بچائی اور بہت سے تائب ہو کر پرامن زندگی گزارنے لگے کوفہ سے فارغ ہو کر حجاج نے بصرہ کا رخ کیا اور مفسدوں کو چن چن کر موت کے گھاٹ اتار دیا۔ لوگ اس کا نام لیتے ہوئے کانپتے تھے ایک مرتبہ حجاج کی فوج کم ہو گئی مفسدوں نے موقعہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے بغاوت کی آگ بھڑکانا شروع کر دی حجاج کی فوج کم تھی اس لئے وہ مصلحتاً خاموش رہا اور جب تازہ دم فوج حجاج کے پاس آ گئی تو اس نے ایسا قتل عام کیا کہ اٹھارہ باغی سرداروں کے سر کاٹ کر عبدالملک کے پاس بھیج دیئے اور بہت جلدی عراقیوں کی سرکشی ختم ہو کر رہ گئی۔

درحقیقت خارجیوں کی شورش اور شیعان کوفہ کی شرارتوں کا سلسلہ حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت سے مملکت اسلامیہ کے لئے مستقل دردسر بنا ہوا تھا اور تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد ان کی شورش کا طوفان ہر عہد حکومت میں اٹھتا ہی رہتا تھا ان کو جب سختی سے دبایا جاتا تو وہ دب جاتے تھے لیکن موقعہ ملتے ہی ان

Marfat.com

کی سرگرمیاں اٹھ کھڑی ہوتی تھیں خارجی اور دوسرے ان کے ہمنوا لوگوں کی شورش کا سب سے بڑا مرکز عراق اور فارس تھے جہاں ان کی شرارتوں کا سلسلہ چلتا ہی رہتا تھا ۷۶ھ میں جب ان کی شورش زیادہ بڑھی اور فارس کے علاقہ میں حالات زیادہ بگڑے تو عبدالملک نے مہلب بن ابی صفرہ کو مقرر کیا کیونکہ مہلب عبداللہ بن زبیرؓ کے زمانہ میں بھی اس خدمت کو بخوبی انجام دے چکے تھے۔ مہلب نے بڑی جرأت اور قابلیت سے خارجیوں کے زور کو توڑا اور شیعان علی کو نیچا دکھایا مگر حال یہ تھا کہ ایک جگہ پر یہ آگ ٹھنڈی پڑتی تھی تو دوسری جگہ بھڑک اٹھتی تھی۔

خلفیہ عبدالملک کے مقرر کردہ حکام نے جب زیادہ سختی کی تو ایک شخص صالح اور دوسرا شبیب اور چند خارجی سرداروں نے ہزاروں آدمیوں کو آمادہ کر کے عبدالملک کی حکومت کے خلاف بغاوت مچادی اور انہوں نے آخری بار جان توڑ کوشش کی کہ جس طرح بھی ہو عبدالملک کی حکومت کا تختہ الٹ دیا جائے عبدالملک نے عدی کی سرکردگی میں ایک فوجی لشکر کو متعین کیا کہ وہ اس تحریک کے لیڈروں کو کچل دے مگر عدی مقابلہ پر جم نہیں سکے اور بھاگ کھڑے ہوئے آخر حجاج بن یوسف پانچ ہزار کے لشکر کے ساتھ عدی کی مدد کے لئے پہنچا اور موصل کے قریب صالح اور شبیب کو گھیر لیا، صالح مارا گیا اور شبیب نے ایک قلعہ میں پناہ لی مگر رات کی تاریکی میں جبکہ حجاج کی فوج اور ایک سپہ سالار حارث بے فکری کی نیند سو رہے تھے شبیب اور اس کے آدمیوں نے اچانک قلعہ سے نکل کر حملہ کر دیا۔ فوج یہ خیال کر کے کہ کوئی بہت بڑا لشکر ٹوٹ پڑا ہے بدحواس ہوگئی اور بھاگ کھڑی ہوئی شبیب نے تمام سامان جنگ لوٹ لیا اور اپنی قوت کو اتنا بڑھایا کہ پورے عراق میں اس نے امیر المومنین کا لقب اختیار کر لیا۔

حجاج نے اس بہادر سرکش سے کئی مقابلے کئے مگر ہر دفعہ شکست ہوئی۔ یہاں تک کہ شبیب کوفہ میں گھس آیا اور بہت لوگوں کو قتل کر کے خوب غارت گری مچائی اور اپنا پرچم لہراتا ہوا دوسرے علاقوں کی طرف چل دیا حجاج نے اس کے تعاقب میں جسے بھی بھیجا اس نے شکست کھائی اور پچاس کے قریب اس سے معرکہ ہوئے مگر کامیابی نہیں ہوئی۔

حجاج اور شبیب کا آخری معرکہ اہواز میں ہوا، سخت مقابلہ ہوا اور دونوں طرف سے فوجوں نے جم کر تلوار چلائی اور معرکہ کارزار اتنا گرم ہوا کہ شبیب نے بھاگتے ہوئے اپنے گھوڑے کو دریا میں ڈال دیا۔ پانی بہت گہرا تھا شبیب نے ہاتھ پیر بہت مارے مگر ڈوب گیا فوج کے دل ٹوٹ گئے اور حجاج نے ان کو ہر طرف سے گھیر گھیر کر ختم کرنا شروع کر دیا ہر طرف لاشوں کے ڈھیر لگے تھے اور کسی خارجی کی جرأت نہیں تھی کہ وہ سر اٹھائے حجاج نے شبیب کی لاش کو دریا سے نکلوایا اور اس کا سر کاٹ کر عبدالملک

Marfat.com

کے پاس بھیج دیا۔

حجاج کو شبیب کی بہادری پر بڑا تعجب ہوتا تھا اور وہ اس کو انسان نما جنات سمجھتا تھا حجاج نے اس کے دل کو سینہ سے نکلوا کر دیکھا تو عام دلوں کے مقابلہ میں بہت بڑا تھا۔ بہر حال شبیب کے بعد خارجیوں اور ان کے ساتھی شیعوں کی قوت ٹوٹ گئی جو شرارت پسند چھپے رہ گئے تھے ان کو مہلب نے تلاش کر کے ختم کر دیا عبدالملک کی حکومت میں کئی سال خارجیوں کی شورش چلتی رہی ان کا عجب حال تھا کبھی خود کو خارجی کہلانے لگتے تھے اور کبھی کہتے تھے کہ ہم شیعان علی ہیں مگر عبدالملک بن مروان نے بھی ختم کر کے دم لیا یہ ۷۶ھ کا واقعہ ہے۔

Marfat.com

عبدالملک کے کارنامے اور وفات

حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ سے عبدالملک بن مروان کے زمانہ تک مسلمانوں کو خانہ جنگیوں میں زیادہ وقت خرچ کرنا پڑا قیصر روم نے مسلمانوں کے اس الجھاؤ سے خوب فائدہ اٹھایا اور شمالی افریقہ کے بیشتر علاقے مسلمانوں سے چھین لئے اور جب بھی موقعہ ملا کسی نہ کسی علاقے پر قبضہ جمالیا۔ قیصر کی جرأت اس درجہ بڑھ چکی تھی کہ اس نے مسلم حکمرانوں سے باقاعدہ خراج وصول کرنا شروع کر دیا حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ میں قیصر جو خراج لیتا تھا اس کی مقدار صرف چند ہزار تھی مگر عبدالملک کے عہد میں خراج کی مقدار چار لاکھ کے قریب پہنچ چکی تھی اور عبدالملک کو ہر سال تین سو پینسٹھ گھوڑے بھی قیصر روم کو دینا پڑتے تھے۔

عبدالملک کے لئے یہ صورتحال بڑی بے چین کرنے والی تھی اور وہ موقعہ کا انتظار کر رہے تھے، چنانچہ جیسے ہی اندرونی جھگڑوں اور خارجیوں کی شورش سے نجات ملی عبدالملک نے خراج دینے سے انکار کر دیا اور ساتھ ہی ۷۶ھ کے آخر میں اسلامی لشکر کو جہازوں کے ذریعہ بھیج کر رومیوں کی حکومت پر پوری قوت سے حملہ کر دیا مسلمانوں نے سخت لڑائی کے بعد لزدکا اور بازیکم جیسے اہم مقامات پر قبضہ کر لیا اور اس کے بعد شمالی افریقہ کی جانب مسلمان متوجہ ہوئے رومیوں اور بربریوں نے چند سال میں شمالی افریقہ مسلمانوں کے قبضہ سے نکال لیا تھا اور زہیر بن قیس جو برقہ کے حاکم تھے ہلاک کر دیئے گئے عبدالملک چونکہ عبداللہ بن زبیرؓ سے جنگ آزما تھے اس لئے شمالی افریقہ کی جانب کوئی توجہ نہیں دے سکے مگر زہیر کے مارے جانے کا ان کو سخت صدمہ ہوا۔

آخر ۷۷ھ میں حسین بن نعمان کو ۴۰ ہزار کا لشکر دے کر افریقہ کی تسخیر کے لئے روانہ کیا حسین بڑا دلیر اور بہادر سپہ سالار تھا عبدالملک دور تک اس کو چھوڑنے گئے اور خدا حافظ کہا حسین نے سب سے پہلے شہر کارتھج کا محاصرہ کیا یہ رومیوں اور بربریوں کی جنگی سرگرمیوں کا بہت بڑا مرکز تھا سخت محاصرہ کے بعد بھی جب رومیوں نے ہتھیار نہیں ڈالے تو حسین بن نعمان کے سرفروش ساتھی سیڑھیاں لگا کر قلعہ کے اندر اتر گئے بڑی دلیری سے لڑے اور سخت معرکہ آرائی کے بعد کارتھج پر قبضہ کر لیا۔

Marfat.com

رومیوں کے ایک بڑے لشکر نے باہر سے آ کر مسلمانوں کو بے دخل کرنا چاہا مگر دمشق سے تازہ دم فوج کے آ جانے کی وجہ سے رومیوں کو ناکام ہونا پڑا اور مسلمانوں نے پورے شہر کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

رومی و بربری کارتھج کے نکل جانے کے بعد جبل میں جمع ہو گئے یہاں کی حکومت ملکہ دابیہ کے ہاتھ میں تھی اور رومی وغیرہ اس کو ایک نبی اور پیغمبر کی طرح مانتے تھے۔ مسلمانوں نے ملکہ کے خلاف چڑھائی کر دی خوب لڑائی جمی مگر ملکہ کی موجودگی نے رومیوں کے حوصلے اتنے بڑھا دیئے کہ مسلمانوں کو شکست اٹھانا پڑی اور ملکہ شمالی افریقہ کے کئی علاقوں پر قابض ہو گئی مگر یہ خیال کر کے کہ مسلمان اس علاقہ پر شاید اس وجہ سے چڑھائی کرتے ہیں کہ یہاں پھلوں کے باغات اور عمارتیں خوبصورت ہیں اس نے باغوں اور عمارتوں کو تباہ کرا دیا۔ باغ اجاڑ دیئے بہت سی جگہ آگ لگوا دی اور زرخیز آباد علاقہ کو بنجر بنا دیا ملکہ کی اس حماقت سے تمام اہل ملک ناراض ہو گئے اور جب مسلمانوں نے دوبارہ حملہ کیا تو علاقہ کے باشندوں نے مسلمانوں کو خوش آمدید کہا۔ ملکہ کو گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا اور اس کے بعد افریقہ کے بیشتر علاقوں پر حسین بن نعمان نے اسلامی پرچم لہرا دیا۔

حسین نے نعمان کی اس کارگزاری سے عبدالملک کو بہت خوشی ہوئی اور انہوں نے خوش ہو کر بارقہ کی حکومت کا پروانہ بھی حسین بن نعمان کے نام جاری کر دیا اس زمانہ میں مصر کے گورنر عبدالملک کے بھائی عبدالعزیز بن مروان تھے اور وہ بارقہ کو اپنی ہی قلمرو میں خیال کرتے تھے مگر حسین بن نعمان کو بارقہ کی حکومت ملنے پر عبدالعزیز کو سخت ناگوار ہوا اور انہوں نے اپنے خصوصی اختیارات سے نہ صرف بارقہ میں حسین کو داخل نہ ہونے دیا بلکہ افریقہ کی حکومت بھی ان کے ہاتھ سے چھین لی، حسین بن نعمان کو عبدالعزیز کے اس طرز عمل سے بہت صدمہ ہوا اور وہ بیمار رہنے لگے یہاں تک کہ جلد ہی موت کے آغوش میں پہنچ گئے عبدالعزیز نے حسین بن نعمان کو معزول کرنے کے بعد موسیٰ بن نصیر کو شمالی افریقہ کا گورنر مقرر کیا عبدالعزیز کو موسیٰ بن نصیر سے بہت محبت تھی چنانچہ ایک مرتبہ بیت المال کی گڑبڑ کے سلسلہ میں موسیٰ پر عبدالملک نے چالیس ہزار درہم جرمانہ کیا عبدالعزیز کو معلوم ہوا تو نعمان نے اپنے پاس سے جرمانہ ادا کر دیا اور موسیٰ کو مصر میں اپنے پاس بلا لیا کہا گیا ہے کہ اس الزام کے لگانے میں اور سزا دلوانے میں حجاج بن یوسف کا ہاتھ تھا۔

موسیٰ بن نصیر بڑے بہادر سپہ سالار اور حاکم تھے شمالی افریقہ کو ہاتھ میں لیتے ہی موسیٰ نے ان تمام افریقی قوموں کو اپنا ہم خیال، معاون اور مددگار بنا لیا جو گاہے گاہے فتنہ برپا کرتی رہتی تھیں اور پھر یہ کہ

Marfat.com

انہوں نے ایک ایسی فوج تیار کی جس میں ہر خیال اور قوم کے لوگ شامل تھے یہودی، عیسائی، بت پرست اور ستارہ پرست کسی کو انہوں نے الگ نہیں رکھا سب کو فوج میں شامل کیا اور سب کو اپنا معاون بنائے رکھا۔ موسیٰ کی اس ہوشمندی سے افریقہ کے علاقہ کو بہت بڑا فائدہ پہنچا اس کے ساتھ ہی موسیٰ نے تیونس میں ایک بہت بڑی بندرگاہ تعمیر کی اور اس بندرگاہ میں جہاز سازی کا کارخانہ قائم کیا جہاں رات دن جہاز اور کشتیاں تیار ہوا کرتی تھیں۔

۸۵ھ میں موسیٰ بن نصیر نے جزیرہ سارڈرینا اور سسلی پر بہت بڑا حملہ کیا، رومی فوج مسلمانوں کے مقابلہ میں بھاگ کھڑی ہوئی اسلامی لشکر نے بے پناہ مال غنیمت حاصل کیا موسیٰ نے اس حملہ میں وہی جہاز اور کشتیاں حاصل کی تھیں جو تیونس کی بندرگاہ میں تیار کرائی گئی تھیں۔

اسی زمانہ کے واقعات میں یہ واقعہ بھی ملتا ہے کہ سیستان کے باغی حاکم کو زیر کرنے کے لئے عبداللہ ابن زبیرؓ اور عبدالملک دونوں نے کوشش کی مگر وہ راہ راست پر نہیں آیا آخر حجاج نے ابن اشعث کو فوج دے کر بھیجا اور سیستان کے حاکم کو زیر کرنے کا حکم دیا، ابن اشعث نے بڑی جلدی سیستان کا بہت سا علاقہ فتح کر لیا مگر پیش قدمی کسی خاص وجہ سے روک دی۔ حجاج کو یہ بات بہت ناگوار ہوئی اور اس نے ابن اشعث پر آرام طلبی کا الزام لگا کر بہت کچھ برا بھلا کہا۔ ابن اشعث نے غصہ میں آ کر سیستان کے حاکم سے صلح کر لی اور پھر یہ دونوں مل کر حجاج کو نیچا دکھانے کی فکر میں لگ گئے اور بہت بڑی فوج تیار کر کے عراق پر دھاوا بول دیا بہت سے حصے فتح کر لئے یہاں تک کہ کوفہ اور بصرہ میں بھی ابن اشعث کا قبضہ ہو گیا مگر یہ صورت زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی حجاج نے زبردست مقابلہ کے بعد کوفہ، بصرہ اور بہت سے علاقے ابن اشعث کے ہاتھ سے نکال لئے ابن اشعث بھاگ کر سیستان پہنچا مگر حجاج بن یوسف نے والی سیستان کا سات سال کا خراج معاف کر دیا۔ رتبیل والی سیستان نے ابن اشعث کو گرفتار کر کے حجاج کے حوالہ کر دیا مگر ابن اشعث نے کوفہ پہنچنے سے پہلے ہی راستہ میں خودکشی کر لی۔ ابن اشعث بڑے حوصلہ کا آدمی تھا اور چاہتا تھا کہ عراق کا خودمختار بادشاہ بن جائے یہ بھی کہا گیا ہے کہ مختار کی پارٹی کا آدمی تھا اور سبائی تحریک کو تقویت پہنچانا چاہتا تھا مگر حجاج بن یوسف نے ۸۵ھ میں اس کی آرزد کا خاتمہ کر دیا۔

معرکہ سیستان کے زمانہ میں عبدالملک سخت بیمار ہوئے مرض استفسار نے ایسا زور پکڑا کہ مشکوں پانی پینے کے بعد بھی پیاس نہیں بجھتی تھی اس دور کے اطبا نے ہر چند کوشش کی مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی اور جب وہ مایوس ہوئے تو اپنے دونوں بیٹوں کو یکے بعد دیگرے ولی عہد مقرر کیا ان بیٹوں

Marfat.com

کا نام ولید اور سلیمان تھا عبدالملک کی بیماری ایک سال تک چلتی رہی اور جبکہ ان کی عمر ساٹھ سال کی تھی کہ بیس سال حکومت کرنے کے بعد فوت ہوگئے تاریخ انتقال ۱۵ شوال ۸۶ھ ۱۹ اکتوبر ۷۰۵ء ہے عبداللہ ابن زبیرؓ کے بعد وہ تقریباً تیرہ برس خلیفہ رہے۔ مرتے وقت بیٹوں کو وصیت کی کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا تقویٰ بہترین لباس ہے مسلمانوں کی رائے کا احترام کرنا اور بزرگوں سے ادب سے پیش آنا اہل علم و عقل پر احسانات کرتے رہنا کیونکہ وہ اس کے مستحق ہیں۔ مخالفت سے بچتے رہنا۔

اگر عبدالملک کی زندگی اور کارناموں پر نظر ڈالی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ وہ حضرت امیر معاویہ کے بعد دوسرے قابل ذکر خلیفہ تھے بنی امیہ کی اکھڑتی ہوئی بنیادوں کو بچانا عبدالملک کا سب سے بڑا کارنامہ ہے، سبائیوں، خارجیوں اور نام نہاد محبان اہل بیت کے فتنوں کو عبدالملک نے بڑے استقلال اور بہادری سے ختم کیا، فتوحات اور جنگی کارناموں کے علاوہ عبدالملک نے اپنے زمانہ میں ایک بڑا کام یہ کیا کہ ایرانیوں، عراقیوں اور سبائیوں کی کوشش سے حکومت کی دفتری زبان فارسی ہوگئی تھی عبدالملک نے تخت خلافت پر قدم رکھتے ہی فارسی کو ختم کر کے عربی کو حکومت کی زبان قرار دیا اور عربی کی ترقی کے لئے بہت کوشش و محنت کی ورنہ عین ممکن تھا کہ ایرانیت عربیت پر غالب آجاتی اور اسلام میں کچھ نئے نظریئے اور فتنے اُبھر آتے۔

اسی طرح عبدالملک کے زمانہ تک مسلمانوں کا اپنا کوئی سکہ نہ تھا ایرانی، رومی اور قبطی سکوں سے کام چلایا جاتا تھا عبدالملک نے سب سے پہلے اسلامی سکہ رائج کیا جس کے ایک طرف لکھا تھا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ اور دوسری طرف یہ آیت لکھی تھی محمد الرسول اللہ ارسله بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون۔

کہا گیا ہے کہ ایک مرتبہ عبدالملک کو شاہ روم کے نام خط لکھنے کا اتفاق ہوا خط کی پیشانی پر کلمہ توحید اور درود شریف لکھا گیا شاہ روم نے اس کو ناپسند کیا اور لکھا کہ آئندہ ایسے خطوط ہمارے پاس نہ آئیں ورنہ تم جو ہمارے سکے استعمال کرتے ہو ہم ان پر تمہارے نبی کی توہین لکھوائیں گے عبدالملک نے خالد بن یزید کے مشورہ سے اپنا سکہ رائج کیا اور دارالضرب قائم کر کے ۱۴ قیراط وزنی سکے ڈھلوائے۔

خانہ کعبہ پر عرصہ سے غلاف نہیں چڑھا تھا اور رنگ و روغن بھی نہیں کیا گیا تھا اس کے علاوہ شکستہ ہو رہا تھا عبدالملک نے کعبہ کی مرمت کرائی، غلاف چڑھایا اور ۷۵ھ میں حج بیت اللہ کیا مصر میں جامع مسجد کی جدید تعمیر کرائی اور اس کو وسیع کیا کئی نئے شہر بسائے اور رفاع عام کے بہت سے کام کئے راستوں میں قیام گاہیں تعمیر کرائیں تا کہ مسافروں کو آرام ملے۔

Marfat.com

عبدالملک کی علمی قابلیت بھی بہت بڑھی ہوئی تھی نافع کا بیان ہے کہ مدینہ میں عبدالملک کی طرح کوئی نوجوان نہ چست وچالاک تھا اور نہ عابد وزاہد تھا۔ قرآن وحدیث اور مسائل اسلامی سے واقفیت کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے کسی نے پوچھا کہ فقہائے مدینہ کے بعد مسائل کس سے معلوم کئے جائیں تو آپ نے فرمایا کہ مروان کے بیٹے عبدالملک سے پوچھ سکتے ہو شعبی کا بیان ہے کہ میں جس کے پاس بیٹھا وہ میرے علم کا قائل ہوگیا مگر میں عبدالملک کے علم کا قائل ہوں۔ ذہبی فرماتے ہیں کہ عبدالملک نے حضرت عثمانؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، ابوسعید خدریؓ، ام سلمہؓ، حضرت بریرہؓ، حضرت ابن عمرؓ، اور امیر معاویہ سے حدیث سنی تھی۔

یحییٰ غسانی کہتے ہیں کہ میں مسلم بن عقبہ کی فوج میں شامل تھا عبدالملک نے مجھ سے کہا کہ تم نے ایک ایسے شخص کے خلاف ہتھیار اٹھائے ہیں جو ہجرت کے بعد سب سے پہلے پیدا ہوا جس کی تحنیک آنحضرتؐ نے فرمائی اور جو ذات النطاقین کی اولاد ہے، میں یقین کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو اوندھے منہ دوزخ میں ڈالے گا مگر خلیفہ ہونے کے بعد یہ خیال باقی نہیں رہا۔

ایک مرتبہ کسی شخص نے عبدالملک سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک بہتر انسان کون ہے؟ جواب دیا جس نے بلند رتبہ ہو کر تواضع سے کام لیا بحالت اختیار زہد کو ترجیح دی، بحالت قوت عدل وانصاف سے کام لیا جب کوئی شخص ان سے ملنے آتا تو نصیحت کرتے ہوئے کہتے چار باتوں کا لحاظ رکھنا، ایک جھوٹ مت بولنا، جو پوچھوں اسی کا جواب دینا، میری تعریف کبھی مت کرنا کیونکہ میں اپنا حال خوب جانتا ہوں چوتھے میری رعیت پر مجھے کبھی غصہ مت دلانا اس لئے کہ ان کو میری مہربانی کی زیادہ ضرورت ہے۔

Marfat.com

ولید بن عبدالملک کی تخت نشینی

عبدالملک کی وفات کے بعد ۸۶ھ میں جب ان کے بڑے صاحبزادے ولید نے تخت خلافت پر قدم رکھا تو ملک اندرونی جھگڑوں سے پاک ہو چکا تھا فتنہ پردازوں کا زور ٹوٹ چکا تھا اور اگر کہیں کوئی گروہ رہ گیا تھا تو وہ بھی دُم دبائے اور سر جھکائے کسی گوشہ میں چھپا پڑا تھا۔ ولید بن عبدالملک اگرچہ زیادہ پڑھے لکھے نہیں تھے مگر فوجی معاملات میں ان کا تجربہ بہت وسیع تھا لوگ ان کی فوجی اقدامات دیکھ کر دنگ رہ گئے اور بہت سے لوگ تو حضرت عمرؓ کا زمانہ یاد کرنے لگے عظیم الشان فتوحات نے احساس ابتری کا خیال ہی ذہنوں سے نکال دیا حسن اتفاق ہے کہ ولید کو جتنے بھی سپہ سالار ملے وہ سب اپنے دور کے خالد بن ولید ثابت ہوئے۔ مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور ان کے دماغوں پر جو رنج وغم کے بادل چھائے ہوئے تھے اڑ گئے۔

ولید بن عبدالملک ۵۰ھ میں پیدا ہوئے تھے اور تخت خلافت پر قدم رکھنے کے وقت ان کی عمر ۳۶ سال کی تھی۔ یہ بڑے ناز ونعمت میں پلے تھے اسی لئے علم وفضل میں کم اور فوجی وسیاسی امور میں بڑے ماہر تھے اپنے والد کی تدفین سے فارغ ہو کر پہلا خطبہ بحیثیت خلیفہ جامع دمشق میں دیا۔

''بھائیو! مقدم وموخر کرنا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے موت اس کے علم قدیم میں تھی جسے اس نے سب کے لئے لازم کر دیا، آج اللہ نے امت کا ولی ایسے شخص کو بنایا ہے جو مجرموں پر سختی اور اہل علم وحق پر نرمی کرنا چاہتا ہے اور جس کا ارادہ ہے کہ حدود شرعیہ سے تجاوز نہ ہونے پائے کعبہ کا حج اور اس کی حفاظت، سرحدوں پر دشمن سے مقابلہ اور سرکشوں کی سرکوبی میرے عزم اور ارادہ میں داخل ہے۔ لہذا اطاعت واتفاق سے خدمت دین میں لگے رہو۔''

ولید بن عبدالملک نے جس عزم وہمت سے فتوحات حاصل کیں اس کی مثال کم ملتی ہے اور اس کا اندازہ اس اجمالی نقشہ سے کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ۸۷ھ میں ولید نے اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک کو مصیعہ کے علاقہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا مسلمہ نے اس جوش سے حملہ کیا کہ بہت سے قلعے جلدی فتح کر لئے اور اس کے بعد آگے بڑھ کر جزیرہ کے راستے طیانہ کو محاصرہ میں لے لیا یہ بڑا شاندار شہر اور

Marfat.com

مضبوط قلعوں والا تھا قیصر کی فوجیں اس میں رہا کرتی تھیں مسلمانوں نے اس شہر کا محاصرہ ایسا سخت بنایا کہ اناج کا ایک دانہ بھی شہر میں نہ پہنچ سکا اور جب قیصر کی تازہ دم فوج رومیوں کی مدد کے لئے آئی تو مسلمانوں نے ایسا مقابلہ کیا کہ رومیوں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے سوریہ اور آرمینیا کو اطاعت پر مجبور کر دیا اور شہر امینیا کو بھی محاصرہ میں لے کر فتح کر لیا اس کے بعد گلیشیا کی طرف بڑھے اور اس پر بھی قبضہ کر لیا۔ یہاں تک کہ قسطنطنیہ کو بھی ولید کی فوجوں نے محاصرہ میں لے لیا اور اس محاصرہ میں رومیوں کو سخت نقصان پہنچا اور وہ صلح کرنے پر مجبور ہو گئے۔

اسی زمانہ میں جب کہ قیصر روم سے چل رہی تھی اور اسے منہ کی کھانا پڑ رہی تھی لائق سپہ سالار موسیٰ بن نصیر مراکش کے ان علاقوں کو فتح کرنے میں مصروف تھے جو عبدالملک کے زمانہ میں فتح نہیں ہو سکے تھے اس کے علاوہ ولید کے ابتدائی دور حکومت میں مسلمانوں نے بحر روم کے کئی اہم جزیروں کو اپنے قبضہ میں لے لیا تھا۔

ولید بن عبدالملک نے تخت خلافت پر قدم رکھنے کے بعد حجاج بن یوسف کو مشرقی ممالک کا وائسرائے مقرر کر دیا اور اس کو ترکستان کے ان علاقوں کو فتح کرنے کا حکم دیا جو باغی ہوتے جا رہے تھے یہ علاقہ ایران اور چین کے درمیان واقع تھا اور جنگجو اقوام ان علاقوں میں آباد تھیں۔ مسلمانوں نے اس علاقہ کو فتح کرنے کی کوشش کی تھی مگر پورے طور پر فتح نہیں کر سکے تھے مگر اتنی کامیابی ضرور ہوئی تھی کہ یہ کئی سال متواتر خراج ادا کرتے رہے اور جب مسلمانوں میں خانہ جنگی پیدا ہوئی تو ان علاقوں نے خراج دینا بند کر دیا تھا اور خود مختار ہو گئے تھے، حجاج نے وائسرائے ہوتے ہی ولید بن عبدالملک کے بھتیجے قتیبہ بن مسلمہ کو خراسان کا حاکم بنا کر ان علاقوں کی سرکوبی اور فتح کے لئے روانہ کیا۔

قتیبہ نہایت ہوشیار سپہ سالار تھے، اس مہم پر مقرر ہوتے ہی انہوں نے جاسوسوں کے ذریعہ ترکستان کے نقشے تیار کرا لئے اور پھر ان نقشوں کے مطابق لشکر عظیم لے کر بڑھے تو پھر بڑھتے ہی چلے گئے۔ بڑی جلدی یعنی ۸۷ھ میں پہلے ہی حملہ میں صفانیان، شومان، کمنیان، فرغانہ اور شست کو اپنے قبضہ میں لے لیا، ذرا آگے بڑھ کر بیکند پر چڑھائی کر دی اور سخت معرکہ کے بعد اس پر بھی قبضہ کر لیا۔ بخارا کا حاکم بھی باغی ہو گیا تھا اور خراج بند کر دیا تھا قتیبہ نے اس پر بھی فوج کشی کر دی مگر وہ بلا مقابلہ اطاعت گزار بن گیا۔ اسی سال ۸۸ھ میں بادغیس کے حاکم نے روسی ترکستان کے بہت سے باجگزار حاکموں کو اپنے ساتھ ملا کر مسلمانوں کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور اسلامی مملکت کی طرف سے جو حاکم مقرر تھے ان کو نکال باہر کیا قتیبہ نے اس صورتحال کے خلاف زبردست چڑھائی کر دی مگر کوئی

Marfat.com

مسلمانوں کے مقابلہ پر ٹھہر نہیں سکا چنانچہ اسلامی فوج نے طخارستان، طالقان، فاریاب، جوز جان اور باذغیس کو فتح کر کے اسلامی مملکت میں شامل کر دیا اور باذغیس کے حکمران کو بغاوت کے جرم میں قتل کر دیا۔اس حکمران کا نام تیزک بتایا جاتا ہے۔

قتیبہ نے ۹۲ھ تک روسی ترکستان کے بہت سے علاقے فتح کر لئے اور ۹۳ھ میں خان خوارزم کے سرکش حکمران پر حملہ کر دیا یہ حملہ کچھ اس ڈھب سے کیا گیا تھا کہ کسی کو مقابلہ کرتے نہ بن پڑی اور بغیر لڑے ہتھیار ڈال کر اطاعت قبول کر لی۔اس کے بعد قتیبہ نے سمرقند کا رخ کر دیا کیونکہ سمرقند کا حاکم بھی باغی ہو گیا تھا اور بہت سے روسیوں کو ساتھ ملا کر مقابلہ پر آ گیا تھا مسلمان دل کھول کر لڑے خوب معرکہ آرائی ہوئی اور سمرقندی ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے۔یہ سب لوگ بت پرست تھے اور ان کا عقیدہ تھا کہ ہمارے بت دشمنوں کو تباہ کر دیں گی مگر قتیبہ نے سمرقند پر قبضہ کرتے ہی تمام بتوں کو آگ لگوا دی اور جب سمرقندیوں نے دیکھا کہ بتوں نے ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا تو پھر وہ بتوں سے بدعقیدہ ہو کر سب کے سب مسلمان ہو گئے غرض قتیبہ نے اپنی دانائی اور بہادری سے پورے روسی ترکستان کو اسلامی حکومت میں شامل کر دیا۔اس مہم سے ۹۵ھ میں قتیبہ نے فراغت حاصل کی اور اس علاقہ میں اسلامی آثار ونشان قائم کئے سمرقند میں ایک شاندار جامع مسجد بنائی اور بہت سے دوسرے شہروں اور علاقوں میں مسجدیں اور مسافر خانے وغیرہ تعمیر کرائے۔

قتیبہ بن مسلمہ کی سرکردگی میں جب مسلمان روسی ترکستان کو فتح کرتے چلے جا رہے تھے تو خاقان چین ان کی فتوحات کو بڑی تشویش کی نظر سے دیکھ رہا تھا چنانچہ اس نے دوراندیشی کے طور پر چینی افواج کی تنظیم شروع کر دی ادھر قتیبہ نے ۹۶ھ میں اسلامی فوجوں کی مدد سے کاشغر کو فتح کرنے کے بعد چین کے علاقہ میں اپنی فوجیں داخل کر دیں۔اسلامی لشکر بڑی دلیری کے ساتھ چین میں گھستا چلا گیا۔ خاقان نے اپنی افواج کی کثرت سے مسلمانوں کو زیر کرنے اور ان کو مرعوب اور مغلوب کرنے کی بہت کوشش کی مگر کوئی بس نہیں چلا آخر آدمیوں کو بھیج کر صلح کی بات چیت شروع کر دی اور جزیہ کی لمبی رقم دے کر مسلمانوں سے صلح کر لی اس کے بعد خاقان کے جانشین عرصہ تک مسلمانوں کو خراج ادا کرتے رہے اور کبھی سرکشی کا خیال دل میں نہیں لائے ادھر مسلمان مبلغین نے یہ کیا کہ چین کو تبلیغ کا مرکز بنا لیا اور وسیع پیمانے پر چین میں اسلام کی تبلیغ شروع کر دی چنانچہ لاکھوں چینی اسلام میں داخل ہو گئے۔یہ تبلیغ اتنی مخلصانہ تھی کہ اس کا اثر کبھی زائل نہیں ہوا اور آج چین میں مسلمانوں کی تعداد کروڑوں تک پائی جاتی ہے۔

Marfat.com

طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر

روسی ترکستان میں جس وقت مسلمان فوجیں قتیبہ بن مسلمہ کی سرکردگی میں مصروف جہاد اور فتوحات تھیں اسی زمانہ میں افریقہ کے گورنر موسیٰ بن نصیر نے خلیفہ ولید کی اجازت سے ۹۲ھ میں اپنے نامور اور آزاد کردہ غلام طارق بن زیاد حاکم طنجہ کو اسپین اور پرتگال کی طرف بحری فوج کے ساتھ روانہ کیا۔

اسپین کو براعظم یورپ میں روما کے بعد دوسرا درجہ حاصل تھا اور اس کے تمول کو امتیازی شان حاصل تھی۔ ساتویں صدی عیسوی کے آخر تک یہاں گاتھ خاندان کی حکومت قائم تھی اور یہ بڑے شان سے حکومت کیا کرتے تھے مگر اس خاندان کے آخری بادشاہ وٹیرا کو پادریوں کا حکومت میں عمل دخل ناگوار ہوا اور اس نے پادریوں کے اثرات کو ختم کرنے کی کوشش شروع کردی پادریوں کو یہ بات سخت ناگوار ہوئی اور انہوں نے بادشاہ ڈٹیرا پر یہودی نوازی کا الزام لگا کر آٹھویں صدی عیسوی کے شروع میں معزول کردیا اور ساتھ ہی ایک فوجی سردار لرزیق کو تخت سلطنت پر بٹھادیا۔ گاتھ خاندان کی حکومت ختم ہوگئی اور لزریق بادشاہ بن گیا۔

لرزیق بہادر اور تجربہ کار سپہ سالار تھا اگرچہ ستر برس کا بوڑھا تھا مگر بلا کا ہوشیار اور مستعد تھا اس نے پادریوں کی مدد سے بڑی جلدی پورے اسپین کو اپنے اقتدار میں لے لیا لیکن جتنا بہادر تھا اس سے کہیں زیادہ عیاش بھی تھا چنانچہ ایک دن ڈٹیرا کی نواسی جو ایک سردار کاؤنٹ جولین کی کنواری بیٹی تھی اور جس کا نام فلورنڈا تھا لرزیق کے ہتھے چڑھ گئی اور اس نے عصمت دری کرڈالی کاؤنٹ لرزیق کا دشمن ہوگیا اور انتقام لینے کے لئے افریقہ کے اسلامی گورنر کو لکھا کہ اسپین پر حملہ کردو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ چنانچہ موسیٰ بن نصیر نے یہ قدرتی سہارا ملتے ہی طارق کو اسپین کی طرف روانہ کردیا۔

طارق بن زیاد سات ہزار فوج کو چار جہازوں میں سوار کئے جبل الطارق کے پار اندلس کے جنوبی کنارے پر لنگر انداز ہوگئے جہازوں کی وسعت کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ سات ہزار فوج چار جہازوں میں آگئی تھی۔ طارق بن زیاد نے اسپین کے ساحل پر اترتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ چاروں

Marfat.com

جہازوں کو آگ لگوا کر سمندر میں غرق کرا دیا تا کہ کوئی سپاہی میدان جنگ سے بھاگنے کا خیال نہ کرے اور اس طرح اسلامی فوج کے سامنے ایک ہی بات رہ گئی۔ ''فتح یا موت'' اسپین والوں پر مسلمانوں کی اس سرفروشی کا بے پناہ اثر ہوا۔ مگر پھر بھی وہ اپنے ملک کو بچانے کے لئے ایک لاکھ کے عظیم لشکر کو لیکر مقابلہ پر آ گئے۔ سات ہزار مسلمانوں کی حیثیت ہی کیا تھی مگر طارق کے حوصلے بہت بلند تھے ابھی جنگ شروع ہی ہوئی تھی کہ پانچ ہزار اسلامی لشکر افریقہ سے اور پہنچ گیا ۱۲ ہزار اسلامی فوج ایک لاکھ کے مقابلہ پر ڈٹ گئی۔ اسپین والے جنگ کے ساز و سامان سے پورے طور پر آراستہ تھے اور پھر وطن ہونے کی وجہ سے ان کو ہر قسم کی سہولتیں حاصل تھیں کسی چیز کی کوئی کمی نہ تھی برخلاف اس کے مسلمانوں کا یہ عالم تھا کہ ۱۲ ہزار میں ایک گھوڑا بھی نہیں تھا اور نہ کھانے پینے کے سامان کی افراط تھی۔

اسلامی فوج نے اپنے بہادر سردار کی قیادت میں ایک لاکھ سے ایسا مقابلہ کیا کہ عیسائیوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ تھوڑی مدت میں نقشہ بدل گیا۔ عیسائیوں کو کسی جگہ جم کر لڑنے کی ہمت نہ ہو سکی اور بری طرح حواس باختہ ہو کر بھاگنے لگے۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے اور اسلامی فوج جو پیدل لڑ رہی تھی گھوڑوں پر سوار نظر آنے لگی۔ لرزیق ایسا لاپتہ ہوا کہ دریا کے کنارے اس کا موزہ اور گھوڑا ملا جسے دیکھ کر مسلمانوں نے اندازہ لگایا کہ اس نے ڈوب کر خودکشی کر لی۔ بے اندازہ سامان جنگ مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور وہ مسلمان جو اناج سے محروم اور سامان جنگ سے خالی تھے مالا مال ہو گئے۔

لرزیق سے فارغ ہو کر طارق بن زیاد نے اسپین کے دارالسلطنت طلیلہ پر حملہ کر دیا۔ عیسائی فوجوں کی بڑی تعداد سے سخت مقابلہ ہوا اور کافی خونریزی کے بعد مسلمانوں نے طلیلہ پر قبضہ کر لیا طارق بن زیاد نے مسلمان فوجیوں کی ٹولیاں قرب و جوار کے شہروں کو فتح کے لئے بھی روانہ کر دیں۔ چنانچہ تھوڑی بہت جنگ کے بعد قرطبہ اور تدمیر جیسے اہم صوبے بھی مسلمانوں کے ہاتھ آ گئے اس جنگ میں جو بے شمار مال و اسباب مسلمانوں کے ہاتھ آیا ان میں اسپین کے سابق بادشاہوں کے ۲۴ مرصع تاج بھی تھے جن میں جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ طلیلہ کی فتح کے بعد افریقہ کے گورنر موسیٰ بن نصیر بھی ایک بڑے لشکر کے ساتھ طارق کے پاس اسپین میں آ گئے، پھر تو مسلمانوں نے پورے اسپین کو روند ڈالا اور بڑی جلدی ہر مورچہ پر عیسائیوں کو شکست دے کر قرمونہ، اشبیلیہ، بطلیوس، لازقہ، بلینیہ، برشلونہ اور ایک ایک کر کے تمام صوبے اور شہر فتح کر لئے اور ۹۴ھ میں پورے اسپین پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اور صرف شمال کی طرف تھوڑا سا پہاڑی علاقہ عیسائیوں کے پاس رہ گیا۔

اسپین یورپ کا بڑا خوشحال ملک تھا، سونے، چاندی، جواہرات کے ڈھیر تھے جو مسلمانوں کے

Marfat.com

ہاتھ آئے، ۲۴ تاجوں کے علاوہ جو نوادرات مال غنیمت میں ملے ان کی قیمت کا اندازہ کرنا مشکل تھا موسیٰ بن نصیر نے جب یہ مال غنیمت اور نادر اشیاء دربار خلافت میں ولید کے سامنے پیش کیں تو لوگ حیران رہ گئے کیونکہ اس سے قبل مسلمانوں نے اتنا مال واسباب نہیں دیکھا تھا۔ اسلامی فوجوں نے اسپین کو فتح کرنے کے بعد شاہی خاندان کے افراد اور رعایا کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا ان کی ذاتی جاگیروں کو ان کے قبضہ میں رہنے دیا، ان کی ہر طرح عزت افزائی کی اور ان کے مذہب میں کوئی مداخلت نہیں کی اور ان پر واضح کر دیا کہ اسلام اخلاقی اور رواداری کے اصول اور جذبہ کی اپنے ہر ماننے والے کو تاکید کرتا ہے۔

اسپین کی فتوحات کے وقت بہت سے عیسائی اور پادری بھاگ کر فرانس میں داخل ہو گئے تھے اور فرانس میں عیسائیوں کی ایک بڑی تعداد مسلمانوں کے مقابلہ کی تیاریوں میں مصروف ہو گئی تھی اور پادریوں نے اپنی تقریروں سے عیسائیوں میں ایسا جوش پیدا کر دیا تھا کہ عیسائی اس جنگ کو مذہب کی لڑائی سمجھتے ہوئے جان دینے کو ہی اپنی سعادت سمجھنے لگے تھے۔ طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر نے اسپین سے فارغ ہو کر فرانس کا رخ کر دیا دور تک گھستے چلے گئے مگر فوج کی کمی کی وجہ سے ان کو اربونیہ میں قلعہ بند ہو کر لڑنا پڑا اور جب تازہ کمک آ گئی تو وہ میدان میں آ گئے اور عیسائیوں سے زبردست مقابلہ میں ہر مورچہ پر ان کو بڑی بہادری سے لڑنا پڑا اور کافی تکلیف بھی اٹھانی پڑی فرانسیسی عیسائیوں کو باوجود پادریوں کے جوش دلانے کے بری طرح شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور مسلمانوں نے ایک سال سے کم مدت میں جنوبی فرانس کا پورا علاقہ فتح کر لیا۔

شمالی فرانس میں قدم رکھنے کا مسلمان ارادہ کرنا چاہتے تھے مگر سردی کی شدت نے ان کو یہ ارادہ ترک کرنے پر مجبور کر دیا دونوں سپہ سالار یہ اندیشہ محسوس کرنے لگے کہ کہیں مسلمان شدت سرماے بیمار نہ ہو جائیں لہذا انہوں نے اس خیال کو سردیاں گزرنے کے بعد تک اٹھا رکھا اور یہ سوچ کر کہ سردیوں کے بعد شمالی فرانس، اٹلی اور بلقان کا رخ کریں گے۔ اپنے نائبوں کو مفتوحہ علاقہ پر متعین کر کے اسپین واپس چلے آئے۔

درحقیقت طارق اور موسیٰ نے پختہ عزم کر لیا تھا کہ پورے یورپ کو اسلامی قلمرو میں شامل کر لیا جائے گا اور اس کے لئے انہوں نے ایک طویل پروگرام بھی تیار کر لیا تھا اور صرف سردیوں کے گزرنے کا انتظار کر رہے تھے کہ دمشق سے دونوں کو دربار خلافت میں حاضر ہونے کا حکم ملا۔ چنانچہ موسیٰ نے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو اسپین کا حاکم مقرر کیا اور طارق کو ساتھ لے کر دمشق روانہ ہو گئے۔

Marfat.com

محمد بن قاسمؒ اور سندھ کی فتح

مسلمانوں نے جس زمانہ میں ایران کی شہنشاہیت کو ختم کیا تو پاکستان کے صوبہ سندھ میں بدھ مذہب کے راجہ حکمران تھے ایران کے ختم ہونے پر بہت سے ایرانی عوام اور سردار بھاگ کر سندھ میں آ گئے اور بدھ راجاؤں سے مل کر مسلمانوں کے خلاف ساز باز کرنے لگے۔

سندھی راجاؤں کا ایران سے گہرا تعلق تھا اور جب مسلمان ایران ومکران کو فتح کرنے میں مصروف تھے تو سندھی فوجیں بھی ایرانیوں کے ساتھ میدان جنگ میں موجود تھیں۔ شرارت پسند ایرانیوں اور سندھیوں کی خلافت اسلامیہ کے خلاف شورش کی بنا پر مسلمانوں نے کئی مرتبہ سندھ پر فوج کشی کی مگر اس کی غرض صرف یہ تھی کہ ایرانی سندھی شرارت کا جواب دیا جائے اور ان کو ان کے گھر میں کچل دیا جائے تا کہ اس سے زیادہ قدم اٹھانے کی ہمت نہ کر سکیں مگر ولید بن عبدالملک کے عہد حکومت میں اس شرارت نے ایسی شکل اختیار کر لی کہ اسلامی حکومت کے سربراہوں کو مجبوراً سندھ کی طرف بڑھنا پڑا اور یہ خیال آیا کہ ایران، خراسان، بصرہ اور کوفہ سے ملے ہوئے اس علاقہ کو ہمیشہ کے لئے اسلامی حکومت میں شامل کر لیا جائے تا کہ شرارت وفساد کا یہ سلسلہ ختم ہو جائے۔ یہ خیال سب سے زیادہ حجاج بن یوسف کو پیدا ہوا جس کے زمانہ میں اس علاقہ میں مسلمانوں کے ساتھ انتہائی بدتمیزی کی گئی اور ان کا مال واسباب لوٹا گیا۔

ہوا یہ کہ لنکا کے نومسلم راجہ نے اپنی عقیدت کے تحت حکومت اسلامیہ کے لئے تحائف سے بھرے ہوئے آٹھ جہاز روانہ کئے اور ان جہازوں میں قیمتی تحائف کے علاوہ عازمین حج کو بھی روانہ کیا اور بہت سی عرب سوداگروں کی بیوہ عورتیں اور یتیم بچے بھی روانہ کئے یہ وہ زمانہ تھا جب کہ جنوبی ہند میں اسلام کثرت سے پھیل چکا تھا اور اکثر راجاؤں نے عرب سوداگروں کی کوشش سے اسلام قبول کر لیا تھا ان ہی راجاؤں میں لنکا کا راجہ بھی تھا جس نے اپنی عقیدت کا ثبوت پیش کرنے کے لئے یہ تحائف روانہ کئے تھے۔

لنکا کے راجہ کا بھیجا ہوا یہ جہازی بیڑا اتفاق سے طوفان میں پھنس گیا اور ہوائے مخالف کے جھونکوں

Marfat.com

نے اس بیڑے کو دیبل (کراچی) کی بندرگاہ پر پہنچا دیا۔ راجہ داہر کی طرف سے جو سندھی گورنر اس علاقہ میں موجود تھا اس نے جہازوں کو لوٹ لیا اور مسلمان مردوں اور عورتوں کو پکڑ کر جیل میں ڈال دیا۔

اس دردناک واقعہ کی اطلاع جب حجاج بن یوسف کو پہنچی تو اس نے حکومت اسلامیہ کی طرف سے شدید احتجاج کیا اور مطالبہ کیا کہ تمام مسلمانوں کو رہا کرو اور لوٹا ہوا مال واپس کرو۔ راجہ داہر نے قاصد کے پیغام کو ایک کان سے سنا اور دوسرے سے اڑا دیا اور قاصد سے کہا کہ جاؤ کہہ دینا کہ جن لوگوں نے جہاز لوٹے ہیں وہ ہمارے قبضہ سے باہر ہیں البتہ تم میں اگر قوت ہے تو خود آ کر اپنا سامان اور آدمی چھڑا کر لے جاؤ ہم اس معاملہ میں کچھ نہیں کر سکتے ہیں۔

راجہ داہر کا جواب سن کر حجاج کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اس نے کئی لشکر یکے بعد دیگرے روانہ کئے مگر کسی کو راجہ کی فوج کے سامنے جمنے کی ہمت نہ ہوئی آخر حجاج نے اپنے داماد محمد بن قاسم کو ۶ ہزار فوج دے کر مکران کے راستہ سندھ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا محمد بن قاسم جب اپنا لشکر لے کر مکران پہنچے تو مکران کے عامل نے ۳ ہزار فوج محمد بن قاسم کو بطور امداد دی اور خود بھی ان کے ساتھ سندھ کا رخ کیا۔

اسلامی فوجیں جس وقت ارمن بیلہ پر پہنچیں تو راجہ داہر کی فوجوں نے زبردست مقابلہ شروع کر دیا۔ اسلامی فوجوں نے اللہ اکبر کے نعروں کی گونج میں ایسا شدید حملہ کیا کہ راجہ کی فوجیں حواس کھو بیٹھیں اور مقابلہ سے بھاگ کھڑی ہوئیں محمد بن قاسم نے ارمن بیلہ کو فتح کرنے کے بعد کراچی کا رخ کر دیا مسلمان دیبل میں پہنچے تو راجہ داہر کا بیٹا اپنی فوج لے کر مقابلہ پر آ گیا اور گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی۔ اسی عرصہ میں مسلمانوں کا ایک سمندری بیڑا بھی تازہ دم فوج لئے پہنچا جس کے ساتھ منجنیق اور دیگر سامان جنگ بھی تھا ایسی شدید سنگباری کی کہ راجہ داہر کا بیٹا میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا اور محمد بن قاسم نے کراچی پر قبضہ کر لیا۔ یہ ۹۳ھ کے آخری ایام کا واقعہ ہے۔

ارمن بیلہ اور کراچی فتح ہونے کے بعد سندھیوں پر بڑی مایوسی چھائی ہوئی تھی اور وہ سوچ رہے تھے کہ مسلمان پر سپہ سالاران کے ساتھ بڑی سختی کا برتاؤ کریں گے۔ مگر سندھیوں کو یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا کہ دیبل پر قبضہ کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے عام معافی کا اعلان کر دیا اور ان کے جان و مال کو جو خطرات لاحق ہو رہے تھے سب دور ہو گئے اور سندھیوں کو ہر قسم کی شہری اور مذہبی آزادی حاصل ہو گئی محمد بن قاسم نے جیل خانہ کے داروغہ کو کراچی کا حاکم اعلیٰ مقرر کر دیا۔

یہ انعام داروغہ پنڈت کو محمد بن قاسم نے اس لئے دیا کہ اس نے مسلمانوں کے ساتھ قید خانہ میں اچھا سلوک کیا تھا دیبل کی فتح کے بعد تمام مسلمان قیدیوں کو جیل سے نکال کر محمد بن قاسم کے سامنے

Marfat.com

پیش کیا گیا محمد بن قاسم نے چند روز ان کو اپنے پاس رکھا اور پھر جہاز پر بٹھا کر عراق روانہ کر دیا۔

اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد محمد بن قاسم نے شہر ''بیرون'' کو اپنا نشانہ بنایا مگر قبل اس کے کہ حملہ کیا جائے شہر کے رئیسوں اور امیروں نے لڑائی کا ارادہ ترک کر کے اطاعت قبول کر لی۔ راجہ کے بھتیجے نے اپنے شہر بروج سے نکل کر مقابلہ کرنا چاہا مگر اسلامی فوجوں نے نہ صرف بروج پر قبضہ کر لیا بلکہ سیوستان اور بدھیہ پر بھی قبضہ کر لیا محمد بن قاسم نے ان شہروں کے سرداروں کے ساتھ اتنا اچھا سلوک کیا کہ وہ خود بھی مغربی کنارے پر بسے ہوئے تمام شہروں کو فتح کرتے ہوئے دور تک چلے گئے اور ہر جگہ اسلامی اخلاق کا ایسا مظاہرہ کیا کہ بے شمار لوگ خود بخود مسلمان ہو گئے۔ محمد بن قاسم نے شمال کی سمت میں قلعہ سیسم پر اسلامی جھنڈا لہرا دیا اور راجہ داہر سے اس کی بدتمیزی کا بدلہ لینے کے لئے جنوب کی جانب روانہ ہو گئے۔ راستہ میں ایک ہندو سپہ سالار موکا سے مقابلہ ہوا مسلمان اس معرکہ میں کامیاب ہوئے اور موکا اپنے بیس سرداروں کے ساتھ محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہو گیا محمد بن قاسم نے ان کے ساتھ بڑی نرمی کا برتاؤ کیا اور ان سب کی جاگیریں ان کو واپس کر دیں اور خود آگے بڑھ کر اور بہت سے شہر اور دیہات کو فتح کرنے کے بعد دریائے سندھ کو پار کر کے راجہ داہر کے مقابلہ پر اپنی فوجوں کو ڈال دیا اور ان کو حکم دیا کہ وہ جلد از جلد تازہ دم ہو جائیں۔

راجہ داہر کو محمد بن قاسم کے متعلق پہلے سے خطرہ تھا اور اس نے بہت بڑے لشکر کو تیار کر لیا تھا جس کی تعداد مسلمانوں کے مقابلہ میں ۳ گنی سے زیادہ تھی۔ ہندو فوج میں بہت زیادہ آزمودہ کار سپہ سالار موجود تھے اور راجہ کو خیال نہیں بلکہ یقین تھا کہ مسلمان اتنے بڑے اور تجربہ کار بہادروں کے سامنے نہیں جم سکیں گے مگر جب لڑائی چھڑی تو مسلمانوں نے واضح کر دیا کہ وہ حق پر جان دینے کو ایمان سمجھتے ہیں کئی دن معرکہ کارزار گرم رہا راجہ نے ہرچند کوشش کی سندھی فوج میدان میں جمی رہے لیکن اس کی یہ حسرت دل ہی میں رہ گئی اور مسلمانوں کی سرفروشانہ جنگ کے سامنے سندھی سورما بھاگ کھڑے ہوئے راجہ میدان جنگ میں مارا گیا اور بہت سے پنڈتوں اور ہندوؤں نے خود کو محمد بن قاسم کے سامنے پیش کر کے اسلام قبول کر لیا۔

راجہ کے مرنے کے بعد محمد بن قاسم نے الور، ملتان اور برہمن آباد کا رخ کر دیا۔ راستہ میں مقتول راجہ داہر کے وزیر سی ساگر نے محمد بن قاسم کی اطاعت قبول کر لی محمد بن قاسم نے اس کو اپنا وزیر بنا لیا اور اس کو ساتھ لئے آگے بڑھ گئے۔ الور، ملتان، برہمن آباد اور دیگر مقامات فتح کرتے ہوئے مغربی پنجاب تک جا پہنچے۔ محمد بن قاسم نے ڈھائی ماہ کے مختصر عرصہ میں پورے سندھ کو فتح کر کے اسلامی

Marfat.com

حکومت قائم کردی۔ محمد بن قاسم کا خیال تھا کہ سندھ کے بعد ہندوستان کے دوسرے صوبوں کی فتوحات کا سلسلہ شروع کیا جائے گا مگر ۹۵ھ میں حجاج کے انتقال کی وجہ سے محمد بن قاسم کی سرگرمیاں رک گئیں تھوڑے ہی دن بعد ولید بن عبدالملک بھی فوت ہو گئے سلیمان بن عبدالملک نے تخت نشین ہو کر بعض حاسدین کے اشارہ پر محمد بن قاسم کو واپس بلا لیا اور جو اعزاز ان کو حاصل تھا وہ چھین لیا۔ محمد بن قاسم کو سخت صدمہ پہنچا یہاں تک کہ وہ تھوڑے ہی دن بعد ۹۶ھ میں اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ہندوستان اور کشمیر کی مکمل فتح کا جو خواب اسلامی فوجیں دیکھ رہی تھیں وہ شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔

Marfat.com

ولید کی وفات اور کارنامے

ولید بن عبدالملک نے تخت نشین ہونے کے بعد نو سال سے زائد حکومت کی اور تقریباً ۴۶ سال کی عمر میں ۱۵ جمادی الثانی ۹۶ھ میں فوت ہوئے ان کے زمانہ میں مسلمانوں کو جو شاندار فتوحات حاصل ہوئیں ان کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا غلط نہیں ہوسکتا کہ اگر ولید کی زندگی وفا کرتی تو پوری دنیا اسلامی مملکت میں تبدیل ہوسکتی تھی اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ خود بھی بہت ذی ہوش تھے اور ان کو جو سپہ سالار ملے تھے سب بڑے بہادر، نڈر اور مخلص تھے، قتیبہ بن مسلم باہلی، طارق بن زیاد، موسیٰ بن نصیر، حجاج بن یوسف اور محمد بن قاسم یہ وہ مرد میدان تھے کہ جن کا تذکرہ ہمیشہ تاریخ کے اوراق کی زینت رہے گا۔

ولید بن عبدالملک کے متعلق عام طور پر مورخین کا خیال ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے بعد مسلمانوں کو سب سے زیادہ کامیابی ولید کے زمانہ میں ہوئی۔ ولید کا علم اگرچہ محدود تھا۔ مگر اسلام اور اس کی ترقی سے خاص لگاؤ تھا فوجی اعتبار سے ولید بن عبدالملک نے پوری دنیا میں اپنا خصوصی اثر پیدا کرلیا تھا تمام فوجی محکمے منظّم تھے اور ان کا نظام نہایت چست تھا ایک ایک وقت میں متعدد مقامات پر حملے ہوتے تھے اور کامیابی حاصل ہوتی تھی ولید نے جہاز سازی کو بھی خوب ترقی دی اور نئے کارخانے قائم کئے اور ان کے ذریعہ بحری فتوحات میں اسلامی فوج نے بڑی کامیابی حاصل کی۔

رفاہ عام کے کاموں میں بھی ولید کو گہری دلچسپی تھی اور عوام کے آرام کے لئے کوئی نہ کوئی منصوبہ ان کے پیش نظر ہر وقت رہتا تھا چنانچہ ولید نے اسی منصوبہ کے تحت بہت سی نئی سڑکیں، پل، کنویں، نہریں، شفا خانے اور مسافر خانے تعمیر کرائے۔ ایک ایسا محکمہ قائم کیا جس کا کام یتیموں، بیواؤں اور معذوروں کو وظائف دینا اور ان کے آرام کی فکر کرنا تھا جب رمضان کا مہینہ آتا تھا تو ولید کی طرف سے مسجدوں میں روزہ داروں کے لئے افطاری کا خصوصی انتظام کیا جاتا تھا غریبوں اور مزدوروں کی مشکلات کو حل کرنے کے لئے ولید کے اقدامات ہوتے ہی رہتے تھے گرانی کو روکنے اور رعایا کے حالات سے باخبر رہنے کے لئے ولید بن عبدالملک راتوں کو اور کبھی دن کو بھیس بدل کر بازاروں میں

Marfat.com

جاتے تھے اور لوگوں سے ضروریات زندگی کی قیمت دریافت کرتے تھے اور اگر کوئی شخص رفاہ عام کے کاموں میں یا عوام کی سہولت کے کاموں میں رکاوٹ ڈالتا تھا تو اسے سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔ غرض ولید کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ رعایا کو پریشانیوں سے بچایا جائے۔

ولید بن عبدالملک کو اچھی اور شاندار عمارتیں بنانے کا بہت شوق تھا چنانچہ کئی عمدہ عمارتیں بنوائیں مگر مسجد نبوی کو از سر نو اتنا شاندار بنوایا کہ دیکھنے والے حیرت کرتے تھے۔ امہات المومنینؓ کے حجروں کو مسجد میں شامل کر کے اسے خوب وسیع کر دیا۔ عمارت پتھر کی بنوائی اور در و دیوار وغیرہ پر طلائی نقش کرائے اور لاکھوں روپیہ اس مقدس مسجد کی تعمیر پر خرچ کر دیا۔ اس کے علاوہ دمشق کی جامع مسجد، قاہرہ میں ایک شاندار مسجد اور بہت سی پرانی مسجدیں از سر نو بنوائیں۔ بیت المقدس کی عمارت میں بہت سے جدید کام کئے خانہ کعبہ کو وسیع کرایا اور چاہ زمزم کے آس پاس بہت سی سہولتیں پیدا کر دیں۔

ولید بن عبدالملک نے علم کی اشاعت کی طرف بھی خاص توجہ دی۔ علمائے کرام کی عزت افزائی کی اور ان کے ذریعہ ملک میں مدارس اور مکاتیب کے قیام کا ایسا سلسلہ پیدا کیا کہ قرآن، حدیث اور دینی مسائل کے عام چرچے ہو گئے۔ مبلغین اور مدرسین کے علاوہ شائقین علم کو وظائف دیئے جاتے تھے تا کہ وہ زیادہ دلچسپی سے علوم اسلامیہ سے مستفیض ہو سکیں۔

Marfat.com

سلیمان بن عبدالملک کی حکومت

ولید بن عبدالملک کی وفات کے بعد ان کے چھوٹے بھائی سلیمان بن عبدالملک ۹۶ھ میں تخت دمشق پر بیٹھے۔ ولید کی خواہش تو یہ تھی کہ وہ سلیمان کو ولی عہدی سے معزول کر کے اپنے بیٹے کو ولی عہد بنائیں۔ مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے اس لئے کہ عبدالملک نے اپنی زندگی میں ہی ولید کے بعد سلیمان کو ولی عہدی کے لئے نامزد کر دیا تھا ولید کے علاوہ حکومت اسلامیہ کے جتنے بھی سپہ سالار اور نامور لوگ تھے سب یہی چاہتے تھے کہ سلیمان کو تخت حکومت پر نہ آنے دیا جائے اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ سلیمان کے مزاج میں خود غرضی پائی جاتی تھی اور ولید کی طرح ہوش وگوش سے بھی وہ محروم تھے مگر باجود سب کی مخالفت کے ہوا یہی کہ ولید کے انتقال کے بعد سلیمان تخت خلافت کے وارث بنائے گئے۔

ولید کے دور کے تمام حکام اور عمال چونکہ سلیمان کی تخت نشینی کے خلاف تھے اس لئے سلیمان نے حکومت کے اختیارات ہاتھ میں لینے کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے مخالف حکام کو گرفتار کرا کے قتل کرانا شروع کر دیا۔

پچھلی سطور میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ اسپین پرتگال اور جنوبی فرانس کی فتح کے بعد ولید نے طارق بن زیاد، موسیٰ بن نصیر کو دمشق بلا لیا تھا سلیمان کی خواہش تھی کہ یہ لوگ ولید کی زندگی میں دمشق نہ آئیں اور اسپین میں جو دولت ان کے ہاتھ آئی ہے اور جسے وہ ولید کے پاس لے کر آ رہے ہیں وہ خود اس کو ملے تو اچھا ہے مگر ان کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی دوسرے ان سب نے سلیمان کی تخت نشینی کو ملک وملت کے لئے مفید نہیں سمجھا تھا لہٰذا سلیمان نے سب سے انتقام کی ٹھان لی اور تخت نشین ہوتے ہی موسیٰ بن نصیر کو جیل خانہ میں ڈلوا دیا اور طارق بن زیاد کو ایک چھوٹے سے گاؤں میں نظر بند کر دیا۔

حجاج بن یوسف سلیمان کے خلیفہ ہونے سے پہلے ہی فوت ہو چکا تھا۔ قتیبہ خراسان کے گورنر تھے اور ان کو اندیشہ تھا کہ سلیمان ان کے ساتھ بھی برا سلوک کرے گا۔ لہٰذا انہوں نے سلیمان کے تخت نشین ہوتے ہی خراسان کی فوج اور دوسرے اہل اثر سرداروں کو جمع کیا اور کہا کہ سلیمان کی خلافت سے انکار

Marfat.com

کر دینا چاہئے۔سلیمان کے طرفدار ایک فوجی افسر نے جس کا نام وکیع تھا الگ سلیمان کے حق میں بیعت لینا شروع کر دی اور پھر فوج کا ایک بڑا حصہ وکیع کا ہم خیال ہوگیا اور پھر باہمی جنگ چھڑ گئی قتیبہ اور ان کے مٹھی بھر ساتھی اور رشتہ دار مارے گئے اور خاندان بنوامیہ کے ایک بہادر سپہ سالار سے حکومت محروم ہوگئی۔وکیع نے قتیبہ کا سر کاٹ کر سلیمان کے پاس بھجوا دیا۔محمد بن قاسم کے متعلق بھی لوگوں نے بیان کیا ہے کہ سلیمان نے یزید بن ابی کبشہ کو سندھ کا گورنر مقرر کیا اور حکم دیا کہ محمد بن قاسم کو گرفتار کر کے بھیج دو بہت سے لوگوں نے محمد بن قاسم سے کہا کہ تم مقابلہ کرو ہم ساتھ دیں گے مگر محمد بن قاسم نے خلیفہ وقت کی اطاعت کو ضروری سمجھا اور خود کو ابن ابی کبشہ کے حوالہ کر دیا۔محمد بن قاسم دمشق پہنچے تو سلیمان کے حکم سے واسط کے جیل خانہ میں ڈال دیئے گئے اور کچھ دن تکالیف کے عالم میں زندہ رہنے کے بعد اس جہان سے رخصت ہوگئے۔

سلیمان نے موسیٰ بن نصیر کے بیٹے عبدالعزیز کو اسپین میں ہلاک کرا دیا یہ بڑا لائق شخص تھا اور اپنے والد کی غیر موجودگی میں بڑی خوبصورتی سے اسپین کی حکومت چلاتا رہا۔درحقیقت طارق، موسیٰ، محمد بن قاسم اور قتیبہ ایسے سپہ سالار تھے کہ جن سے اسلامی سلطنت محروم ہو کر اپنی بہت بڑی قوت کھو بیٹھی اگر زندہ رہتے تو پوری دنیا کو فتح کرنے میں کامیاب ہو سکتے تھے۔ان ناموروں کا قتل سلیمان کے دامن پر ایسا دھبہ ہے جو مٹے گا نہیں۔

سلیمان کی طرف سے لائق ترین سپہ سالاروں کے قتل عام نے عوام میں ایسی بدگمانی، ناگواری اور غصہ پیدا کر دیا کہ سلیمان کے لئے اس صورتحال کا بدلنا دشوار ہوگیا۔چنانچہ انہوں نے کافی غور وخوض کے بعد طے کیا کہ عوام کے خیالات کو بدلئے اور ان کے ذہن سے ناگواری کے اثرات کو دور کرنے کے لئے فتوحات اور جہادات کا سلسلہ شروع کیا جائے۔لہذا انہوں نے وسیع پیمانے پر قیصر روم کے خلاف تیاریاں شروع کر دیں مگر یہ پریشانی پیدا ہوگئی کہ آخر اتنی بڑی جنگی مہم کے لئے کس کو سپہ سالار بنایا جائے صرف ایک شخص رہ گیا تھا یعنی سلیمان کا بھائی مسلمہ بن عبدالملک مگر وہ بھی بددل ہو رہا تھا کیونکہ اس کے بیٹے قتیبہ کو سلیمان نے وکیع کے ہاتھ مروا دیا تھا لیکن کوئی اور تھا بھی نہیں اس لئے سلیمان نے اس معرکہ کی کمان مسلمہ کے ہاتھ میں دے دی اور انہوں نے بڑے پس وپیش کے بعد قبول کر لی۔

مسلمہ نے جنگی بیڑے کو سنبھالا اور قسطنطنیہ جا پہنچے مگر جوش وخروش سے بڑی حد تک محروم ہو چکے تھے۔قیصر کا ایک نامور سردار برجان جو صقالیہ کا گورنر تھا لشکر عظیم لے کر مقابلہ پر آ گیا مسلمہ نے بڑی دلیری سے مقابلہ کیا اور شہر صقالیہ کو فتح کر کے قبضہ کر لیا اور فوج کو حکم دیا کہ آس پاس کے میدان میں

Marfat.com

کاشت کرو اور فوجیوں کے رہنے کے لئے مکانات بناؤ۔ ایک سال کے اندر کھیتی بھی تیار ہوگئی اور مکانات بھی بن گئے۔ قسطنطنیہ کے اس طویل محاصرہ سے رومی پریشان ہوگئے۔ آخر رومیوں کے ایک سردار نے مسلمانوں سے جھوٹی ساز باز کی اور جب مسلمان فوج کو اپنے اعتماد میں لے لیا تو کہا کہ اگر تم اپنے پکے ہوئے کھیتوں اور اناج کے ڈھیروں کو آگ لگا دو تو دشمن پر یہ خیال کر کے دھاک بیٹھ جائے گی کہ مسلمان اب جان دینے پر آمادہ ہوگئے ہیں اس لئے اپنا سب کچھ ضائع کئے دیتے ہیں۔

رومی سردار کی یہ چال کامیاب ہوئی اور مسلمانوں کو اناج وغیرہ میں آگ لگانے کے بعد سخت افسوس ہوا کھیتی جل گئی اناج برباد ہوگیا سلیمان جو امداد بھیجتے رہتے تھے وہ موسم سرما کی شدت کی وجہ سے آنا بند ہوگئی۔ مسلمان فوجی فاقے کرنے لگے رومیوں نے یہ حالت دیکھی تو بہت بڑے لشکر کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کردیا مسلمان سخت مجبور و مایوس تھے بڑی جلدی بھاگ کھڑے ہوئے اور بہت سے مسلمان رومیوں کے ہاتھوں مارے گئے۔

سلیمان بن عبدالملک اس جنگ کے انتظامات کے سلسلہ میں دابق میں مقیم تھے مسلمانوں کے بھاگنے کی خبر نے اور اسلامی سپہ سالاروں کے قتل کرانے کی غلطی کے احساس نے ان کو ایسا شرمندہ اور منفعل کیا کہ وہ وابق ہی میں بیمار ہوگئے اور جب حالت زیادہ نازک ہوئی تو انہوں نے چاہا کہ بیٹے کو ولی عہد بنادیں مگر ایک نامور عالم نے جو اس وقت موجود تھے اور جن کا نام رجاء بن حیات تھا، سلیمان سے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنی آخرت کو بہتر بنانے کے لئے ایک مفید کام کر جائیے سلیمان نے پوچھا وہ نیک کام کیا ہے جو مجھے آخرت کی سختیوں سے بچا سکتا ہے؟

حضرت رجاء نے فرمایا کہ آپ عمر بن عبدالعزیزؒ کو اپنا ولی عہد بنا دیجئے سلیمان کی سمجھ میں بات آ گئی اور انہوں نے خلافت کے لئے عمر بن عبدالعزیزؒ کو ولی عہد بنا دیا۔

اسلامی تاریخ میں سلیمان بن عبدالملک کا دور تاریک دور شمار کیا جاتا ہے۔ مملکت اسلامیہ کو نقصان بھی پہنچا اور بہترین مجاہدوں سے بھی ملت اسلامیہ محروم ہوگئی۔ بہر حال ان کے نامہ اعمال میں عمر بن عبدالعزیزؒ کو ولی عہد بنانے کی نیکی اتنی وزنی ہے کہ شاید اسی کی بناء پر وہ اپنے رب کے حضور میں شرمندہ ہونے سے بچ جائیں۔ اس کے علاوہ وہ ایسے زمانہ میں فوت ہوئے جبکہ قسطنطنیہ میں اسلامی فوجوں کی مدد کے لئے مقیم تھے گویا حالت جہاد میں تھے اور اسی میں دنیا سے رخصت ہوئے سلیمان کی عمر ۴۵ سال کی ہوئی تقریباً پونے تین سال خلافت کی اور ۱۰ صفر ۹۹ھ میں جمعہ کے دن اس جہان سے منہ موڑا۔

Marfat.com

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ۶۲ھ میں بمقام مصر پیدا ہوئے آپ کے والد اس زمانہ میں مصر کے گورنر تھے آپ خاندان بنوامیہ میں چوتھے خلیفہ مروان بن حکم کے پوتے تھے۔ آپ کی والدہ حضرت عمر فاروقؓ کی پوتی تھیں یعنی حضرت عاصم بن عمر فاروقؓ کی بیٹی تھیں آپ کے والد عبدالعزیز عبدالملک بن مروان کے بعد خلیفہ ہونے والے تھے مگر عبدالملک کے سامنے فوت ہوجانے کی وجہ سے خلیفہ نہیں ہوسکے۔ والد نے تعلیم کے لئے آپ کو مدینہ بھیج دیا تھا۔ حضرت عبیداللہ بن عبداللہ آپ کے استاد تھے اور جملہ دینی علوم سے انہوں نے آپ کو واقف کرایا تھا۔

جب آپ کے والد کا مصر میں انتقال ہوا تو آپ جوان تھے عبدالملک نے آپ کو مدینہ سے دمشق بلایا اور اپنی لڑکی فاطمہ کے ساتھ آپ کی شادی کردی۔ والدہ کا نام ام عاصم اور نانی کا نام فاطمہ تھا یہ فاطمہ مدینہ کے ایک دودھ والے کی لڑکی تھیں جن کی شادی حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے بیٹے عاصم کے ساتھ کردی تھی اس واقعہ کو مورخین نے اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ ایک رات مدینہ کی گلیوں کا گشت کررہے تھے ایک گھر میں دودھ فروش عورت کی آواز آپ کو سنائی دی، وہ اپنی لڑکی سے یہ کہہ رہی تھی بیٹی! اٹھ صبح ہوگئی ہے جانوروں کا دودھ دھولو اور اس میں اتنا پانی ملادینا لڑکی نے کہا، اماں! آپ نے سنا نہیں ہے کہ امیرالمومنین فاروق اعظمؓ نے اعلان کیا ہے کہ کوئی شخص دودھ میں پانی ملاکر فروخت نہ کرے ورنہ سزادی جائے گی۔ لڑکی کی ماں نے کہا نہ یہاں امیرالمومنین ہیں اور نہ اعلان کرنے والا ہے پھر کس بات کا خوف ہے۔ لڑکی نے جواب میں کہا، اماں! اگرچہ امیرالمومنین یہاں موجود نہیں ہیں مگر اللہ تعالیٰ تو دیکھ رہا ہے حضرت عمر فاروقؓ لڑکی کے جواب سے اس قدر متاثر ہوئے کہ آپ نے اپنے لڑکے عاصم سے اس کی شادی کردی، چنانچہ آگے چل کر اسی خدا پرست اور حق گو لڑکی کے بطن سے عمر بن عبدالعزیزؒ کی والدہ ام عاصم پیدا ہوئیں۔

ولید بن عبدالملک نے آپ کو مدینہ کا گورنر بنادیا تھا اور ہشام بن اسماعیل مخزومی کو معزول کردیا تھا آپ نے اس عہدہ کو ہاتھ میں لینے کے بعد پہلا کام یہ کیا کہ مدینہ طیبہ کے دس علماء پر مشتمل ایک

Marfat.com

جماعت بنائی، ان دس میں مدینہ کے فقہائے سبعہ میں شامل تھے۔

آپ جو کام کرتے تھے وہ اس جماعت کے مشورہ سے کرتے تھے یہ آپ کی مذہب پسندی اور علم دوستی کی وہ اعلیٰ مثال تھی جس سے پورے حجاز کے مسلمانوں کو بہت خوشی ہوئی اور بہت سے لوگوں نے ولید بن عبدالملک کے پاس تعریفی خطوط لکھے اور ان کے حق میں دعائیں کیں۔

حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ کی گورنری کے زمانہ میں ولید نے مسجد نبویؐ کی از سرِ نو تعمیر کرائی یہ ۸۷ھ کا واقعہ ہے۔ ۹۳ھ میں جبکہ حجاج بن یوسف کی سختیاں پورے حجاز میں جاری تھیں بہت سے لوگ بھاگ کر مدینہ آ گئے تھے۔ عمر بن عبدالعزیز نے ان کو اپنی پناہ میں لے لیا اور بہت کچھ ان کو آرام پہنچایا۔ حجاج کو یہ بات سخت ناگوار گزری اور اس نے ولید کو لکھا کہ عمر بن عبدالعزیزؒ کی وجہ سے میرے کاموں میں بہت دشواریاں پیش آ رہی ہیں۔ ولید نے اس شکایت پر ۹۳ھ میں آپ کو مدینہ کی گورنری سے ہٹا کر اپنے پاس دمشق میں بلا لیا۔ اسی زمانہ میں ولید نے اپنے بھائی سلیمان کو ولی عہدی سے ہٹا کر اپنے بیٹے کو ولی عہد بنانا چاہا عمر بن عبدالعزیزؒ نے مخالفت کی اور سلیمان کو برقرار رکھنے پر زور دیا ولید کو اتنا غصہ آیا کہ انہوں نے قید خانہ میں ڈلوا دیا۔ تھوڑے دن بعد کسی کی سفارش پر رہا کر دیئے گئے۔

سلیمان بن عبدالملک آپ کی اس حمایت اور طرف داری سے بہت خوش تھے، چنانچہ جب وہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے آپ کو اپنا مشیر خاص بنا لیا اور انتقال کے وقت ان کی حق گوئی کے صلہ میں اپنے بعد خلیفہ ہونے کی وصیت بھی لکھوا دی۔ اس تحریر وصیت کے سب سے بڑے محرک حضرت رجاء بن حیات تھے۔

مسند خلافت

سلیمان بن عبدالملک کی وفات کے بعد رجاء بن حیات وابق کی جامع مسجد میں گئے۔ سلیمان کا فرمان ان کے پاس موجود تھا، تمام حکام اور امراء کو آپ نے جمع کیا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد سلیمان کی وفات کا اعلان کیا اور اپنی جانب سے اظہار تعزیت کے بعد ان کے حق میں دعائے مغفرت فرمائی پھر سلیمان کا فرمان کھول کر مجمع عام میں لوگوں کے سامنے پڑھا۔ سلیمان نے اس فرمان میں لکھا تھا:

''بندہ خدا سلیمان بن عبدالملک کی طرف سے یہ وصیت نامہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے حق میں ہے میں نے اپنے بعد عمر بن عبدالعزیزؒ کو خلیفہ بنایا اور ان کے بعد یزید بن عبدالملک کو خلافت کا ولی عہد مقرر کیا پس لوگوں کو چاہیئے کہ وہ اس کو سنیں اور اطاعت کریں۔ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور آپس میں

Marfat.com

اختلافات وعداوت سے گریز کریں تا کہ دشمنوں کو تمہارے اوپر حملہ کرنے کی ہمت نہ ہو سکے۔

اس فرمان کو سنتے ہی لوگ اطاعت وبیعت کے لئے بڑھنے لگے، ہشام بن عبدالملک اور تمام لوگوں نے بیعت کر لی اور عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہو گئے مگر ان کی زبان پر بار بار انا للہ وانا الیہ راجعون آ رہا تھا رجاء بن حیات نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اٹھا کر منبر پر بٹھایا۔ ہشام بن عبدالملک اور دوسرے بااثر لوگوں نے ان کو مبارکباد پیش کی اور اپنی اطاعت کا یقین دلایا۔

اس کام سے فارغ ہو کر حضرت عمر نے سلیمان کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور اپنی موجودگی میں تدفین کے مراسم سے فارغ ہوئے واپسی کے وقت سواری کے لئے شاہی اصطبل کا گھوڑا پیش کیا گیا مگر آپ نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ میرے لئے خچر کافی ہے، پھر اپنے خچر پر بیٹھ کر اپنے خیمہ کی طرف چلے۔ لوگوں نے کہا کہ آپ کو قصر خلافت میں قیام فرمانا ہوگا مگر آپ نے وہاں بھی جانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ جب تک ایوب بن سلیمان کے اہل وعیال قصر خلافت میں مقیم ہیں میں اپنے خیمہ ہی میں رہوں گا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے خلیفہ ہونے کے بعد جو پہلی تقریر فرمائی اس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

دیر تک اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرنے کے بعد آپ نے فرمایا۔ ''اے لوگو! قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اس کے بعد کوئی کتاب نہیں ہے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں ان کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں ہے۔

اے لوگو! میں کسی چیز کو شروع کرنے والا نہیں ہوں بلکہ پورا کرنے والا ہوں، میں مبتدع نہیں ہوں بلکہ متبع ہوں اور میں کسی طرح بھی تم سے بہتر نہیں ہوں۔ ہاں میرا بوجھ بہت زیادہ ہے جو آدمی ظالم بادشاہ کا ساتھ چھوڑ دے، وہ نہ باغی ہے اور نہ ظالم ہے ہمیشہ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف کسی کی اطاعت جائز نہیں ہے۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے خلیفہ ہونے کے بعد کئی ایسے لوگوں کو جو حاکم ہوتے ہوئے ملک وملت کے خلاف کاموں میں مبتلا تھے، معزول کر دیا جو حکام حجاج کے نقش قدم پر چل رہے تھے ان کو بھی ہٹا دیا اور جو لوگ بیت المال میں تصرف کرتے تھے ان کو معزول کر دیا یزید بن مہلب کے متعلق آپ کو معلوم ہوا کہ اس نے خراسان کے گورنر کی حیثیت سے جرجان کا جزیہ وصول کر کے بیت المال میں داخل نہیں کیا ہے آپ نے اس سے جواب طلب کیا اور جب اس نے جزیہ کی رقم دینے سے انکار کیا تو

Marfat.com

آپ نے معزول کر کے حلب کے قلعہ میں مقید کر دیا اور اس کی جگہ جراح بن عبداللہ حکمی کو خراسان کا گورنر بنا دیا۔

وہ فوجی جو بہت دنوں سے رومیوں کے مقابلہ میں قسطنطنیہ میں پڑے ہوئے تھے اور شکستہ حال ہو رہے تھے آپ نے ان کو واپس بلالیا تھا تا کہ وہ آرام کر سکیں۔ جراح کے متعلق آپ کے پاس شکایت پہنچی کہ وہ آزاد کردہ غلام کو بلا وظیفہ جہاد پر بھیج دیتے ہیں اور ذمیوں سے جو لوگ مسلمان ہو جاتے ہیں ان سے بھی خراج وصول کیا جاتا ہے۔ یہ شکایت سن کر آپ نے جراح کو حکم بھیجا کہ جو لوگ پابندی سے نماز پڑھتے ہوں ان کا جزیہ معاف کر دیا جائے۔

اس اعلان کا اتنا اچھا اثر ہوا کہ ذمیوں کی بہت بڑی تعداد سچے دل سے اسلام میں داخل ہوگئی آپ نے ایک بڑا مستحسن کام یہ کیا کہ ان نئے ایمان لانے والوں کو نماز سکھانے کے لئے عبدالرحمٰن بن نعیم کو مقرر کیا تا کہ نومسلم ان کی نگرانی میں اسلامی اصولوں اور عبادات سے پورے طور پر واقف ہو سکیں حضرت عمر بن عبدالعزیز خلافت کی ذمہ داریوں کو ایک بڑا بوجھ سمجھتے تھے اور اسے قبول کرتے ہوئے ڈرتے تھے مگر جب آپ نے اس مسند پر قدم رکھا تو ملک وملت کی بہبود پر پوری توجہ دی اور جب تک مسند آرا رہے سوائے حکومت کے انتظامات کے اپنی ذات کو بالکل نظر انداز کر دیا اور شاہانہ زندگی کی بہت سی باتیں چھوڑ دیں۔

آپ کے زمانہ میں آذربائیجان کے علاقہ پر دشمنوں نے حملہ کر کے مسلمانوں کو خوب لوٹا، جیسے ہی آپ کو اطلاع ملی تو آپ نے ابن حاتم باہلی کو ایک فوجی دستہ کے ساتھ روانہ کیا۔ ابن حاتم نے جاتے ہی دشمنوں کو کچل دیا اور پورے آذربائیان میں امن قائم کر کے شرارت پسندوں کو ایسی سخت سزائیں دیں کہ پھر وہ دوبارہ سر نہیں اٹھا سکے علاقہ سندھ میں آپ کے زمانہ میں اسلام کی تبلیغ بڑے زور شور سے جاری رہی بہت سے راجاؤں نے آپ کی تبلیغی مہم سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ اگرچہ آپ کا زمانہ خلافت طویل نہیں رہا مگر پھر بھی آپ نے رومیوں کے مقابلہ پر بھی خاصی توجہ فرمائی اور فتوحات حاصل کیں۔

خلفائے اسلام میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی یہ خصوصیت ہمیشہ روشن رہے گی کہ آپ نے مسند خلافت پر قدم رکھتے ہی پہلے اندرونی خلفشار کو دبایا امن وسلامتی کی فضا پیدا کی اور جہاں جہاں بغاوتیں اٹھ رہی تھیں یا کوئی بیرونی دشمن حملہ آور ہو رہا تھا وہاں آپ نے نہ صرف بغاوت کو ختم کیا بلکہ دشمنوں کو بھی خوب نیچا دکھایا۔ آپ کے زمانہ میں خارجیوں نے تھوڑا بہت سر اٹھایا ان کی ہمیشہ سے یہ عادت تھی

Marfat.com

کہ جب کوئی سخت مزاج خلیفہ مسند خلافت پر آتا یہ دبک کر بیٹھ جاتے تھے اور جہاں کسی کو سیدھا سادھا دیکھا تو شرارت شروع کر دیتے۔ چنانچہ اسی عادت کے تحت انہوں نے آپ کے زمانہ میں بھی سر اٹھایا حضرت عمر بن عبدالعزیز نے پہلے تو معاملہ کو ٹالا مگر جب خارجیوں کی شورش زیادہ بڑھی تو آپ نے فوج کو حکم دیا کہ اس فتنہ کو اچھی طرح کچل دیا جائے چنانچہ سب سے زیادہ خراسان میں یہ لوگ سر اٹھار ہے تھے حضرت عمر نے خراسان کے گورنر کو لکھا کہ ان کی اچھی خبر لو، البتہ اس کا لحاظ رکھو کہ جب تک ان کی طرف سے کسی مسلمان کو قتل نہ کیا جائے سختی نہ کرو لیکن ان کی پورے طور پر خبر رکھو تاکہ فتنہ زیادہ نہ بڑھنے پائے اور پھر اس حکم کے ساتھ ہی آپ کے خوارج کے سردار کو خط لکھا کہ ہم نے سنا ہے کہ تم اللہ و رسول کو مانتے ہو اور پھر بھی مخالفت کرتے ہو لہٰذا تم اپنے دو آدمیوں کو ہمارے پاس بھیجو تاکہ وہ ہم سے گفتگو کر کے اپنی غلط فہمیوں کو دور کر لیں خوارج کے سردار نے دو قابل آدمیوں کو بھیجا ان دونوں نے حضرت عمر سے کئی دن گفتگو کی ایک توبہ کر کے عام مسلمانوں میں شامل ہو گیا اور دوسرے نے واپس جا کر اپنے سردار کو مشورہ دیا کہ حضرت عمر کے زمانہ میں خاموش بیٹھ جانا ہی بہتر ہے۔ چنانچہ خارجیوں نے خاموشی اختیار کر لی اور ملک میں امن و امان قائم ہو گیا سندھ اور اس کے ملحقہ صوبوں میں آپ نے انتظامات حکومت اور باغی علاقوں کی فتوحات کے لئے ایک دوسرے شخص کو بھی مقرر فرمایا جس کا نام عمرو بن مسلم باہلی تھا، اس گورنر نے بھی سندھ پر قابو رکھنے کے لئے بڑی ہوشیاری سے کام کیا۔ کچھ فتوحات بھی کیں اور بغاوت کے سلسلہ کو اچھی طرح دبا دیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے خلیفہ ہونے کے بعد ان جائیدادوں کی طرف بھی توجہ کی جو بنی امیہ کے شہزادوں کے قبضہ میں تھیں۔

اس جائزہ میں آپ نے محسوس کیا کہ بہت سی جائیدادیں غیر شرعی طور پر لوگوں کے قبضہ میں چلی آ رہی ہیں لہٰذا ان کو نکال کر ان کے اصلی مالکوں کے حوالہ کرنا چاہئے۔ چنانچہ پہلے آپ نے اپنی جاگیروں کو دیکھا اور بہت سی جائیداد سے دستبردار ہو کر ان کو ان کے اصلی مالکوں کے حوالہ کر دیا اور وہ تمام شاہی فرامین نذر آتش کر دیئے جن کی رو سے یہ جائیدادیں ان لوگوں کو دی گئی تھیں کسی جائیداد کے اصلی ورثاء اگر مر گئے تھے تو ان کی اولاد کو یہ جائیداد واپس دی گئی۔ آپ نے یہ بھی کیا کہ اپنی بیوی کے بہت سے زیورات بیت المال میں داخل کر دیئے اور جب پوچھا گیا کہ آپ ان کو کیوں دے رہے ہیں تو جواب میں فرمایا مجھے اس میں بھی ناجائز ملاوٹ کا اندیشہ ہے۔

ایک دن آپ نے بہت سے بااثر لوگوں کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ باغ فدک آنحضرتؐ کے

Marfat.com

پاس تھا اور جس کی آمدنی آپ بنی ہاشم کے بچوں پر اور بیواؤں کے نکاح اور دوسری ضروریات پر خرچ کیا کرتے تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے ایک مرتبہ آنحضرتؐ سے اس باغ کو مانگا تھا مگر آپؐ نے دینے سے انکار کر دیا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے بھی اس باغ کو اسی طرح رہنے دیا اور اس کی آمدنی بنی ہاشم کے غرباء کی ضروریات پر خرچ ہوتی رہی مگر میرے دادا مروان نے اس پر قبضہ کر لیا اور پھر یہ باغ منتقل ہوتا ہوا میرے ورثہ میں آیا میں یہ بات سمجھنے سے قاصر ہوں کہ جو چیز آنحضرتؐ نے اپنی بیٹی کو دینے سے انکار کر دیا اس کا میں کس طرح مالک بن سکتا ہوں اور اس کے بعد فرمایا کہ میں تم سب کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے باغ فدک چھوڑ دیا اور آج سے اس کی آمدنی اسی طرح خرچ ہوا کرے گی جس طرح آنحضرتؐ کے زمانہ میں اور حضرت شیخین کے زمانہ میں خرچ ہوا کرتی تھی۔

جائیدادوں کے نکالنے اور بنی امیہ کے شہزادوں کی جاگیریں اور اعزاز ختم کرنے کے سلسلہ میں بہت سے لوگ آپ کے مخالف ہو گئے تھے مگر آپ نے کسی کی پرواہ نہیں کی اور وہی کیا جو ایک دیانتدار مسلمان فرمانروا کو کرنا چاہیے تھا بہت سے لوگوں سے سفارشیں کرائیں اور زور ڈالے مگر آپ کے اوپر کسی کا کوئی اثر نہیں ہوا۔

ایک مرتبہ لوگوں نے یہ آخری تدبیر کی کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس ان کی عمر رسیدہ پھوپھی کو بھیجا اور یہ خیال کیا کہ حضرت عمرؒ ان کو بہت مانتے ہیں اور ادب کرتے ہیں ضرور ان کی سفارش کا اثر ہو گا۔ چنانچہ پھوپھی صاحبہ نے حضرت عمرؒ کو اپنا بھتیجا سمجھتے ہوئے کچھ سمجھایا اور کہا کہ آپ کاہے کو سوئے فتنہ کو جگاتے ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ اس طرح سخت فساد پیدا ہو گا اور ممکن ہے کہ آپ کی جان خطرے میں پڑ جائے حضرت عمرؒ نے پھوپھی کی باتیں سن کر ایک دہکتی ہوئی انگیٹھی منگوائی اور پھر گوشت کا ایک ٹکڑا انگاروں پر ڈال دیا اور جب وہ جلنے لگا اور گھر میں بدبو پھیلی تو آپ نے پھوپھی سے فرمایا دیکھا آپ نے، اگر میں حق داروں کے حقوق دلانے میں غفلت سے کام لوں گا تو جب دنیا سے رخصت ہو کر رب العالمین کے سامنے پہنچوں گا تو میرا گوشت بھی اسی طرح آگ میں جلایا جائے گا۔ پوپھی صاحبہ اس صورتحال کو دیکھ کر خاموشی سے واپس آ گئیں اور سب لوگوں سے کہہ دیا کہ وہ ہرگز نہیں مانیں گے۔ اس لئے کہ ان کی رگوں میں فاروق اعظمؓ کا خون موجود ہے۔

Marfat.com

حکومت کا رقبہ، اصلاحات اور کارنامے

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا دور حکومت اسی طرح مختصر ہے جس طرح حضرت ابو بکر صدیقؓ کا مگر بنیادی اصلاحات اور کارناموں کے سلسلہ میں اسے جو اہمیت حاصل ہے وہ بنی امیہ میں حضرت امیر معاویہؓ کے سوا اور کسی کو حاصل نہیں ہوسکی۔ جنگوں اور فتوحات سے آپ کا دور بلاشبہ بہت حد تک خالی نظر آتا ہے لیکن اسلامی اخلاق وعادات اور پندونصیحت کے جواہر ریزے ہر طرف پھیلے نظر آتے ہیں۔

لشکر کشی اور معرکہ آرائی سے آپ کے دور کو خالی دیکھنے کی وجہ یہ ہے کہ جو سلطنت آپ کے ہاتھ میں آئی تھی وہ اس حد تک وسیع اور طویل تھی کہ اس کا انتظام کرنا ہی سب سے زیادہ ضروری تھا افریقہ، ایشیاء اور یورپ کے بہت سے ملکوں اور علاقوں کو محفوظ رکھنا اور دشمن کو اتنے طویل وعریض علاقہ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے سے روکے رہنا بھی ایک بڑا کارنامہ ہے جسے حضرت عمرؒ بڑی دوراندیشی سے انجام دیتے رہے اور فتوحات کے سلسلہ کو آگے بڑھانے اور جاری رکھنے کے بجائے آپ نے یہی مناسب سمجھا کہ اندرون ملک کے نظم ونسق پر زیادہ توجہ دی جائے اور ان کو ہر طرح ترقی دے کر مضبوط ومستحکم بنایا جائے چنانچہ آپ فتوحات سے ہٹ کر امن وسکون اور ملک کے نظم وضبط کی طرف پورے طور پر متوجہ ہو گئے اور اس درمیان میں باوجود کوشش کے اگر کوئی بغاوت اٹھی یا فتنہ کھڑا ہوا تو آپ نے اپنی پوری قوت سے اس کو وہیں ختم کر دیا۔

صرف فرانس ہی ایک ایسا ملک ہے جس کی طرف حضرت عمرؒ کو پیش قدمی کرنا پڑی اس لئے کہ فرانسیسی حملہ آوروں نے اندلس کے بعض شہروں پر حملہ کر کے وہاں کے نظم ونسق کو بگاڑ دیا تھا اور بہت سے مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکال کر بے گھر کر دیا تھا۔ لہذا حضرت عمرؒ نے ابن مالک خولانی کو ان حملہ آوروں کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا خولانی نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا اور دشمن کو پسپا کر کے کوہ استودیس کے ویرانوں کی طرف دھکیل دیا جہاں وہ مصائب میں مبتلا ہو کر بڑی حد تک منتشر اور تباہ ہو گئے اور اس کے بعد خولانی نے اسلامی فوج کے ساتھ آگے بڑھ کر ایک تہائی فرانس پر قبضہ کر لیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جس وسیع ترین رقبہ حکومت کے فرمانروا تھے اس کا اندازہ مندرجہ ذیل تفصیل سے لگایا جاسکتا ہے۔

Marfat.com

حجاز یعنی مکہ، مدینہ اور اس کے جملہ ملحقات شام و فلسطین بحر روم اور اس کے بہت سے جزائر مثلاً کریٹ، قبرص اور روڈس وغیرہ، ٹرینس، کاکیشیا، عراق عرب، عراق عجم، الجزیرہ، خلیج فارس کے بہت سے ملک اور شہر یمن اور حضرت موت، مصر نوبہ، طرابلس، تیونس مراکش، الجزائر، اندلس، الجبال یعنی فارس کے کوہستانی علاقے خوزستان، ویلم، بلاد فارس، طبرستان، جرجان، کرمان، قومس، طوران، خراسان، سجستان، آرمینیا، آذربائیجان، ماوراء النہر، بلاد الرّان، خوارزم، مکران، بلوچستان، سندھ افغانستان، فرغانہ، چین کی سرحد تک۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے چند اندرونی بغاوتوں کو دبانے کے ساتھ اتنی وسیع و عریض حکومت کا انتظام اتنی ہوشیاری اور بیدار مغزی سے انجام دیا کہ حکومت اسلامیہ کے بڑے بڑے دشمنوں کو آنکھ اٹھانے اور حملہ کرنے کی جرأت نہ ہو سکی انتقام کے علاوہ آپ نے ملک میں اصلاحات کی طرف بھی توجہ دی۔ رعایا کی سہولت کے لئے نئے صیغے اور محکمے قائم کئے عدل و انصاف کے قیام میں اتنی کوشش کی کہ دن کا چین اور رات کی نیند کو چھوڑ دیا۔ مسلمانوں کو شریعت پر چلنے اور اسلامی احکامات پر عمل کرنے کی ترغیب کا ایسا عمدہ سلسلہ قائم کیا کہ لوگوں کے دلوں میں خوف خدا پیدا ہو کر عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہو گیا احکام شرعیہ کے احیاء کے لئے مختلف کاموں کے صیغوں کی اصلاح کے لئے اسلام کی تبلیغ، قرآن کریم کے احکامات و علوم کی اشاعت، حدیث نبویؐ کی تدوین صنعت و تجارت کی ترقی کے لئے آپ نے الگ الگ محکمے قائم کئے نیز یہ کہ علوم و فنون کی کتابوں کے تراجم کرائے تاکہ مسلمان علمی اعتبار سے بھی ترقی کر سکیں۔ غرض اسلامی شوکت و ہیبت کو دلوں میں بٹھانے اور رعایا کو ہر قسم کا آرام پہنچانے کے لئے آپ نے اپنی سعی کا کوئی حصہ اور گوشہ نہیں اٹھا رکھا دن رات ایک ہی دھن رہتی تھی کہ مسلم و غیر مسلم رعایا کو کسی نوعیت سے کوئی تکلیف اور دکھ نہ پہنچنے پائے۔

درحقیقت حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا عہدہ حکومت، حکومت الٰہیہ کا پاکیزہ نمونہ تھا اور جس کا تمام تر دستور قرآن کریم اور سنت نبوی کی روشنی میں تیار کیا گیا تھا آپ نے سرمایہ داری اور جاگیرداری کو ختم کر کے پوری مملکت کو جنت کا نمونہ بنا دیا تھا ہر فرد و بشر خواہ وہ کسی بھی مذہب و ملت کا ہو آپ کے دور حکومت میں پورے سکون و اطمینان سے اپنی زندگی گزار رہا تھا۔

ایک بڑی خصوصیت آپ کی یہ تھی کہ آپ کاموں کے انجام دینے کے سلسلہ میں کسی پیشرو خلیفہ کی تقلید کو ضروری نہیں سمجھتے تھے بلکہ ہر کام کے کرتے وقت آپ کی نظر کتاب اللہ اور طریقہ رسول اللہ پر رہا کرتی تھی اور اس کے لئے آپ نے خلفائے راشدین کے طرز حکومت کو مشعل راہ بنایا تھا جنگ

Marfat.com

وجدال اور خونریزی سے آپ فطری طور پر گریزاں رہتے تھے بلکہ آپ کی بڑی کوشش یہ رہتی تھی کہ مفتوحہ علاقوں کو مستحکم کرنے پر زیادہ وقت خرچ کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے زمانہ میں فتوحات کا دروازہ بڑی حد تک بند نظر آتا ہے مگر اس کے ساتھ ہی اندرون ملک میں جو لوگ فساد و بغاوت پھیلانے کی کوشش کرتے تھے ان کے خلاف آپ کے اقدامات بڑے سخت ہوتے تھے۔

ظالم حاکموں اور عہدیداروں کو بہت برا جانتے تھے چنانچہ ہمیشہ عمال و حکام کے حالات معلوم کرتے رہتے تھے اور اس بات کی پوری فکر رکھتے تھے کہ کوئی حاکم رعایا پر کسی قسم کی زیادتی نہ کرنے پائے یزید بن مہلب کو قید کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ رعایا پر بے جا ستم ڈھایا کرتا تھا آپ نے کئی عہدیداروں کو ایسی سخت سزائیں دیں کہ لوٹ کھسوٹ اور ظلم و ستم کا سلسلہ یک قلم بند ہو گیا۔ رفاہ عامہ کے کاموں سے آپ کو بہت دلچسپی تھی مملکت اسلامیہ میں بہت سی نئی سڑکیں مسافر خانے وغیرہ آپ نے ایسے تعمیر کر دیئے تھے کہ جن میں مسافروں کو دو دو اور تین تین دن حکومت کی طرف سے مفت کھانا بھی دیا جاتا تھا اور اگر کوئی مسافر زادراہ کے نہ ہونے کی وجہ سے پریشان ہوتا تھا تو اس کی مالی امداد بھی کی جاتی تھی۔

شراب نوشی، قمار بازی، سود خوری اور دوسرے منکرات و کبائر کے انسداد کے لئے آپ نے جو قوانین بنائے تھے وہ اتنے سخت تھے کہ گناہ کا احساس کرتے ہوئے بھی لوگ ڈرتے تھے حکومت کی طرف سے عمال کو سخت ہدایت تھی کہ وہ عوام کو صحیح عقائد اور اعمال کی تلقین کرتے رہیں۔ بہت سے علاقوں میں آپ نے تبلیغ کے لئے وفود روانہ فرمائے۔ تعلیم کی ترقی کے لئے بہت سے مدارس و مکاتب قائم کئے اور ان میں عقائد، اعمال اور اخلاق کی تعلیم کے لئے اساتذہ مقرر فرمائے۔

آپ نے چوبداروں، پہرہ داروں اور محافظوں کے رواج کو بھی ختم کر دیا اور فرمایا مجھے کسی کی حفاظت کی ضرورت نہیں ہے ایک جلاد خالد بن ربان برہنہ شمشیر لئے کھڑا رہتا تھا آپ نے اس سے فرمایا کہ تلوار نیام میں ڈالو اور گھر میں آرام کرو مجھے نہ کسی کا خون کرانا ہے اور نہ رعب جمانا ہے۔

Marfat.com

عدل وانصاف کے چندواقعات

اکثر مورخین نے عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور حکومت کو حضرت فاروق اعظمؓ کے دور خلافت سے تشبیہ دی ہے اور حقیقت بھی یہ ہے کہ عدل وانصاف کا جو دور دورہ آپ کے زمانہ میں نظر آتا ہے وہ بنی امیہ کی حکومت میں دوسرے خلفاء کے یہاں بہت کم نظر آتا ہے مسند خلافت پر بیٹھنے کے بعد آپ نے حکومت کے کاموں میں رعایا کے آرام اوران کے ساتھ عدل وانصاف کو اتنا مقدم رکھا تھا کہ اپنی تمام خواہشات بھول گئے تھے اور زمانہ شہزادگی کے عیش وآرام کو سرے سے فراموش کردیا تھا۔

ایک دن صبح سے ظہر تک لوگوں کے فیصلے کرتے رہے گھر میں آئے تو ذرا دیر کو لیٹے ہی تھے کہ آپ کے صاحبزادے عبدالملک نے آکر جگادیا اور کہا کہ آپ آرام کررہے ہیں اور باہر مخلوق انصاف کی طلب میں پریشان وحیران کھڑی ہے، فرمایا آج بہت تھک گیا ہوں ذرا آرام کر کے جاؤں گا۔ بیٹے نے کہا کہ اگر اسی حالت میں خدانخواستہ آپ کو موت آگئی تو اللہ تعالیٰ کے اس سوال کا کیا جواب دیں گے کہ تم نے اپنے آرام کی خاطر رعایا کے معاملات کو پس پشت ڈال دیا اوران کے انصاف میں دیر لگائی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جلدی سے اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ بیٹے کی پیشانی کو چوما اور اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے اولاد صالح اور خداترس عنایت فرمائی ہے اس کے بعد باہر گئے اور مقدمات سننے میں مصروف ہوگئے۔

ایک مرتبہ حیرہ کے ایک غیر مسلم کو ایک مسلمان نے قتل کردیا مقتول کے وارثین آپ کے سامنے آئے اور فریاد کی آپ نے قاتل کی گرفتاری کا حکم صادر کیا اور جب وہ پکڑ کر آپ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے بلاکسی تامل کے اس قاتل کو مقتول کے ورثاء کے حوالے کردیا تاکہ وہ قصاص میں قتل کرڈالیں۔

ایک مرتبہ عیسائیوں نے آپ کے یہاں درخواست دی کہ ولید بن عبدالملک نے اپنی طاقت کے سہارے دمشق میں ہماری گرجا کی کچھ زمین مسجد میں ڈال لی ہے اور باوجود روکنے اور منع کرنے کے ولید بن عبدالملک نے ہماری ایک نہیں سنی عمر بن عبدالعزیزؒ نے تحقیقات کا حکم دیا اور جب واقعہ صحیح

Marfat.com

ثابت ہو گیا تو حکم دیا کہ مسجد کو گرا کر عیسائیوں کے گرجا کی زمین ان کے قبضہ میں دے دی جائے مسلمان بہت تلملائے اور عیسائیوں کو ایک بڑا معاوضہ دے کر زمین چھوڑنے پر راضی کر لیا۔

ایک مرتبہ چند عیسائیوں نے مسلمہ بن الملک پر حضرت عمر کی عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا دوران سماعت مقدمہ میں مسلمہ عدالت میں ایک قیمتی فرش پر بیٹھ گئے۔ عیسائیوں نے اعتراض کیا اور کہا کہ یہ شہزادگی کے غرور میں بیٹھے ہیں حضرت عمر نے کہا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ مدعی کھڑے رہیں اور مدعا علیہ بیٹھ جائے۔ اے مسلمہ! یا تو ان کے برابر کھڑے ہو جاؤ اور اگر خاندانی فخر اس ننگ کو گوارہ نہیں کر سکتا تو کسی کو اپنا وکیل بنا کر کمرہ عدالت سے باہر چلے جاؤ۔

حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ نے اپنے خاندان اور گھر والوں کی مخالفت کی مطلق پرواہ نہیں کی اور باغ فدک کی اتنی بڑی جاگیر سے دستبردار ہو کر اسے بنی ہاشم کے حوالہ کر دیا اس کی آمدنی اتنی زیادہ تھی کہ آل ہاشم میں سے ہر ایک کے حصہ میں تین تین ہزار اشرفیاں سالانہ آتی تھیں۔ خاندان نبوت اس عطیہ کو پا کر بہت خوش ہوا اور بچہ بچہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے لئے دعائے خیر کرنے لگا۔ حضرت امام حسینؓ کی صاحبزادی نے شکریہ کا جو خط آپ کو لکھا اس کا مضمون یہ تھا:

"آپ نے جو مال ہم کو بھیجا ہے وہ ہمیں مل گیا اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے اور آپ پر اپنی رحمتوں کی بارش فرمائے۔ آپ نے ہمارے ساتھ انصاف کیا ہے اللہ آپ کے ساتھ انصاف کرے گا میں آپ کو شکریہ کے ساتھ لکھتی ہوں کہ آل محمد ﷺ تنگ دست تھے اور خدمتگار نہیں رکھتے تھے اب ان کو فراخی حاصل ہو گئی اور خدمت گار بھی مل گئے۔ پس اللہ کا سایہ آپ پر قائم رہے اور آپ بھی اس کے فضلوں کے وارث ہوتے رہیں۔"

حضرت عمرؓ اس خط کو پڑھ کر اتنا خوش ہوئے کہ قاصد کو انعام دیا اور فاطمہ بنت حسینؓ کو بھی پانچ سو دینار مزید روانہ کئے اور خط کو توشہ آخرت سمجھ کر احتیاط سے رکھ لیا اس واقعہ کو طبقات ابن سعد میں بیان کیا گیا ہے۔

مکتوبات فرمانات

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے مسند خلافت پر بیٹھنے کے بعد ماتحت حکام کو بہت سے احکامات تحریری شکل میں روانہ کئے جن کو مورخین نے بڑی احتیاط سے نقل کیا ہے اور جن کے مطالعہ سے ان کے خیالات اور طرز حکومت پر جو روشنی پڑتی ہے وہ نہ صرف ایک تاریخی دستاویز ہے بلکہ صاحبان حکومت

Marfat.com

کے لئے مشعل راہ بھی ہے۔

زمینوں سے حکومت کا مالیانہ وصول کرنے والوں کے سلسلہ میں آپ نے گورنروں کو جو ہدایات روانہ فرمائیں ان کا ذکر قاضی ابو یوسف صاحب نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

''معائنہ کیا کرو اگر وہ بنجر ہے اور اس سے مالک کو آمدنی نہیں ہوئی تو اس کا مالیانہ نہیں لینا چاہئے مگر جس زمین سے پیداوار ہوتی ہے اس کا مالیانہ بقدر گنجائش لے لیا کرو۔ اگر کوئی زمین قابل اصلاح ہو تو اس کو ضرور قابل کاشت بناؤ اور جب پیداوار ہونے لگے اس وقت مالیانہ وصول کرنا چاہئے قحط کے دنوں میں مالکان زمین سے نرمی کا برتاؤ کرنا چاہئے۔ مالیانہ میں زمین کے مالکوں سے سونا نہیں لینا چاہئے اور جو مالیانہ کے علاوہ فضول ٹیکس لئے جاتے ہیں وہ لینا بند کرو نوروز اور مہرجان کے ہدیہ بند کئے جاتے ہیں سکہ سازوں عرضی نویسوں کارخانہ داروں صناعوں اور مکانات اور پن چکیوں پر جو ٹیکس لگائے گئے ہیں ان کو موقوف کیا جاتا ہے اور نکاح پڑھانے والوں سے بھی کوئی ٹیکس نہیں لیا جائے گا اور ایک خاص حکم یہ ہے کہ جو ذمی مسلمان ہو جائیں ان سے کوئی جزیہ نہ لیا جائے اگر کسی ذمی نے خزانہ میں جزیہ جمع کر دیا ہے اور پھر وہ مسلمان ہو گیا ہے تو اس کا جزیہ واپس کر دیا جائے۔''

ناجائز اور غیر ضروری ٹیکسوں کی معافی سے رعایا کو بڑی خوشی ہوئی اور جائز ٹیکسوں کے ادا کرنے میں وہ اتنے مستعد ہو گئے کہ ہمیشہ وقت پر تمام ٹیکس آسانی سے وصول ہو جایا کرتے تھے۔ یاقوت حموی نے اپنی کتاب معجم البلدان میں آپ کے ایک مکتوب کا ذکر کیا ہے اس میں آپ لکھتے ہیں:۔

''حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں عراق سے دس کروڑ ۲۸ لاکھ درہم خراج وصول ہوتا تھا مگر حجاج کے زمانہ میں یہ رقم کبھی دو کروڑ سے آگے نہ بڑھی حالانکہ بہت کچھ سختیاں بھی کی جاتی تھیں لیکن مجھے تمام غلط اور ناجائز ٹیکس معاف کر دینے کے بعد بھی دس کروڑ ۲۴ لاکھ درہم وصول ہوتے ہیں اور اگر میں کچھ عرصہ اور زندہ رہ گیا تو انشاء اللہ عہد فاروقی سے زیادہ آمدنی ہو جائے گی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جیل خانوں کی طرف بھی توجہ کی پولیس اور دیگر شہری حکام کے حالات کا بھی جائزہ لیا اور اس بات پر بھی نظر رکھی کہ پولیس کی طرف سے کسی پر مظالم نہ ہونے پائیں اور قیدیوں کو جیلوں میں نہ صرف آرام سے اچھا کھانا دیا جائے بلکہ ان کی اصلاح کے لئے بھی کوشش کی جائے اور اگر کوئی قیدی مر جائے تو اسے بہ عجلت دفن کیا جائے تا کہ اس کی لاش دیر تک پڑی رہنے سے دوسروں کی صحت پر برا اثر نہ پڑے۔ کفن نماز اور غسل کے بغیر کوئی میت دفن نہ کی جائے۔ چنانچہ جملہ ممالک کے نام جو فرمان جاری کیا وہ یہ ہے۔

Marfat.com

''کسی شخص کو شبہ کی بناء پر گرفتار نہ کیا جائے اگر کسی بڑے آدمی کی وجہ سے کسی پولیس افسر نے کسی غریب کو گرفتار کیا تو اسے سخت سزا دی جائے گی، ہر سزا شرعی حدود کے اندر ہونا چاہئے عام اور معمولی جرموں میں تیس کوڑوں سے زیادہ کسی کو نہ مارے جائیں قیدیوں کو پکے ہوئے کھانے کی بجائے نقد رقم دینا چاہئے تا کہ وہ اپنی مرضی کا کھانا کھا سکے۔ ایک رجسٹر بنایا جائے اور اس میں جن کو رقم دی جائے ان کے نام لکھے جائیں اور رقم نام کے آگے لکھی جائے تا کہ جانچ کے وقت معلوم ہو سکے کہ کس قیدی کو کتنی رقم دی جا چکی ہے تمام قیدیوں کو رقوم داروغہ جیل کی موجودگی میں تقسیم کی جائے گی اگر کوئی قیدی معمولی تادیب کے بعد اپنی اصلاح کرے تو اسے رہا کر دیا جائے تمام بیمار قیدیوں کی پوری دیکھ بھال کی جائے اور ان کا علاج سرکاری خزانہ سے کیا جائے۔ قیدیوں کو بیڑیاں ایسے طریقہ پر ہرگز نہ پہنائی جائیں کہ وہ نماز پڑھنے میں دشواری محسوس کریں، سوتے وقت قیدیوں کی بیڑیاں کھول دی جائیں تا کہ وہ آرام سے سو سکیں۔ البتہ قتل کے مجرموں کو اسی حالت میں رکھنا چاہئے۔ قیدیوں کو گرمی اور سردی کے لحاظ سے مناسب کپڑے دیئے جائیں۔ قیدی عورتوں کے چہرے پر نقاب ہونا ضروری ہے، مرنے والے کی تجہیز و تکفین سرکاری خرچ سے شریعت کے مطابق ہونا چاہئے۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اصلاحات و فرمانات کے علاوہ دنیا کے مختلف ممالک کے بادشاہوں اور راجاؤں کو تبلیغی خطوط بھی بھیجے۔ چنانچہ بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا، علامہ بلاذری کے یہ الفاظ ہیں:۔

کتب الی الملوک یدعوھم الی الا سلام و الطاعة علی ان یملکھم ولھم ما للمسلمین وعلیھم یا علیھم وقد کانت بلغتھم سیرته ومذھبه فاسلم خلیثه والملوک لستموا باسماء العرب.

یعنی تم اسلام قبول کر لو اور اطاعت کر لو اس صورت میں تم اپنی جگہ برقرار رہو گے جس طرح اب کر رہے ہو مسلمان ہونے کی وجہ سے جو حقوق ہمارے ہیں وہی تمہارے ہوں گے۔ چونکہ یہ لوگ حضرت عمرؓ کے عادات سے واقف تھے اس لئے بہتوں نے اسلام قبول کر لیا اور اپنے نام مسلمانوں جیسے رکھ لئے۔

ایک مرتبہ گورنر خراسان کو لکھا کہ تبلیغ اسلام کے لئے بہت زیادہ کوشش کرو۔ جراح نے کام شروع کیا اور بہت جلدی چار ہزار آدمی مسلمان بنا لئے۔ جراح کی تبلیغی کوششوں سے لوگ اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کے پاس ایک وفد بھیجا اور ان سے درخواست کی کہ ہمارے یہاں کسی کو اسلام

Marfat.com

کی تبلیغ کے لئے بھیج دیجئے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مشہور عالم و مبلغ سلیط بن عبداللہؒ کو وفد کے ہمراہ تبت روانہ کر دیا اور ان کو وہاں عظیم کامیابی ہوئی۔

قتادہ کا بیان ہے کہ آپ نے ہمارے زمانہ میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ یزید بن عبدالملک کے نام حسب ذیل خط لکھا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بندہ خدا عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے یزید بن عبدالملک کے نام بعد السلام علیکم کے معلوم ہونا چاہئے کہ میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی دوسرا اللہ نہیں ہے میں یہ خط تم کو بیماری کی تکلیف میں لکھ رہا ہوں میں جانتا ہوں کہ مجھے میرے عہد حکومت کی نسبت سوال ہونے والا ہے اور وہ سوال کرنے والا دنیا و آخرت کا مالک ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ میں اس سے اپنا کوئی عمل بھی پوشیدہ رکھ سکوں، اگر وہ مجھ سے راضی ہو گیا تو میری نجات ہو جائے گی ورنہ تباہ ہونے سے کوئی نہیں بچا سکتا میں دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اپنی رحمت سے بخش دے اور دوزخ کی آگ سے بچائے اور جنت میں جگہ عطا فرمائے۔ تمہیں لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور رعایا کی رعایت پیش نظر رکھو کیونکہ میرے بعد تم بھی زیادہ دن دنیا میں نہ رہو گے۔ والسلام۔

مندرجہ بالا چند خطوط اور احکامات سے ہر شخص اندازی کر سکتا ہے کہ خلفائے اسلام میں خلافت راشدہ کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو اللہ تعالیٰ نے مذہب و حکومت کو بیک وقت ایک ساتھ چلانے میں جو عظیم کامیابی بخشی وہ کسی دوسرے کو نہیں مل سکتی وسیع اور عریض حکومت کے مالک ہوتے ہوئے دین کو دنیا پر ترجیح دینے میں آپ کا نام ہمیشہ روشن رہے گا۔

Marfat.com

حسن زندگی کے چند نمونے

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بنو امیہ کے شاہی خاندان میں سب سے زیادہ عیش وعشرت کی زندگی گزارتے تھے نہایت قیمتی لباس زیب تن کرتے اور ایسی چال چلتے کہ جس سے فخر وغرور نمایاں ہوتا تھا۔ بلکہ ان کی چال اتنی مشہور ہو گئی تھی کہ جب ذرا کوئی اکڑ کر چلتا تو لوگ کہتے تھے کہ یہ عمری چال چل رہا ہے۔ کپڑوں میں عطر اور ڈاڑھی میں عنبر لگا کر جب وہ باہر نکلتے تو راستہ مہک جاتا تھا علامہ ابن جوزی سیرت العمر میں حضرت رجاء بن حیوۃ کا قول نقل کرتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز سب سے زیادہ خوش پوش کثرت سے عطر لگانے والے اور بڑی فخریہ چال چلنے والے تھے۔ **اعطر الناس ولسن الناس واخیلھم فی مشتبه.**

خود حضرت عمر بن عبدالعزیز کا قول ابن جوزی نے لکھا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ میں اتنے عیش وآرام کی زندگی گزارتا کہ اگر میرے لباس پر لوگوں کی نظریں پڑ جایا کرتی تھیں تو میں یہ سمجھتا تھا کہ یہ کپڑے پرانے اور میلے ہو گئے مگر تاریخ کا یہ ایک عجوبہ ہے کہ تخت خلافت پر بیٹھتے ہی دنیا بدل گئی اور ساری عیش پسندیاں رخصت ہو کر ان کی جگہ سادگی، عاجزی اور رحم وکرم اور ایثار وانکسار نے لے لی۔ تمام عطریات ملبوسات، قیمتی سامان سواری کے اعلیٰ گھوڑے شاہی ساز وسامان اور قالین وفرش سونے چاندی کے برتن بیوی کی قیمتی زیورات اور جملہ جواہرات فروخت کر کے ان کی قیمت کی بے شمار رقم بیت المال میں داخل کر دی۔ سادی غذا موٹا لباس اور معمولی سا بستر اختیار کر لیا۔

علامہ ذہبی اپنی کتاب تذکرۃ الحفاظ جلد اول میں ان کی اس زندگی کے متعلق لکھتے ہیں کہ ''حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ ہوئے تو ان کی کایا پلٹ گئی اور عدل وانصاف کے ساتھ حکومت کرنے میں اپنے نانا فاروق اعظمؓ کے جانشین تھے، تقویٰ میں حسن بصری، علم وفضل میں زہری کے مثل تھے مگر ان کو عمر کم ملی اس لئے ان کے علم وفضل زہد وورع اور عدل وانصاف کے کمالات پورے طور پر دنیا نہ دیکھ سکی۔

خلافت سے پہلے وہ بڑے موٹے تازے تھے مگر خلافت کے بعد دبلے ہو گئے۔ ان کے تمام لباس کی قیمت ہزاروں سے گھٹ کر چند درہم رہ گئی۔ ان کے لباس میں اکثر پیوند لگا ہوتا تھا ایک مرتبہ

Marfat.com

نماز جمعہ میں دیر سے آئے پتہ چلا کہ کرتہ ایک ہی تھا دھو کر سکھا رہے تھے ان کا یومیہ خرچ صرف دو درہم تھا اور وہ بھی بیت المال سے نہیں لیتے تھے بلکہ اپنی زمین کی آمدنی سے خرچ کرتے تھے۔ایک مرتبہ کسی نے کہا آپ دالیں زیادہ کھاتے ہیں اور آپ کی وجہ سے دوسروں کو بھی دال ہی ملتی ہے اللہ تعالیٰ نے تو کلوا من الطیبات مارزقنا کم کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ بہترین چیزیں کھاؤ؟ آپ نے فرمایا تم آیت کا مطلب غلط سمجھے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ طاہر و طیب چیزیں کھاؤ جو حلال اور جائز کمائی کی ہوں طیبات سے مرغن غذا مقصود نہیں ہے۔

گھر میں کتنا سامان زیب و زینت تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک عورت اپنی چند لڑکیوں کو لے کر آپ کے گھر میں آئی مگر یہ دیکھ کر گھر میں ایک چیز بھی ایسی نہیں کہ جس سے خوشحالی کا اندازہ ہو سکے عورت نے ان کی بیوی سے طنزاً کہا ''میں اس ویران گھر سے اپنے گھر کو آباد کرنے آئی ہوں۔'' بیوی نے ہنس کر جواب دیا کہ ہاں تمہارے گھروں کی آبادی نے تو اس گھر کو ویران کر دیا ہے اتنے میں حضرت عمرؓ آ گئے عورت نے اپنی داستان مصیبت و ضرورت بیان کی، آپ نے بڑی ہمدردی سے سنا اور پھر بیت المال سے اس بیوہ کی بچیوں کا وظیفہ مقرر کر دیا وہ دعائیں دیتی چلی گئی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی مذہبی زندگی زہد و تقویٰ عبادت، ریاضت، دعا، استغفار کا ایک اعلیٰ نمونہ تھی جب رات کو لوگ سو جاتے تھے تو آپ عبادت و مناجات میں لگ جاتے تھے۔راتوں کی عبادت میں موٹے کمبل کا ایک کرتہ جسے صندق میں رکھ چھوڑا تھا پہن لیا کرتے تھے۔وفات کے بعد وارثین کو خیال ہوا کہ شاید اس صندوق میں کچھ قیمتی اشیاء ہوں گی خادم سے کنجی مانگی اور صندوق کھولا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ایک موٹا کرتہ اس میں رکھا ہوا ہے نماز میں خشوع و خضوع کا یہ عالم تھا کہ حضرت انسؓ کہا کرتے تھے کہ آنحضرتؐ کی نماز کا انداز دیکھنا ہو تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی نماز کو دیکھ لو۔

قرآن کریم کی تلاوت کرنے اور دوسروں سے قرآن سننے میں ان پر ایک خاص کیفیت طاری ہو جاتی تھی ایک مرتبہ ایک قاری صاحب تلاوت کر رہے تھے۔ایک صاحب نے درمیان میں ان کو ٹوک دیا اور کہا یہ لفظ غلط پڑھا ہے حضرت عمر نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا تعجب ہے کہ قرآن سنتے وقت تم کو غلط کا احساس رہتا ہے خوف خدا ان کی زندگی میں سب سے زیادہ نمایاں تھا۔اکثر لرزہ براندام رہا کرتے تھے۔ایک مرتبہ بیٹھے بیٹھے رونے لگے۔بیوی نے وجہ پوچھی تو فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے لاکھوں

Marfat.com

انسانوں کی ضروریات کا ذمہ دار بنایا ہے۔ان میں امیر غریب، بیمار اور نادار بھی شامل ہیں اگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نے مجھ سے ان کے حقوق کی ادائیگی کے متعلق سوال کیا تو میں کیا جواب دوں گا۔بس اس خیال سے آنسو نکل آئے۔ایک مرتبہ ایک فوجی افسر کو آپ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت وہیبت سے سب سے زیادہ اس شخص کو ڈرنا چاہئے جو میری طرح مصیبت عظمیٰ میں مبتلا ہو، قیامت میں جو شخص سب سے زیادہ پوچھا جائے گا وہ میرا وجود ہے۔روئے زمین میں آج میں سب سے زیادہ ذلیل ہوں اور ڈر رہا ہوں کہ کہیں یہ بوجھ میری تباہی کا موجب نہ ہو۔

موت کے تصور سے کبھی خالی نہ رہے۔ جہاں خیال آیا اور آخرت کی کیفیت کے تصور سے آنکھیں بہنے لگتی تھیں۔ایک مرتبہ ایک شخص نے پریشان دیکھ کر مزاج پوچھا فرمانے لگے رات بھر نیند نہیں آئی اور رات بھر میں یہ سوچتا رہا ہوں کہ انسان کتنا نادان ہے کہ اس بے حقیقت اور فانی زندگی پر کتنا مغرور رہتا ہے حالانکہ قبر میں جانے کے تین دن بعد اس کا جسم سڑ جاتا ہے اور بدبو دینے لگتا ہے اور جس جسم پر غرور کرتا تھا اسے کیڑے کھا پی کر برابر کر دیتے ہیں یہ کہتے کہتے آنسو بہنے لگے اور روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں۔

ایک مرتبہ سفر کرنے کے بعد ایک منزل پر پہنچے کچھ لوگوں کے خادموں نے آگے سے پہنچ کر ان کا بستر وغیرہ کر دیا تھا وہ جاتے ہی آرام سے لیٹ گئے تھے اور جن کا سامان پہلے نہیں پہنچا تھا ان کو تکلیف اٹھانا پڑی، آپ نے سلیمان بن عبدالملک سے فرمایا، بس یہی حال مسافران عدم کا ہوگا جن کے نیک اعمال آگے جائیں گے ان کو آرام ملے گا اور جو آگے بھیجنے سے غافل رہیں گے اسی طرح زحمت اٹھائیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو بے پناہ عشق تھا، ایک شخص کے پاس آنحضرتؐ کی مہر شدہ تحریر کو دیکھا تو تعظیم سے کھڑے ہو گئے، چوما اور آنکھوں سے لگا کر سر پر رکھ لیا۔آنحضرت کے کچھ تبرکات ایک کمرے میں رکھے تھے آپ روزانہ اس کمرے میں باوضو داخل ہوتے اور تبرکات کی زیارت سے مسرور ہوتے اور دوسرے لوگوں سے فرماتے تھے کہ یہ مقدس ومطہر چیزیں اس عظیم انسان کی یادگار ہیں جن کی بدولت اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو تمام دنیا پر فضیلت بخشی ہے۔

ایک مرتبہ آنحضرتؐ کے غلام حضرت زیدؓ کے لڑکے حضرت اسامہؓ کی صاحبزادی حضرت عمرؒ کے پاس آئیں تو آپ ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے اور اپنی جگہ پر عزت سے بٹھایا اور جب وہ گئیں تو بہت سا مال وزر لے کر دور تک چھوڑنے گئے ایک مرتبہ بہت سے بڑے بڑے سردار جو خاندان بنی

Marfat.com

امیہ سے تعلق رکھتے تھے آپ سے ملنے آئے مگر آپ نے پہلے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے غلام سے ملاقات فرمائی صرف اس لئے کہ وہ آنحضرتؐ کے چچا کے بیٹے کا غلام تھا ایک مرتبہ کسی نے کہا کاش آپ مدینہ میں انتقال فرماتے اور آنحضرتؐ کے قریب میں دفن ہونے کی سعادت حاصل کرتے فرمایا میں ہرگز اس بات کو پسند نہیں کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات معلوم ہو کہ میں خود آپ کو آنحضرتؐ کے قریب دفن ہونے کے قابل سمجھتا ہوں۔

عاجزی اور انکساری اور اسلامی مساوات کا یہ حال تھا کہ جب کچھ لوگ آپ کے پاس کھڑے ہو جاتے اور کھڑے کھڑے کچھ کہنا چاہتے تو آپ ان سے فرماتے آؤ میرے پاس بیٹھ جاؤ میں بھی تمہاری طرح ایک آدمی ہوں اور تم سے بہتر نہیں ہوں۔ کھڑا ہونے کا طریقہ مجھے اللہ کے سوا کسی کے سامنے پسند نہیں آتا ہے آپ کی عادت تھی کہ راستہ چلتے ادنیٰ و اعلیٰ جو بھی ملتا اس کو پہلے سلام کرتے تھے اور کسی نے سلام کرنے میں سبقت کی تو اس سے فرماتے تھے کہ تم نے سمجھا نہیں میں تمہارا حاکم ہوں اور حاکم کو ثواب سے محروم نہیں کرنا چاہئے۔

آپ کو غلاموں، غریبوں اور مسکینوں سے خاص اُنس تھا چنانچہ ایک مرتبہ رات کو اپنے دوست رجاء بن حیات سے باتیں کرتے ہوئے دیر ہوگئی، چراغ کا تیل ختم ہو گیا اور وہ بجھنے لگا رجاء نے غلام کو جگانا چاہا آپ نے فرمایا نہیں اس غریب کو مت جگاؤ اس کی نیند میں فرق آئے گا۔ رجاء نے خود اٹھنا چاہا فرمایا تم بھی مت اٹھو کیونکہ دوست اور مہمان ہو، خود اٹھے اور چراغ میں تیل ڈال دیا اور بولے میں تیل ڈالنے سے پہلے بھی عمر بن عبدالعزیز تھا اور تیل ڈالنے کے بعد بھی وہی ہوں۔

ایک مرتبہ راستے میں ایک غریب کو سردی سے کانپتے ہوئے دیکھا، جلدی سے اپنی چادر جسم سے اتار کر اس کو اڑھا دی اور چپکے سے چلے گئے کبھی لوگ ان کی نرم مزاجی اور اخلاق کی تعریف کیا کرتے تھے۔ تو آپ ان سے فرماتے تھے اپنا حال میں خود ہی جانتا ہوں اگر تم کو میری حقیقت معلوم ہو جائے تو کبھی میری طرف رخ بھی نہ کرو۔

پرہیز گاری اور اتقا کا یہ عالم تھا کہ جب تک سرکاری کام کرتے رہتے شمع جلتی رہتی تھی اور جب اپنے کام میں مصروف ہوتے تو چراغ بجھا دیا کرتے تھے ایک مرتبہ سردی کے موسم میں شاہی حمام سے خادم نے گرم پانی کا ایک لوٹا لاکر وضو کے لئے پیش کیا تو آپ نے فرمایا، میرے لئے اس پانی سے وضو کرنا جائز نہیں ہے ایک مرتبہ غلام نے سرکاری لنگر خانہ کا پکا ہوا گوشت کھانے کے لئے سامنے رکھا، آپ نے فرمایا اب یہ تم ہی کھاؤ گے میرے کھانے کا نہیں رہا۔

Marfat.com

ایک مرتبہ بیوی سے باتیں کرتے ہوئے کہنے لگے لبنان کا شہد بہت نفیس ہوتا ہے کھانے کو دل چاہتا ہے، بیوی نے معدی کرب کے گورنر کو لکھ دیا چند روز کے بعد اعلیٰ درجہ کا شہد سیروں کی تعداد میں آ گیا، حضرت عمرؒ نے دیکھا تو بڑے حیران ہوئے اور جب واقعہ معلوم ہوا تو شہد بازار میں بھیج دیا اور جو دام آئے وہ بیت المال میں داخل کروا دیئے اور معدی کرب کے گورنر کو لکھا کہ آئندہ ایسی حرکت کرو گے تو معزول کر دیئے جاؤ گے۔

ایک مرتبہ سرکاری باغ سے سیب کے پھل آئے جن کو آپ غربا میں تقسیم کر رہے تھے، اتفاق سے آپ کے ایک چھوٹے اور ناسمجھ بچے نے سیب اٹھالیا آپ نے سیب ہاتھ سے لے کر رکھ دیا۔

رحم دلی اور نرمی کا یہ حال تھا کہ جانوروں کی تکلیف بھی دیکھ نہیں سکتے تھے ایک مرتبہ کسی نے بتایا کہ مصر میں اونٹوں پر بہت زیادہ بوجھ لادا جاتا ہے۔آپ نے گورنر مصر کے نام فرمان بھیجا کہ خبردار آئندہ میں ایسا نہ سنوں کہ اونٹوں پر زیادہ وزن لادا جاتا ہے، ورنہ یاد رکھو تم کو سزا دی جائے گی۔آپ کا اپنا خچر بھی تھا جسے ایک غلام کرایہ پر چلایا کرتا تھا اور چار آنہ یومیہ لایا کرتا تھا۔ایک دن غلام نے ۶ آنے لاکر دیئے آپ نے پوچھا یہ ۶ آنے کیسے، غلام نے کہا آج لوگوں کو کسی میلے وغیرہ میں شریک ہونا تھا اس لئے مزدوری بڑھ گئی تھی آپ نے فرمایا معلوم ایسا ہوتا ہے کہ آج تم نے خچر سے کام زیادہ لیا ہے آئندہ ایسا مت کرنا اور اب اس خچر کو ۲ دن آرام سے کھڑا رکھو تا کہ اس کی تھکاوٹ دور ہو جائے۔

مزاج میں عدل وانصاف اور نرمی ورعایت کا اتنا غلبہ تھا کہ ایک مرتبہ خوارج سے مقابلہ کرنا پڑا تو فوج کو دیر تک ہدایت فرماتے رہے اور کہتے رہے کہ جب وہ بالکل تیار ہوں اس وقت مقابلہ کرنا کسی بچے عورت اور بوڑھے پر ہاتھ مت اٹھانا، بھاگتے ہوئے اور زخمی لوگوں پر ہاتھ مت اٹھانا جب قیدی اطاعت کا اقرار کریں تو ان کو فوراً آزاد ور ہا کر دینا اور تمام قیدیوں کو کھانے اور سونے کی مطلق تکلیف نہ دینا۔

ایک مرتبہ ایک شخص کو چوری کے الزام میں گرفتار کر کے امیر المومنین کی عدالت میں پیش کیا گیا آپ نے چور سے پوچھا کہ تم نے کس وجہ سے چوری کی تھی کہنے لگا، ناداری اور فاقہ کی تکلیف سے مجبور ہو کر آپ آبدیدہ ہو گئے اور کچھ رقم دے کر رہا کر دیا اور فرمایا جاؤ محنت اور کاروبار کرو۔

ایک مرتبہ ایک غریب مسلمان آپ کے پاس آیا اور اپنی داستان غربت اس انداز سے بیان کی کہ آپ رونے لگے، آپ نے پوچھا کتنے آدمی ہیں؟ کہنے لگا میں اور آٹھ لڑکیاں ہیں سب کو فاقہ کی تکلیف نے نڈھال بنا دیا ہے آپ نے سب کے لئے وظیفہ مقرر کر دیا اور اپنی جیب سے بھی سو درہم

Marfat.com

عنایت فرمائے۔

ایک مرتبہ ایک بیوہ عورت کسی دور علاقہ سے آئی اور گھر میں پہنچی تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ عمر بن عبدالعزیزؒ کنویں سے پانی بھر کر بکریوں کو پلا رہے ہیں اور ان کی بیوی چرخہ کات رہی ہیں بیوہ یہ رنگ دیکھ کر بڑی مایوس ہوئی مگر آپ نے قریب آ کر پوچھ ہی لیا تم کیوں آئی ہو؟ بیوہ نے کہا، امیر المومنین ۴ لڑکیاں ہیں اور یکے بعد دیگرے سب کی شادی کرنا ہے مگر مجھ دکھیا کے پاس پھوٹی کوڑی نہیں ہے آپ کی تعریف سنی تھی کہ بہت دینے والے ہیں اس لیے امید لے کر آئی ہوں، آپ بیوہ سے ایک ایک کا نام اور عمر پوچھتے گئے اور اس کے لئے رقم کا حکم دیتے گئے۔ بیوہ نے دو لڑکیوں تک رقم لینے کے بعد اللہ کا شکریہ ادا کیا مگر تیسری لڑکی کی رقم لے کر اس نے امیر المومنین کی تعریف شروع کر دی، آپ نے فرمایا کہ اب چوتھی لڑکی کے لئے میرے پاس نہیں ہے جب اس نے وجہ پوچھی تو فرمایا جب تک تم اللہ کا نام لیتی رہیں میں دیتا رہا اور جب تم نے میری تعریف شروع کر دی تو اب یہ خزانہ میرا نہیں ہے اس لئے نہیں دیتا ہوں۔

مسلمہ بن عبدالملک کا بیان ہے کہ میں حضرت عمرؓ کو بیماری کے زمانہ میں دیکھنے گیا اس وقت میلہ کرتہ پہنے ہوئے تھے میں نے اپنی بہن جوان کی بیوی تھیں ان سے کہا کہ کرتہ بدل دو میلہ ہو گیا ہے بہن نے مجھے جواب دیا کہ دوسرا کرتہ ہی نہیں میں کہاں سے بدل دوں۔

ایک دن آپ نے بیوی سے کہا کہ انگور کھانے کو دل چاہتا ہے کہنے لگیں میرے پاس تم نے اتنا چھوڑا ہی نہیں ہے جو انگور لے کر پیش کروں حالانکہ آپ امیر المومنین ہیں مگر انگور کھانے کی استطاعت نہیں رکھتے، فرمایا انگوروں کی تمنا دل میں لئے چلے جانا اس سے بہتر ہے کہ قیامت کے دن دوزخ میں لوہے کی زنجیر پہن کر گھسیٹا جاؤں۔

آپ کی بیوی صاحبہ کا بیان ہے کہ جب تک آپ خلیفہ رہے ہمیشہ ڈرتے لرزتے اور روتے رہے۔ رات کو جب خلافت کے کاموں سے فارغ ہو کر آتے تو سجدہ میں گر کر روتے روتے سو جاتے اور جب بیدار ہوتے تو روتے ہوئے کہتے، اے اللہ میرے کاموں کو درست کر دے اور مجھے عدل وانصاف پر قائم رہنے کی توفیق عطا کر، ایک مرتبہ کسی دوست نے انار کا ہدیہ بھیجا آپ نے دوست کا شکریہ ادا کیا اور غلام کے ہاتھ انار واپس کرا دیئے اور فرمایا ان سے سلام کے بعد کہنا کہ ہدیہ قبول ہے غلام نے عرض کیا آخر حضور اکرم بھی تو ہدایا قبول فرما لیتے تھے آپ کیوں واپس کرتے ہیں فرمایا ہاں جانتا ہوں مگر ان کے لئے ہدیہ تھا اور میرے لئے رشوت ہے۔ خوف خدا اور عذاب آخرت کا منظر اس

Marfat.com

حد تک پیش نظر رہتا تھا کہ ایک مرتبہ بنی امیہ کے چند شہزادے دروازہ پر آئے اور انہوں نے آپ کے فرزند سے کہا جاؤ اپنے والد سے کہہ دو کہ اب تک جو خلیفہ ہوتے رہے وہ سب ہمارے ساتھ رعایت کرتے رہے جاگیریں اور عطایا وغیرہ دیتے رہے مگر آپ نے مسند خلافت پر آ کر ہمارے لئے عیش و آرام کا دروازہ بند کر دیا ہے آپ نے جواب میں کہلوایا کہ تم جاؤ اور ان سے کہہ دو کہ میرا باپ کہتا ہے۔

''انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم.''

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی زندگی کے بے شمار واقعات ہیں جن کو مورخین نے مختلف طریقوں پر بیان کیا ہے چند باتیں یہاں بطور نمونہ کے بیان کی گئی ہیں تفصیلات کے لئے قدیم مورخین سے استفادہ کرنا چاہئے۔

Marfat.com

علم وفضل مقام ومرتبہ

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو اللہ تعالیٰ نے علم وفضل میں امام کی حیثیت عطا فرمائی تھی، اگر سیاست اور تختِ خلافت سے وہ الگ رہتے تو بے شمار اللہ کے بندوں کو ان کی درسگاہ سے علوم الہیہ کے حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوتا اور علمی اعتبار سے وہ ائمہ کبار میں شمار کئے جاتے۔

تمام علمائے اسلام قدیم وجدید ان کی علمی جلالت پر اتفاق رکھتے ہیں۔ حافظ ذہبی نے امام، فقیہہ، عالم سنت، کبیر الشان اور حافظ حدیث لکھا ہے علامہ نوری فرماتے ہیں کہ عمر ابن عبدالعزیزؒ کی فضیلت علم وزہد عدل وانصاف، آثار نبوی کے اتباع اور خلفاء راشدین کے اقتداء پر سب کو اتفاق ہے علماء عصر نے ان کو علوم الہیہ کا امام تسلیم کیا ہے۔ علمائے تابعین میں کسی کو ان کی علمی عظمت اور شان سے انحراف نہیں ہے۔ وہ سب کے نزدیک جلیل القدر تابعی اور عالم تھے۔

قرآن کریم میں ان کی نظر بہت وسیع تھی، مشکلات کو حل کرنے کے لئے بڑے علماء آپ کی طرف رجوع کیا کرتے، ایک مرتبہ علماء شام وحجاز نے آپ کے فرزند کے واسطہ سے دریافت کیا کہ "انی لهم التناوش من مكان بعيد" "یعنی وہ دور سے کیونکر پا سکتے ہیں۔" اس آیت کا مطلب کیا ہے آپ نے جواب دیا اس سے مراد وہ توبہ جو اس وقت کی جائے جس وقت انسان اس پر قادر نہ ہو۔

حدیث میں ان کے مرتبہ کا حال یہ ہے کہ حافظ ذہبی ان کو امام، عارف سنت، حافظ حدیث لکھتے ہیں۔ امام مالکؒ اور ابن عنبیہؒ نے ان کو امام وقت کہا ہے۔ تمام مرفوع احادیث ان کے حافظہ میں موجود تھیں۔ ایوب سختیانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے زیادہ کسی کو رسول اکرمؐ سے روایت کرنے والا نہیں دیکھا، احادیث نبویؐ کی اشاعت، تدوین اور تحفظ ان کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ جب آپ نے دیکھا کہ حفاظ حدیث کی بہار آخر ہو رہی ہے تو آپ نے قاضی ابوبکر بن حزم گورنر مدینہ کو لکھا کہ احادیث نبویؐ کو تلاش کر کے لکھوا لو کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ علماء اٹھتے جا رہے ہیں اور علم کم ہوتا جا رہا ہے مگر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی دوسرے کی احادیث قبول نہ کی جائیں۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ آپ نے تمام گورنروں کو اس قسم کا حکم بھیجا تھا۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی اور

Marfat.com

احادیث کے مجموعے تمام ممالک محروسہ میں روانہ کیے گئے۔

فقہ میں وہ امامت واجتہاد کا درجہ رکھتے تھے۔آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تمام فیصلوں کو جمع کرایا تھا اوران کو درس میں شامل کر دیا تھا۔فقہ کے مسائل کو حل کرنے میں آپ کو مطلق دیر نہیں لگا کرتی تھی۔

تقریر وخطابت میں بھی آپ کو خاصہ ملکہ حاصل تھا آپ کے خطبے نہایت موثر ہوا کرتے تھے،ابن جوزی نے آپ کے خطبوں کو جمع کیا ہے۔اسی طرح حافظ نے اپنی کتاب البیان والتبین میں جو فصیح وبلیغ خطبات جمع کئے ہیں ان میں آپ کے چند خطبے نقل کئے ہیں۔

حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ کو شاعری کا شوق نہیں تھا مگر اخلاقی اشعار شوق سے سنتے تھے اور کبھی طبیعت حاضر ہوتی تو اسی قسم کے اشعار خود بھی کہہ لیا کرتے تھے جن کو ابن جوزی نے نقل کیا ہے کہتے ہیں کہ شہزادگی کے زمانہ میں ایک راگ بھی آپ نے بنایا تھا جسے بہت پسند کیا جاتا تھا مگر پھر سب کچھ چھوڑ دیا۔آپ کی مجلس میں شعراء بہت کم اور علماء بہت زیادہ ہوا کرتے تھے دور دراز سے علماء اقراء اور حفاظ کو بلا کر اپنی مجلس میں جگہ دیتے تھے۔ہر قسم کے مشورے علماء سے کرتے تھے آپ کی مجلس میں جن علماء کو خصوصی عزت اور مشیر ہونے کا درجہ حاصل تھا ان میں رجاء بن حیاۃ سالم بن عبداللہ بن عمر،محمد بن کعب،قرظی ریاح بن عبیدہ اور میمون بن مہران کو خصوصیت حاصل تھی۔باتونی چاپ لوث اور قصیدہ خوانی کرنے والے شعراء کے لئے آپ کے یہاں کوئی جگہ نہیں تھی۔مقام ومرتبہ کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے جو درجات آپ کو دیئے تھے۔وہ معاصرین میں انفرادی حیثیت کے تھے اوران کا اندازہ بہت سے واقعات سے کیا جاسکتا ہے چند نمونے درج زیل ہیں۔

ابونعیم بسند صحیح بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رباح بن عبیدہ نے دیکھا کہ آپ نماز کے لئے جارہے ہیں اور ایک بوڑھا آدمی آپ کو سہارا دیئے ہوئے ہے۔جب آپ نماز سے فارغ ہوکر گھر میں آئے تو رباح نے پوچھا وہ آپ کے ساتھ بوڑھا آدمی کون تھا جو سہارا دیئے ہوئے تھا۔

حضرت عمرؓ نے جواب میں فرمایا! اچھا تم نے بھی اسے دیکھ لیا،تم بھی ایک صالح شخص ہو اور ایسے آدمی کو بتانے میں کوئی نقصان نہیں ہے،بھائی! وہ حضرت خضرؑ تھے اور مجھے امت محمدیہ کے حالات پوچھنے اور عدل وانصاف کی تلقین کرنے آئے تھے۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے حاضر خدمت ہوکر عرض کیا کہ حضرت رات میں نے بڑا عجیب وغریب خواب دیکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔داہنی طرف حضرت صدیق

Marfat.com

اکبرؓ اور بائیں طرف حضرت عمر فاروق اعظمؓ بیٹھے ہیں اور سامنے آپ بیٹھے ہوئے ہیں خواب کے راوی نے قسم کھا کر کہا کہ آنحضرتؐ نے آپ سے فرمایا کہ ''ابوبکرؓ و عمرؓ کے نقش قدم پر چلنا، حضرت عمرؒ نے سن کر عرض کیا، حضور! یہ ایسا ہی کرتے ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اس خواب کو سن کر بہت دیر تک روتے رہے۔

وصیت اور وفات

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی بیماری کے سلسلہ میں مختلف روایات ہیں بعض لوگوں نے طبعی موت پر زور دیا ہے اور بعض کا خیال ہے کہ آپ کو زہر دے کر شہید کیا گیا۔ بہرحال جب بیماری نے طول پکڑا اور آپ مایوس ہوئے تو آپ نے ایک وصیت نامہ اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کے نام لکھوایا جسے پچھلے اوراق میں بیان کیا گیا ہے دوسرا دلاد کے نام تھا جس میں آپ نے تحریر کرایا تھا۔

میرا وصی اور ولی صرف اللہ تعالیٰ ہے اور وہی علماء کا ولی ہوتا ہے میرے لڑکے اگر اللہ تعالیٰ سے ڈریں گے تو ان کے لئے کوئی سبیل نکال دے گا اور اگر وہ گناہ کریں گے تو میں ان کو گناہ کرنے کے لئے طاقتور نہیں بناؤں گا۔'' اس کے بعد بچوں کو جمع کر کے فرمایا۔

''میری جان تم پر قربان ہو میں تم کو خالی ہاتھ چھوڑ رہا ہوں، میرے بچو! تم کسی ایسے عرب اور ذمی سے مت ملنا کہ جس پر تمہارا حق نہ ہو۔ بچو! دو باتوں میں سے ایک بات تمہارے باپ کے اختیار میں تھی ایک یہ کہ تم دولت مند ہو جاؤ اور تمہارا باپ دوزخ میں جلے، دوسری یہ کہ تم غریب رہو اور تمہارا باپ جنت میں داخل ہو۔ لہٰذا مجھے یہ بات زیادہ پسند تھی کہ تم غریب رہو اور میں جنت میں جاؤں۔ اچھا جاؤ میں تم کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔''

اس وصیت کے بعد آپ نے ایک عیسائی پادری سے قبر کے لئے زمین خریدی اور فرمایا حکومت کی زمینوں پر میرا کوئی حق نہیں ہے پادری نے بلا معاوضہ زمین دینا چاہی اور کہا کہ یہ بات میرے لئے باعث خیر و برکت ہوگی کہ آپ میری زمین میں آرام کریں گے مگر آپ نے اس کی درخواست منظور نہیں فرمائی اور قیمت دے کر زمین حاصل کر لی۔ پھر آپ نے کفن دفن کے متعلق وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ آنحضرتؐ کے ناخن اور موئے مبارک میرے ساتھ کفن میں رکھ دینا۔

آپ کی بیوی فاطمہ کا بیان ہے کہ کئی راتیں جاگتے ہوئے ہوگئی تھیں۔ میں نے ایک غلام مرشد سے کہا کہ تم امیر المومنین کے پاس بیٹھو، میں ذرا نیند کر لوں اگر ضرورت ہو تو مجھے آواز دے لینا مگر جب

Marfat.com

میں جاگنے کے بعد امیر المومنین کے پاس گئی تو مرشد موجود نہیں تھا، میں نے تلاش کیا تو سو رہا تھا میں نے اس سے جواب طلب کیا کہ تو غیر حاضر کیوں ہوا۔ کہنے لگا! امیر المومنین نے مجھ سے فرمایا کہ تم باہر بیٹھو کیونکہ میرے پاس اس وقت عجیب قسم کے لوگ آرہے ہیں۔ میں باہر چلا گیا مگر تھوڑی دیر کے بعد امیر المومنین کو بلند آواز سے قرآن کی یہ آیت تلاوت کرتے سنا۔

تلک الدار الاخرۃ نجعلھما للذین لایردون علواض فی الارض ولافساداً والعاقبۃ للمتقین.

آخرت کی نعمتوں کو ہم نے ان نیک نہاد انسانوں کے لئے خاص کر رکھا ہے جو دنیا میں اپنے لئے کسی قسم کی برتری اور فوقیت پسند نہیں کرتے ہیں اور نہ فتنہ وفساد پسند کرتے ہیں سچی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کا ہی انجام بہتر اور بخیر ہوگا۔

فاطمہ کہتی ہیں کہ مرشد سے یہ باتیں سن کر میں امیر المومنین کی طرف دوڑی۔ قریب آکر دیکھا تو سیدھے لیٹے ہوئے تھے آنکھیں بند تھیں اور روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ اللہ تعالیٰ ایسے عادل حاکم پر اپنی بے شمار برکات نازل فرمائے۔

تاریخ وفات میں مورخین نے کچھ اختلاف کیا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ آپ نے ۲۵ رجب ۱۰۱ھ مطابق ۱۰ فروری ۷۲۰ء کو اس دار فانی سے دار البقا کی طرف کوچ فرمایا، علاقہ حمص میں بمقام دیر سمعان سپرد خاک کئے گئے۔ وفات کے وقت چالیس کی عمر تھی دو برس پانچ ماہ اور چار دن خلافت فرمائی۔

آپ نے چار بیویاں کی تھیں، فاطمہ بنت عبد الملک پہلی بیوی تھیں جو اپنی نیکی اور پارسائی میں عورتوں کے لئے مثالی شان رکھتی تھیں۔ زہد وتقویٰ اور عبادت واطاعت ان کا خصوصی امتیاز تھا۔ اولاد میں فاطمہ بنت عبد الملک سے اسحاق یعقوب اور موسیٰ تین بیٹے تھے۔ لہیس بنت علی سے عبد اللہ، بکر اور ام عمار، ام عثمان بنت شعیب سے ابراہیم، ام ولید سے عبد الملک، ولید عاصم، یزید، عبد اللہ، عبد العزیز، زبانا، امۃ اور ام عبد اللہ اور ریان تھے۔ عبد الملک کو اللہ تعالیٰ نے باپ کا نمونہ بنایا تھا۔ حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ اس بیٹے کی وجہ سے مجھے عبادت کی ترغیب ملتی ہے مگر وہ آپ کے سامنے فوت ہو گئے تھے۔

سید امیر علی نے تاریخ اسلام میں مسعودی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جب حضرت عمرؒ کی وفات کی خبر قیصر روم کو ہوئی تو اس نے کہا کہ وہ بڑے فرشتہ سیرت انسان تھے اگر یسوع مسیح کے بعد کوئی شخص مردہ زندہ کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا وہ عمر ابن عبد العزیزؒ تھے، مجھے وہ زاہد پسند نہیں جو گوشہ میں عبادت کرتا رہے اور دنیا سے بے خبر ہو، میرے نزدیک اصلی راہب عمر ابن عبد العزیزؒ تھے کہ تمام دنیا ان کے قدموں

Marfat.com

میں تھی اور وہ بلا نفع کمائے عبادت میں مصروف رہے۔

ایک مرتبہ منصور نے عبدالرحمٰن بن قاسم سے کہا کہ مجھے کوئی ایسی نصیحت کی بات سنایئے جو آپ نے بچشم خود دیکھی ہو۔ عبدالرحمٰن نے کہا اچھا سنو!

''ہشام بن عبدالملک کا انتقال ہوا تو انہوں نے گیارہ بیٹے چھوڑے، جائیداد کے علاوہ جو نقد رقم بیٹوں کے حصہ میں آئی ایک بیٹے کی دس لاکھ درہم تھی مگر اس کے باوجود میں نے ایک لڑکے کو بازار میں بھیک مانگتے دیکھا ہے، برخلاف اس کے جب عمر ابن عبدالعزیزؒ دنیا سے گئے تو صرف ۱۷ دینار ترکہ میں چھوڑے، دو قبر کی زمین خریدنے میں خرچ ہو گئے۔ پانچ دینار کفن وغیرہ میں لگ گئے اور دس دینار چار بیویوں اور ۱۶ اولادوں میں تقسیم ہو گئے مگر میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کثرت سے مال دیا کہ ایک مرتبہ ان کے ایک بیٹے نے سو گھوڑے اعلیٰ نسل کے معہ سامان جہاد میں دیئے تھے اب ان میں سے جس سے چاہو نصیحت حاصل کر لو۔''

منصور اس واقعہ کو سن کر بے حد متاثر ہوئے اور اپنی آخرت کو یاد کر کے دیر تک روتے رہے۔

خلافت کے معاملہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پیش نظر خلفائے راشدین کا نظام تھا اور وہ اس امر کے لئے کوشاں تھے کہ خلافت کو جمہوری شکل میں تبدیل کر دیا جائے مگر اول تو ان کو وقت نہیں ملا دوسرے مسلمان بھی اب اسی نظام کے عادی ہو چکے تھے ان کا یہ خیال پورا نہ ہو سکا۔

Marfat.com

یزید بن عبدالملک کی حکومت

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے زمانہ میں یزید بن عبدالملک کی ولی عہدی کو برقرار رکھا اگر وہ چاہتے تو بڑی آسانی سے اپنے بیٹوں میں سے عبدالملک کو جو نیکی اور اخلاق میں اپنے والد کے صحیح جانشین تھے ولی عہد بنا سکتے تھے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا اور سلیمان بن عبدالملک کی وصیت پر قائم رہے۔ چنانچہ آپ کی وفات رجب ۱۰۱ھ میں ہوئی تو ابو خالد یزید بن عبدالملک نے تخت حکومت پر قدم رکھا۔

یزید نے تخت خلافت پر متمکن ہونے کے بعد کہا کہ میں ہر کام میں اللہ تعالیٰ کا محتاج ہوں اور کوشش کروں گا کہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے نقش قدم پر چل کر اللہ تعالیٰ کی امداد واعانت حاصل کروں، چنانچہ چالیس دن ان کے اس طرز عمل میں کوئی فرق نہیں اور ایسا معلوم ہوتا رہا کہ دوسرے عمر بن عبدالعزیزؒ نے حکومت سنبھال لی ہے مگر افسوس کچھ مفاد پرستوں نے ان کو اس روش پر قائم رہنے نہیں دیا اور یزید کوشش کے باوجود حضرت عمرؓ کے نقش قدم پر نہیں چل سکے اور بنی امیہ کے بعض شہزادوں اور کچھ عمال نے ان کو مجبور کر دیا کہ وہ اپنے طریقہ کو بدلیں۔

درحقیقت یزید بن عبدالملک ایک بہت ہی سیدھے سادے اور نیک مزاج خلیفہ تھے اور اسی وجہ سے وہ حکومت کرنے کی صلاحیت سے بھی محروم تھے۔ لہٰذا ایسے شخص کے لئے ناممکن تھا کہ وہ حضرت عمرؓ کی پیروی کرنے میں زیادہ عرصہ کامیاب ہو سکے۔

بنی امیہ کے شہزادوں کو اس جائیداد کے چھن جانے کا بڑا غم تھا جو حضرت عمرؓ نے ان کے قبضہ سے نکال لی تھی ان کی بہت بڑی کوشش تھی کہ یزید کو اپنا ہم خیال بنا لیا جائے تا کہ جو اعزاز چھن گئے ہیں وہ واپس آ جائیں اور جو تکالیف اٹھانا پڑ رہی ہیں دور ہو جائیں۔ آخر ایسا ہی ہوا کہ یزید بن عبدالملک کو بہت جلدی بدل جانا پڑا اور اسلامی حکومت میں جو لوگ عیش و عشرت کے خواہاں تھے وہ یزید پر چھا گئے اور وہ ماحول جو حضرت عمرؓ نے پیدا کیا تھا رخصت ہونے لگا چونکہ مملکت اسلامیہ بہت مضبوط بنیادوں پر قائم تھی اس وجہ سے حکومت کا کام یزید کی ان کمزوریوں کے باوجود بھی چلتا رہا اور اگر کہیں کوئی تھوڑی

Marfat.com

بہت گڑ بڑ بھی پیدا ہوئی تو اسے دبا دیا گیا مگر آہستہ آہستہ ایسی صورت پیدا ہوتی رہی کہ حکومت کی مستحکم بنیادیں اکھڑنے لگیں اور اگر یہ کہا جائے کہ یزید کی عدم صلاحیت اور جاگیرات کا حکومت کے قبضہ سے نکل کر لوگوں کے قبضہ میں چلا جانا زوال حکومت کا پیش خیمہ ثابت ہوا تو غلط نہیں ہوگا کیونکہ اسی زمانہ سے عباسیوں کو حکومت پر قابض ہونے کا موقعہ ملا اور ان کی کوششیں شروع ہوئیں۔

یزید بن عبدالملک کے دور حکومت میں سب سے زیادہ جو قابل ذکر واقعات رونما ہوئے وہ عراق، ایران اور ترکستان کی بغاوت ہے اس بغاوت کو یزید بن مہلب کی ذات سے زیادہ تقویت پہنچی کیونکہ وہ یزید بن عبدالملک کا سخت دشمن تھا اور یزید بن عبدالملک اس سے اس بنا پر ناراض تھے کہ اس کے دور اقتدار میں یزید کے بعض رشتہ داروں کو سخت سزائیں دی گئیں تھیں پچھلے صفحات میں لکھا جا چکا ہے کہ یزید بن مہلب کو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جرجان کے خراج کو خزانہ شاہی میں جمع نہ کرنے کی وجہ سے قید کر دیا تھا اور وہ خراسان کے قید خانہ میں پڑا ہوا تھا۔ جب اسے معلوم ہوا تھا کہ حضرت عمر علیل ہیں اور ان کے بچنے کی امید نہیں ہے اور ان کے بعد یزید بن عبدالملک کا دور حکومت شروع ہونے والا ہے تو اسے ڈر پیدا ہوا کہ یزید کے دور میں مجھے سخت تکالیف اٹھانا پڑیں گی۔ لہذا اس نے قید خانہ کے محافظوں کو مختلف تدابیر سے قابو میں کر لیا اور رات کی تاریکی میں قید خانہ سے فرار ہو کر بصرہ کے قرب وجوار میں روپوشی اختیار کر لی مگر قید سے نکلتے ہی اس نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو ایک عریضہ لکھا جس میں اس نے تحریر کیا تھا کہ "اگر مجھے آپ کے زندہ رہنے کا یقین کسی طرح ہو جاتا تو میں کبھی ہرگز آپ کی دی ہوئی سزا سے منہ نہ موڑتا مگر میں جانتا ہوں کہ آپ کے بعد یزید بن عبدالملک مجھے ضرور قتل کرا دیں گے اس لئے میں آپ کی قید سے بھاگ رہا ہوں" یہ خط حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو اس وقت ملا جبکہ وہ اپنی زندگی کے آخری دن گزار رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ابن مہلب کے خط کو سن کر فرمایا "الٰہی! اگر مہلب مسلمانوں کے ساتھ برائی کرنے کو بھاگا ہے تو تو اسے سزا دے کیونکہ اس نے مجھے دھوکہ دیا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اس کے تھوڑی دیر بعد انتقال فرما گئے اور یزید بن عبدالملک نے تخت خلافت پر بیٹھنے کے بعد سنا کہ یزید بن مہلب نے بصرہ کو اپنا مرکز بنایا ہے اور جو بغاوتیں اٹھ رہی ہیں ان کو ابن مہلب کی ذات سے تقویت پہنچ رہی ہے لہذا یزید بن عبدالملک نے عدی بن ارطاۃ والی بصرہ کو لکھا کہ ابن مہلب قید خانہ سے فرار ہو کر بصرہ کے قرب وجوار میں موجود ہے لہذا تم اس کے بیوی بچوں کو فوراً حراست میں لے لو، عدی نے فوراً تعمیل کی اور یزید بن مہلب کے دونوں لڑکوں کو جن کے نام مصفل ومروان تھے پکڑ کر قید خانہ میں ڈال دیا۔

Marfat.com

یزید بن مہلب کو جب معلوم ہوا تو اس نے اہل بصرہ کو اپنے ساتھ ملا کر عدی کو بصرہ سے مار بھگایا اور بصرہ سے اہواز تک اپنی حکومت قائم کر لی اور زبردست فوجی تیاریاں شروع کر دیں اور ساتھ ہی عراق کے لوگوں کو یہ یقین دلانا شروع کر دیا کہ اس وقت سب سے بڑا جہاد یہ ہے کہ شامیوں سے مقابلہ کیا جائے۔ عراقی اس کے کہنے میں بڑی جلدی آ گئے کیونکہ ان میں یہ عادت شروع سے چلی آ رہی تھی کہ وہ بڑی جلدی بدل جاتے تھے۔ ان کی اس کمزوری سے ابن مہلب نے فائدہ اٹھایا اور کوفہ کو بھی اپنے ہاتھ میں لینے کے لئے فوج کے ساتھ چل کھڑا ہوا۔

حضرت حسن بصری جو اس وقت حیات تھے اور مسلمانوں میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے انہوں نے ابن مہلب کے طرز عمل کی سخت مخالفت کی مگر ان کے کچھ عقیدت مندوں نے ان کو اس خیال سے خاموش کرا دیا کہ ابن مہلب کہیں قتل نہ کرا دے۔

یزید بن عبدالملک کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو انہوں نے اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک کو بہت بڑے لشکر کے ساتھ ابن مہلب کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا تا کہ بغاوت کا خاتمہ ہو اور ابن مہلب کو شرارت کی سزا دی جائے۔ مسلمہ بن عبدالملک کی فوج جب مقام عقیر میں پہنچی تو ابن مہلب کی فوجیں پہلے سے تیار کھڑی تھیں دونوں میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی دونوں مرد میدان تھے اور داد شجاعت دینے میں کمال رکھتے تھے۔ کئی دن یہ میدان جنگ گرم رہا بہتوں کو جان سے ہاتھ دھونا پڑا اور نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمہ بن عبدالملک کی فوج غالب آئی یزید بن مہلب اور اس کا بھائی حبیب دونوں میدان جنگ میں مارے گئے عراقی اور بصری بھاگ کھڑے ہوئے خاندان مہلب کے کچھ نوجوان بھاگتے ہوئے پکڑے گئے جن کو قتل کر دیا گیا صرف دو بچے بچے ایک ابو عتبہ بن مہلب اور عثمان بن مصفل بن مہلب یہ قتل مقام قندابیل میں ہوئے۔

عراق میں ابن مہلب کو شکست دینے کے بعد مسلمہ بن عبدالملک نے خلیفہ کے دل میں اتنی جگہ حاصل کر لی کہ یزید بن عبدالملک نے مسلمہ کو پورے عراق کا گورنر بنا دیا ترکستان اور ایران پر بھی ابن مہلب کی بغاوت کا برا اثر ہوا اور وہاں کے باشندوں نے بغاوت پر کمر باندھ لی تو مسلمہ نے اپنی جگہ عمر بن ہبیرہ کو حاکم مقرر کیا اور خود ایران و ترکستان کی بغاوت کو دبانے کی طرف توجہ کی اور بڑی جلدی صغد، سمرقند اور خراسان وغیرہ کے دانت کھٹے کر دیئے۔ عراق و ایران کی مکمل فتح اور قیام امن کے بعد یزید بن عبدالملک نے مسلمہ کو پورے عراق اور ایران کا وائسرائے (حاکم اعلیٰ) بنا دیا سعید حرشی خراسان کے امیر مقرر کئے گئے۔

Marfat.com

علاقہ ترکستان میں بھی بغاوت اٹھی اور ان لوگوں نے اہل قبچاق سے مدد لے کر اسلامی فوج کے بہت سے لوگوں کو قتل کر ڈالا اور ایسی بغاوت اور شرارت مچائی کہ اسلامی فوج کو بھاگ کر دمشق آنا پڑا۔ یزید بن عبدالملک نے ایک نامور فوجی سردار جراح بن عبداللہ حکمی کو معہ فوج کے روانہ کیا جراح نے جاتے ہی حملہ کر دیا اور ایسی تلوار برسائی کہ باغیوں کو دم لینا مشکل ہو گیا۔ جراح نے خزر اور آرمینیا میں باغیوں کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا اور اتنا زبردست حملہ کیا کہ دور تک فتح کرتا چلا گیا اور وہاں کے بادشاہ اور امراء نے دوبارہ اطاعت کر لی اور مسلمان پورے ترکستان پر قابض ہو گئے۔

حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ کے زمانہ سے حجاز کے گورنر عبدالرحمٰن بن ضحاک چلے آ رہے تھے یزید بن عبدالملک کے عہد میں بھی وہی گورنر رہے مگر ان کو یہ خیال پیدا ہوا کہ مجھے حضرت امام حسینؓ کی پوتی سے جس کا نام فاطمہؓ تھا شادی کرنا چاہئے چنانچہ عبدالرحمٰن نے لڑکی کی والدہ کے پاس پیغام بھیجا اور جب نامنظور کیا گیا تو عبدالرحمٰن نے فاطمہ کے بھائی کو دھمکی دی کہ میں تم کو عنقریب درے لگواؤں گا۔ فاطمہ کی والدہ نے سنا تو انہوں نے خلیفہ یزید بن عبدالملک کو سارا واقعہ لکھا اور اپنے اس اندیشہ کا اظہار کیا کہ عبدالرحمٰن شاید کوئی نقصان پہنچائے یزید بن عبدالملک کو عبدالرحمٰن کی حرکت سخت ناگوار ہوئی فاطمہ کی والدہ کو تسلی آمیز خط لکھا اور ساتھ ہی مدینہ کے ایک بااثر شخص عبدالواحد بن عبداللہ قسری کو قاصد کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ میں تم کو مدینہ کا گورنر بناتا ہوں۔ عبدالرحمٰن سے فوراً اختیارات لے لو اور چالیس ہزار دینا بطور جرمانہ وصول کرو اور اتنی اذیت پہنچاؤ کہ میں دمشق میں اس کے چلانے کی آواز سنوں، اس نے کیوں یہ جرأت کی کہ خاندان رسالت کی ایک دوشیزہ کو جبریہ اپنے عقد میں لانا چاہا یہ میرے لئے بڑی تکلیف دہ بات ہے کہ امام حسینؓ کی پوتی پر کسی کی نظر اُٹھے۔

عبدالواحد کو جیسے ہی یہ حکم نامہ ملا وہ عبدالرحمٰن بن ضحاک سے ملے اور یزید بن عبدالملک کا خط دکھا کر گورنری کا عہدہ اپنے ہاتھ میں لے لیا عبدالواحد نے گورنر ہونے کے بعد حضرت عمر فاروقؓ رضی اللہ عنہ کے دونوں پوتوں کو جن کا نام قاسم اور سالم تھا اور جو عبداللہ بن عمرؓ کے فرزند تھے اپنا خصوصی مشیر بنا لیا اہل مدینہ کو عبدالواحد کا طرز حکومت بہت پسند آیا اور وہ سب کے سب عبدالواحد کے عقیدت مند بن گئے یہ واقعہ یزید بن عبدالملک کی وفات سے کچھ ماہ پیشتر شوال ۱۰۴ھ میں پیش آیا تھا۔

یزید بن عبدالملک کی بیماری کا سلسلہ کئی ماہ قائم رہا اور سل کی شکایت میں اتنے کمزور ہو گئے کہ ہلنے جلنے سے معذور ہو گئے آخر انہوں نے اپنے بعد اپنے بھائی ہشام بن عبدالملک کو اور ان کے بعد اپنے بیٹے ولید بن یزید کو ولی عہد مقرر کیا اور چار سال ایک ماہ کے قریب خلیفہ رہنے کے بعد ۲۵ شوال ۱۰۵ھ

Marfat.com

میں بلقاء کے مقام پر جب کہ ۳۸ سال کی عمر تھی اس دارفانی کو خیرباد کہہ دیا۔

یزید بن عبدالملک کا دورِ حکومت اگرچہ چار سال چلتا رہا مگر تاریخی اعتبار سے کچھ زیادہ قابلِ ذکر نہیں ہے اس کی بڑی وجہ یزید کے مزاج کی کمزوری اور ناتجربہ کاری ہے اگر وہ اپنے ابتدائی خیال پر قائم رہتے تو بلاشبہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے بعد ان کا نام تاریخ میں نمایاں نظر آتا اور اسلامی مملکت میں خلافت راشدہ کے نشانات زیادہ مستحکم ہو جاتے۔

Marfat.com

ہشام بن عبدالملک کا دور حکومت

ابوالولید ہشام بن عبدالملک کی ولادت ۷۲ھ میں ہوئی یہ عبدالملک بن مروان کے چوتھے نامور بیٹے تھے۔ یزید بن عبدالملک نے جب وفات پائی تو ہشام سرکاری امور انجام دینے کے سلسلے میں حمص میں مقیم تھے چنانچہ یزید بن عبدالملک کی وفات ہوتے ہی شاہی قاصد نے حمص پہنچ کر یزید کے انتقال سے آگاہ کیا اور بطور علامت یزید کا عصا اور انگوٹھی ہشام کی خدمت میں پیش کی۔ ہشام نے انگوٹھی پہن لی اور عصا ہاتھ میں لے لیا اس کے بعد وہ حمص سے دمشق آئے اور مسلمانوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حضرت امیر معاویہؓ اور عبدالملک کے بعد ہشام تیسرے خلیفہ ہیں جنہوں نے تقریباً بیس سال حکومت کی یہ خلیفہ خاندان بنوامیہ میں بہت بڑے مدبر اور حوصلہ مند تسلیم کیے گئے جہانبانی اور حکمرانی کی جملہ خوبیاں ہشام میں موجود تھیں اور ولید بن عبدالملک کے بعد ہشام ہی وہ خلیفہ تھے جن کے عہد میں مسلمانوں کو اہم فتوحات حاصل ہوئیں اور گزشتہ ایام میں جو مایوسیاں مسلمانوں میں پیدا ہو چکی تھیں بہت بڑی حد تک ختم ہو گئیں اور تاریخ میں بیرونی مہمات اور اندرونی انقلابات کی وجہ سے ہشام بن عبدالملک نے نمایاں جگہ حاصل کر لی۔ ہشام کے مزاج میں نرمی اور خاصی سوجھ بوجھ تھی اور وہ حالات کو سمجھنے میں گہری نظر کے مالک تھے۔ دور انحطاط میں یہ ہشام ہی کا کام تھا کہ انہوں نے مشکلات پر قابو پانے کے بعد قصر خلافت کو منہدم ہونے سے بچا لیا۔

ترکستان میں بغاوت کا خاتمہ

روسی ترکستان کے امراء اور قبائل بڑے سرکش اور شہرہ پشت تھے اور ان کا یہ دستور سا بن گیا تھا کہ وہ تھوڑے عرصہ کے بعد بغاوتیں کھڑی کرتے رہا کرتے تھے چنانچہ یزید بن عبدالملک کے زمانہ خلافت میں مصر و عراق سے ترکستان تک بغاوتوں کا سلسلہ پھیل گیا تھا جسے مسلمہ بن عبدالملک اور اس کے نائبوں اور فوجی سرداروں نے بڑی جرأت اور ہمت سے دبایا اور ختم کیا اسی طرح ہشام بن عبدالملک نے جیسے ہی حکومت سنبھالی کابل و ترکستان سے لے کر ارمنستان تک بغاوت کی آگ بھڑک

Marfat.com

اٹھی جس کو دبانے کے لئے مسلمانوں کو مسلسل جانفشانی سے کام کرنا پڑا اور اچھی خاصی قربانیاں دینا پڑیں اس عظیم بغاوت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ سلسلہ بغاوت ۱۰۶ھ میں شروع ہوا تھا اور ۱۱۹ھ تک برابر چلتا رہا گویا ۱۳ سال متواتر مسلمانوں کو ترکستان اور اس کے اطراف کے باغی علاقوں میں انتہائی سرفروشی سے باغیوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔

ترکستان اور اس کے اطراف میں بہت سے قبائل آزاد تھے اور متعدد باجگذار ریاستیں بھی تھیں اور ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی تھی کہ اسلامی حکومت ذرا بھی کمزور ہو اور ہم غلامی کا جوا سر سے اتار پھینکیں چنانچہ اس خیال کے تحت وہ بغاوت کرتے رہے اور مسلمانوں سے ان کے مقابلے بہت سے مقامات پر ہوئے اور بہت سے مسلمانوں کو جانی نقصان اٹھانا پڑا آخر زبردست فوجی مہم اور محنت کے بعد مسلمانوں نے غور کو فتح کرلیا اور ماوراالنہر کے شورش پسندوں کو ختم کر کے اچھی طرح دبا دیا۔ طخارستان پر فوج کشی کی اور وہاں امن قائم کر کے سمرقند کا رخ کیا ساتھ ہی بخارا میں معرکہ آرائی شروع ہوگئی اور بڑی زبردست خونریزی کے بعد مسلمان ان علاقوں پر قابض اور متصرف ہوگئے اس کے بعد ہی چاچ اور فرغانہ کی طرف بڑھے اور ان دونوں مقامات کے باغی حاکموں کو اطاعت کرنے اور ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا۔ ۱۱۹ھ میں ترکستان اور اطراف کے تمام باغی علاقوں نے اسلامی حکومت سے شکست کھا کر اطاعت قبول کرلی۔

ترکستانی علاقوں میں بغاوت کی ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ ہشام نے خراسان میں اشرس بن عبداللہ کو عامل مقرر کیا تھا، اشرس نے غیر مسلموں کو اسلام کی طرف بلانے کی بڑی کوشش کی اور وہ اس میں کامیاب بھی ہوئے مگر نومسلموں کی تعداد بڑھ جانے سے حکومت کو جو جزیہ وصول ہوتا تھا اس میں کمی آگئی اور اشرس کو دوسرے لوگوں سے جزیہ وغیرہ اور چند قسم کے ٹیکس وصول کرنے پڑے جس کی وجہ سے فساد اٹھ کھڑا ہوا اور یہ لوگ ترکوں سے مل گئے اور پھر مسلمانوں سے کئی مقامات پر معرکہ آرائیاں ہوئیں مگر بغاوت کی یہ وجہ صحیح نہیں ہے بلکہ اس کی بنیادی وجہ اسلامی حکومت سے بغض وعناد پر مبنی ہے ورنہ بار بار فساد اٹھنے کی کیا وجہ ہوسکتی ہے۔

بعض مورخین نے بیان کیا ہے کہ ۱۲۰ھ میں ہشام نے مشہور مدبر نصر بن سیا کو خراسان کا گورنر مقرر کیا اور انہوں نے عنان حکومت ہاتھ میں لینے کے بعد بڑی حکمت عملی سے رعایا کو مسخر کرلیا، عدل وانصاف پر زیادہ توجہ دی، نومسلموں کے ساتھ بے حد مراعات کیں تعمیری کاموں کی طرف پوری توجہ دیتے ہوئے لگان وصول کرنے کے سلسلہ میں عرب اور غیر عرب کے امتیازات ختم کر دیئے اور ان کی

Marfat.com

اس دانشمندی سے ملک میں ہر طرف امن وامان کا دور دورہ ہوگیا۔

ہشام کے عہد حکومت میں دوسرا محاذ جنگ آرمینیا اور آذربائیجان کا علاقہ تھا اس علاقہ میں آٹھ سال مسلسل جنگ کا سلسلہ جاری رہا ترکی فوجوں نے متحد ہوکر خاقان کے لڑکے کی سپہ سالاری میں بہت سی جنگیں لڑیں مگران کی بے پناہ قوت اور جنگ کے باوجود مسلمانوں کے حوصلے کم نہیں ہوئے اور دشمن کو مکمل شکست دینے کے بعد خرز اوراس کے قرب وجوار میں تمام ریاستیں جوارمنستان سے طبرستان تک پھیلی ہوئی تھیں مسلمانوں کے قبضہ میں آگئیں ایشیائے کوچک میں بھی بہت سے معرکے ہوئے اور قنیہ، سنج، قیساریہ، خرشنہ اور مطمورہ وغیرہ متعدد شہر اور مقامات مسلمانوں کے قبضہ میں آگئے روسی ترکستان میں بغاوت کو دبانے اور اسلامی حکومت کو مضبوط کرنے کے سلسلہ میں جن فوجی افسران نے ہشام کی ہدایات کے مطابق نمایاں کامیابی حاصل کی ان میں بہت سے لوگوں کے نام ملتے ہیں مسلم بن سعید، خالد بن عبداللہ، اسد بن عبداللہ، عبدالرحمٰن بن نعیم نصر بن سیارا، مسلم بن احور، اشرس بن عبداللہ، ابوالصید اصالم بن ظریف، ربیع بن عمران تمیمی اور جنید بن عبدالرحمٰن کے نام زیادہ مشہور ہیں۔

سندھ کی دوبارہ فتح

محمد بن قاسم نے سندھ میں اسلامی حکومت قائم کی تھی اور ان کے واپس جانے کے بعد اسلامی حکومت کی طرف سے متعدد گورنر سندھ میں آتے رہے مگران کا وہ اثر نہیں رہا تھا جو محمد بن قاسم نے پیدا کیا تھا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے زمانے میں سندھ میں جو تبلیغی کوششیں کی تھیں ان کی وجہ سے سندھ کے راجہ جے سیا اور بہت سے دوسرے امرائے سندھ نے اسلام قبول کرلیا تھا مگر حضرت عمرؒ کی وفات کے بعد کچھ عیش پسند عمال کی غفلت سے راجہ نے اسلام سے منہ موڑ لیا اور مرتد ہوگیا اس کے ساتھ سندھی امراء نے بھی اسلام کو چھوڑ کر اپنا قدیم مذہب اختیار کرلیا۔

ہشام بن عبدالملک نے حکومت ہاتھ میں لے کر سندھ کی طرف بھی توجہ کی اور جنید بن عبدالرحمٰن نے اسلامی حکومت کو سندھ میں خوب مضبوط کیا جے سیہ جو مرتد ہوگیا تھا پوری قوت سے اٹھ کھڑا ہوا۔ دریائے سندھ کے کنارے سندھیوں اور مسلمانوں میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی جے سیہ مارا گیا اور اس کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی اور اسلامی فوج بڑی بہادری سے پورے سندھ میں پھیل گئی اور کئی باغی علاقوں پر قبضہ کرلیا باغی راجاؤں، امیروں اور رئیسوں نے دوبارہ اطاعت قبول کرلی۔ جنید نے ۴ سال سندھ کو اپنے ہاتھ میں رکھا اور سندھ کے نظم ونسق کو بھی اچھی طرح سنوارا اور

Marfat.com

مشہور شہر منصورہ آباد کیا جو آگے چل کر سندھ کا مشہور شہر بن گیا البتہ جنید کا جانشین تمیم سندھ کی ترقی کے لئے مفید ثابت نہیں ہوا مگر حکم بن عوانہ نے نہ صرف باغیوں کو دبایا بلکہ محفوظ اور مقصورہ دو شہر بھی بسائے اور پورے سندھ میں امن وامان قائم کر دیا۔

فرانس میں جدید فتوحات

ولید کے زمانہ حکومت میں اسلامی فوجوں نے جنوبی فرانس کے ایک بہت بڑے علاقہ کو فتح کر کے اس پر قبضہ کر لیا تھا اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور میں بھی مسلمانوں نے فرانس میں پیش قدمی کی اور ایک تہائی علاقہ پر قابض اور متصرف ہو گئے اور جب ہشام ابن عبدالملک نے تخت خلافت پر قدم رکھا تو فرانس میں جدید فتوحات کے خیال سے عمال حکومت کو توجہ دلائی چنانچہ امیر عنبسہ والی اندلس نے ۱۰۷ھ میں اسلامی فوجوں کو آگے بڑھایا اور قرقشوشہ اور سیٹی مابنا کے علاقوں کو ختم کر کے اور دریائے رون کی وادی سے گزر کر لیانس، برگنڈی اور اوٹن کو اپنے قبضہ میں لے لیا اسی دوران میں فرانس کے ایک دہقانی فوجی دستہ سے امیر عنبسہ کی جھڑپ ہوگئی دہقانیوں نے جان کی بازی لگا کر ایسا مقابلہ کیا کہ عنبسہ کو بہت سے زخم آئے اور پھر اسی صدمہ سے جاں بحق ہو گئے۔ اس کے بعد امیر عبدالرحمٰن غافقی نے ۱۱۳ھ میں پہلے اندلس کی حکومت کو مضبوط کیا اور پھر فرانس کی طرف قدم بڑھا دیا مگر یہ قدم ابھی پورے طور پر اٹھنے نہ پایا تھا کہ اندلس اور فرانس کے درمیانی علاقہ کے صوبیدار امیر عثمان بن ابی نعسہ نے بغاوت کر دی یہ عثمان کسی زمانہ میں اندلس کا گورنر بھی رہ چکا تھا اور معزول ہونے کی وجہ سے دلبرداشتہ رہتا تھا۔ اس کے علاوہ چونکہ بربری تھا عربوں سے تعصب رکھتا تھا چنانچہ عربوں سے عداوت کی بناء پر یہ عثمان فرانس کی ایک ریاست اکیوٹین کے حاکم سے مل گیا اس کی لڑکی سے شادی کر لی اور اسلامی حکومت کے خلاف اعلانیہ بغاوت کرادی۔ امیر عبدالرحمٰن نے عثمان اور اکیوٹین سے زبردست مقابلہ کیا اور دونوں کو شکست دے کر اتنا آگے بڑھا کہ وادی گاران سے گزر کر بورڈو کی بندرگاہ پر قبضہ کر لیا اور اس کے بعد لیانس، بساتکن، سینس اور پوئٹرز جیسے مشہور شہر فتح کر کے اسلامی حکومت میں شامل کر لئے۔

اسلامی فوجوں کے اس سیل رواں کو دیکھ کر عیسائیوں کے طوطے ہرن ہو گئے اسی زمانہ میں فرانس کے بادشاہ چارلس مارٹل نے جرمنی کو شکست دے کر اپنی قوت کو بہت زیادہ بڑھا لیا اور پھر مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کے لئے آس پاس کی تمام ریاستوں سے فوجوں کو اکٹھا کر کے بہت بڑا لشکر تیار کر لیا۔

Marfat.com

اکیوٹین کا حاکم اگرچہ چارلس کا حریف تھا مگر اب وہ آپس کی رقابت ختم کر کے مسلمانوں کے خلاف متحد ہو گئے تھے۔ کیونکہ ان کو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ اگر مسلمان اسی طرح آگے بڑھتے رہے تو تمام یورپ پر قابض ہونے میں ان کو کوئی چیز نہ روک سکے گی چنانچہ رمضان ۱۱۶ھ میں مسلمانوں اور عیسائیوں سے مقام ٹو اس کے قریب زبردست معرکہ آرائی ہوئی اور ایسی شدید جنگ لڑی کہ مسلمان سپہ سالاروں نے میدان جیتنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا چارلس جو ماہر جنگ ہونے کے علاوہ اپنے عقب میں بڑی قوت لئے ہوئے اپنے علاقوں کو مسلمانوں کے ہاتھ سے بچانے کے لئے اس طرح لڑا کہ شکست کا خیال ہی دل سے نکال دیا۔ اسی عرصہ میں جبکہ عیسائی فوجیں مسلمانوں سے گتھی ہوئی تھیں کسی نے یہ افواہ پھیلا دی کہ عربی اسلامی فوجوں کے کیمپ عیسائی فوجوں نے گھیر لئے ہیں اور ان کا بچنا مشکل ہو گیا ہے اس خبر نے فوجیوں کو بدحواس کر دیا اور وہ میدان جنگ چھوڑ کر کیمپوں کی طرف بھاگنے لگے۔

عبدالرحمٰن نے ہر چند روکنے کی کوشش کی اور کہا کہ کیمپوں کی فکر مت کرو بلکہ میدان میں جمے رہو فتح کے بعد مال دولت کی کوئی کمی نہ رہے گی مگر ایک نے بھی عبدالرحمٰن کی نہیں سنی اور کیمپوں کی طرف دیوانوں کی طرح دوڑنے لگے۔ دشمن تاک میں لگے ہوئے تھے اور یہ افواہ ہی اس غرض کے لئے پھیلائی تھی چنانچہ مسلمانوں کا رخ پھرتے ہی عیسائیوں نے اس زور سے حملہ کیا کہ عبدالرحمٰن لڑتے لڑتے شہید ہو گئے اور مسلمانوں کو شکست ہو گئی۔ چارلس نے پورے علاقہ کو مسلمانوں سے نکال کر اپنے قبضہ میں کر لیا اور اتنا مضبوط انتظام کیا کہ مسلمانوں کے لئے دوبارہ فرانس کی طرف نظر اٹھانا مشکل ہو گیا۔

مورخین نے ٹورس کے میدان کو عربوں کے لئے بلاد الشہداء کہا ہے اور یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ٹورس ایسا مقام تھا جہاں دنیا بھر کی حکومت مسلمانوں کے ہاتھوں میں آتے آتے رہ گئی۔ بڑے بڑے نامور جانباز اور مرد میدان جام شہادت پی کر سو گئے۔

ہشام بن عبدالملک کو مسلمانوں کی اس شکست سے سخت صدمہ پہنچا اور انہوں نے عبدالملک بن قطن کو ہسپانیہ کا گورنر مقرر کر کے روانہ کیا اور کہا کہ ہر ممکن طرح اسلامی وقار کو بحال کرنے کی کوشش کرو۔ چنانچہ عبدالملک بن قطن نے سب سے پہلے شمالی ہسپانیہ کی بغاوت کو ٹھنڈا کیا اور پھر سنیگوٹوک میں داخل ہو کر عربوں میں جو اضمحلال پیدا ہو گیا تھا اسے دور کر کے ان کو مضبوط اور منظم کیا اور اس کے بعد ناربون کے نائب گورنر یوسف نے اپنے دوست حاکم مارسلیز کی مدد سے جو مسلمانوں کا خیر خواہ تھا اوگنون پر چڑھائی کر دی۔ فرانسیسی فوجیں بھی میدان میں آئیں مگر ٹھہر نہیں سکیں اور مسلمانوں نے

Marfat.com

اوگنون فتح کرلیا۔ عبدالملک بن قطن نے کچھ عرصہ اسلامی فتوحات کو تقویت پہنچائی مگر اس کے مزاج کے تشدد کی بنا پر ہشام نے اسے معزول کر دیا اور اس کی جگہ عقبہ کو ۱۳۴ء میں اسپین کا گورنر بنا دیا۔ عقبہ نے پانچ سال حکومت کی اور فرانس پر کئی حملے کئے اور اسلامی پرچم کو کافی بلند کرتا چلا گیا یہاں تک کہ لینگڈوک سے لے کر دریائے سون تک بہت سے مقامات پر چھاؤنیاں قائم کر دیں کئی رباط تعمیر کرائے اور ناربون میں ایک قلعہ تعمیر کرایا مشرق میں پیدمونٹ ایک سال پہلے ہی فتح ہو چکا تھا، اب ڈنی میں داخل ہو کر کئی دوسرے شہروں پر قبضہ کر لیا اور اس کے بعد برگنڈی سے گزر کر اسلامی فوجوں کو فرانس کے دارالسلطنت کے قریب جمع کر دیا۔

چارلس نے جب یہ صورتحال دیکھی تو شاہ لمبارڈی سے مدد مانگی اور ساتھ ہی اپنے بھائی کو مشرقی فرانس سے فوجوں کے جمع کرنے کا حکم دیا اور جب ایک بڑا لشکر جمع کر لیا تو چاروں طرف سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور بڑی جلدی اوگنون پر قبضہ کر لیا ناربون کو محاصرہ میں لے لیا۔ مسلمانوں نے زبردست مقابلہ کیا آخر ناربون سے چارلس کو محاصرہ اٹھانا پڑا مگر اس کے بعد بھی اس نے عربوں کو آگے بڑھنے سے روکنے کے لئے کئی خوبصورت شہروں کو تباہ کر دیا اسی عرصہ میں افریقہ میں شورش اٹھ کھڑی ہوئی۔ بربریوں اور عربوں میں چل پڑی۔ عبدالملک بن قطن نے انتقاماً عقبہ کو ہلاک کر دیا اور خود بھی بلج کے ہاتھوں مارا گیا۔ شامی عربوں نے ثعلبہ بن سلامہ کو گورنر چن لیا مگر خانہ جنگی پھر بھی چلتی رہی اور مسلمانوں کو فرانس پر کچھ زیادہ کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

قیساریہ سوڈان اور افریقہ

ہشام بن عبدالملک کے زمانے میں قیصر روم نے بھی سر اٹھایا اور چپکے ہی چپکے قیساریہ پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا چونکہ اسلامی فوج مختصر تھی اس لئے اس کو حملہ کرنے اور قبضہ جمانے میں کوئی دیر نہیں لگی اور اس کے بعد جب ہشام کو اس واقعہ کی خبر لگی تو ہشام نے اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک کو قیصر کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا مسلمہ نے اسلامی فوج کے ساتھ اتنا زبردست حملہ کیا کہ قیصر کی فوجوں کو مورچے سنبھالنا مشکل ہو گئے بڑی خوفناک جنگ ہوئی اور مسلمانوں نے ایسی بہادری سے جنگ کی کہ قیصر کی فوجیں میدان چھوڑ کر فرار ہو گئیں اور قیساریہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔ سوڈان کے بعض علاقے مسلمان پہلے ہی فتح کر چکے تھے۔ ہشام بن عبدالملک کے زمانہ میں اسلامی فوجوں نے مزید فتوحات کی طرف توجہ کی اور ۱۱۹ھ میں کئی اہم شہروں کو مسلمانوں نے فتح کر کے اسلامی حکومت میں

Marfat.com

شامل کرلیا۔

قیساریہ اور سوڈان کے کئی علاقوں پر مسلمانوں کے قبضہ نے افریقہ میں بربریوں کو بھی بہت مشتعل کیا اور جب سوس، اقصیٰ، سوڈان اور صقلیہ مسلمانوں کے قبضہ اختیار میں آ گئے تو تھوڑے ہی دن بعد پورے اسلامی افریقہ میں بربریوں نے آگ لگا دی اور بربریوں اور عربوں کی قدیم مناقشت نے بہت بڑی بغاوت اور جنگ کی صورت اختیار کر لی اس کے ساتھ ہی ایک پریشان کن صورت یہ بھی پیدا ہوئی کہ افریقہ میں جو خارجی تھے انہوں نے بھی اموی حکومت سے بدلہ لینے کے لئے بربریوں کا ساتھ دیا اور پھر خارجی اور بربری گٹھ جوڑ کے بعد ایک نیا فرقہ پیدا ہوا جس نے سفیری کے نام سے شہرت حاصل کی تشدد میں اتنے بڑھے کہ بہت سی پچھلی مثالیں ٹھنڈی پڑ گئیں۔ایک بات یہ بھی ہوئی کہ والی طنجہ کا سلوک بھی اچھا نہیں تھا وہ بربریوں سے خمس وغیرہ سختی سے وصول کیا کرتا تھا لہذا وہ بھی باغیوں سے مل گئے۔

ایک خارجی جس کا نام میسرہ تھا اس نے سب کی رہنمائی کی اور طنجہ پر دھاوا بول دیا یہ ایسا وقت تھا کہ افریقہ کی اکثر اسلامی فوجیں دوسرے محاذوں پر گئی ہوئی تھیں عربوں نے مقابلہ کیا مگر اپنی تعداد کم ہونے کی وجہ سے شکست کھا گئے اور باغیوں نے طنجہ پر قبضہ کر لیا تھوڑی بہت اسلامی فوج ادھر سے ادھر بھی آئی مگر اسے بھی شکست ہوگئی اور بہت سے نامور لوگ اس جنگ میں کام آئے عربوں کی اس شکست نے اسپین میں بھی مخالفین کے حوصلے بلند کر دیئے اور وہاں بھی بربریوں نے بغاوت برپا کر دی۔

ہشام بن عبدالملک نے جب یہ حالات سنے تو ابن الحجاب کی جگہ کلثوم بن عیاض کو افریقہ کا گورنر مقرر کیا اور ساتھ ہی تیس ہزار فوج بھی اس کی امداد کے لئے روانہ کی۔کلثوم نے راستہ سے بھی بہت سی فوج اپنے ساتھ اکٹھی کر لی اور سب کو لئے ہوئے وہ قیروان پہنچا اور وہاں سے طنجہ کی طرف روانہ ہو گیا بربری بھی غافل نہیں تھے اور انہوں نے بھی بہت بڑی طاقت جمع کر لی تھی۔ بقدورہ کے مقام پر دونوں فوجوں کی ٹکر ہوئی اور ایسی زبردست جنگ ہوئی کہ لاشوں کے ڈھیر لگ گئے مگر نتیجہ اچھا نہیں رہا عربوں کو شکست ہوگئی والی افریقہ کلثوم اور بہت سے بہادر مارے گئے اسلامی فوجوں کو منتشر ہو جانا پڑا۔

کلثوم کے مارے جانے اور مسلمانوں کی شکست نے ہشام بن عبدالملک کو غضب ناک کر دیا اور انہوں نے بربریوں کو زیر کرنے کی قسم کھالی اور فوراً حنظلہ بن صفوان کو افریقہ کا گورنر بنا کر بھیجا حنظلہ ابھی قیروان میں پہنچے تھے کہ بربریوں نے آگے بڑھ کر قیروان کا محاصرہ کر لیا اور اسلامی فوجیں محصور ہو کر رہ

Marfat.com

گئیں حنظلہ بڑا مرد میدان اور سمجھدار حاکم تھا اور موقع محل کو اچھی طرح سمجھتا تھا اس نے جب یہ کیفیت دیکھی تو اسلامی فوجوں میں اپنی آتش بیانی سے آگ لگا دی یہاں تک کہ قیروان کے باشندوں میں عورتیں بھی کفن بردوش میدان میں کود پڑیں اور شہر کی حفاظت اپنے ذمہ میں لے لی اس کے بعد اسلامی فوجیں آگے بڑھیں اور دشمن کے محاصرہ کو توڑتی ہوئی ایسی سرفروشی سے لڑیں کہ بربریوں کے حوصلے پست ہو گئے اور انہوں نے میدان چھوڑ کر بھاگنا شروع کر دیا مسلمانوں نے ان کا اس طرح صفایا کیا کہ دو لاکھ بربری مارے گئے اور ان کی باغیانہ سرگرمیوں کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔ مسلمانوں نے اس عظیم کامیابی کے بعد مسجدوں میں حاضری دی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی عظیم مہربانی کا شکریہ ادا کیا۔ حنظلہ نے تمام مفتوحہ علاقہ کو ہاتھ میں لے کر از سر نو اس کے نظم و نسخ کو منظم کیا۔

زید بن علی کا خروج

حادثہ کربلا کے بعد اہل بیت کرام، کربلا میں جو کچھ ہو چکا تھا اس کی نوعیت کو اچھی طرح سمجھ گئے تھے اور وہ یہ بھی جان گئے تھے کہ نام نہاد محبوں نے ہمارے آباؤ اجداد کو اسلام دشمنی اور ذاتی مفاد کے لئے کس قدر دھوکے دیئے اور کتنوں کو ان کے دھوکے میں آکر جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ یہی وجہ تھی کہ امام زین العابدینؒ نے حادثہ کربلا کے بعد جھوٹے چاہنے والوں کو کبھی منہ نہ لگایا اور انہوں نے جب بھی اپنی حمایت کا یقین دلایا اور حکومت بنی امیہ کے خلاف ابھارا تو ان کو امام زین العابدین نے دھتکار دیا مگر ساٹھ برس کے بعد کوفیوں نے ہشام بن عبدالملک کے عہد میں پھر شرارت کی اور امام زین العابدینؒ کے صاحبزادے زید بن علی کو اپنا ہم خیال بنالیا اور ایک مرتبہ پھر اپنی عیاری غداری اور اسلام دشمنی کی یاد تازہ کر دی اور عاشقان اہل بیت کا مصنوعی چولہ بدل کر حضرت زید کے گرد جمع ہو گئے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

ہشام بن عبدالملک کو جب ان حالات کا علم ہوا تو اس نے عراق کے گورنر یوسف بن ثقفی کو لکھا کہ شرارت پسندوں کا سختی سے مقابلہ کیا جائے اور اس تحریک کا اچھی طرح جائزہ لیا جائے اور مکمل خاتمہ کیا جائے یوسف نے اس حکم کے ملنے کے بعد جب حالات کا جائزہ لیا تو پتہ چلا کہ پندرہ ہزار کوفی حضرت زید کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں اور وہ حضرت زید کے آخر دم تک ثابت قدم رہ کر ہشام کی حکومت کا تختہ الٹنے کا یقین دلا چکے ہیں چنانچہ یوسف بن عمر ثقفی نے پہلے اس بات کی کوشش کی کہ حضرت زید کوفیوں کے اس فریب کو سمجھ جائیں اور ان کی جھوٹی حمایت کو ٹھکرا کر الگ ہو جائیں مگر افسوس

Marfat.com

وہ آخر دم تک کوفیوں کی امداد اور حمایت پر بھروسہ کرتے رہے اور اپنے بزرگوں کی طرح ان کو بھی کوفیوں کے دھوکہ کا نشانہ بننا پڑا بہت سے لوگ جو گزشتہ حالات کو جانتے تھے اور جن کے سامنے کوفیوں کی وہ دھوکہ بازیاں تھیں جو مسلم بن عقیلؓ اور حضرت امام حسینؓ کے ساتھ کی گئیں تھیں انہوں نے بھی کوشش کی کہ حضرت زید اس فریب سے واقف ہو جائیں اور ایک بزرگ زادہ کی حیثیت سے مسلمانوں کی مذہبی رہنمائی کرتے رہیں مگر کسی مشورہ اور نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوا آخر یوسف بن عمر ثقفی نے مجبور ہو کر فوج کو مقابلہ کا حکم دیا مگر وہی ہوا جو اس سے پہلے کوفیوں کی طرف سے ظہور میں آ چکا تھا پندرہ ہزار کوفی حضرت زید کی حمایت میں مقابلہ پر اتر آئے لڑنے کے لئے انہیں بلکہ اپنی قدیم عادت کا ایک مرتبہ پھر مظاہرہ کرنے کے لئے۔

یوسف بن عمر کی فوجیں اپنے سپہ سالار کا حکم پاتے ہی آگے بڑھیں اور اس زور سے حملہ کیا کہ پہلے ہی حملہ میں کوفی حضرت زید کا ساتھ چھوڑ کر فرار ہو گئے اور پندرہ ہزار جھوٹے جانثاروں میں صرف دو سو آدمی حضرت زید کے گرد رہ گئے اور ان میں بھی کچھ مارے گئے اور کچھ نے بھاگنے پر کمر باندھ لی اور جان بچائی حضرت زید کی غیرت نے گوارہ نہیں کیا کہ وہ میدان سے منہ موڑیں کچھ دیر لڑتے رہے اور پھر کوفہ کی گلیوں میں جا کر لوگوں کے گھروں پر آواز دی اور ان کو بیعت کے الفاظ یاد دلائے اور بار بار اپنی حمایت کے لئے بلایا مگر کسی کے کان پر جوں نہیں رینگی۔ اسی حالت میں جبکہ یوسف کی فوج تعاقب کر رہی تھی اور کوفہ کی گلیوں میں ڈھونڈتی پھر رہی تھی ایک تیر حضرت زید کی پیشانی پر لگا اور وہ کوفہ کی ایک گلی میں اپنے مددگاروں کو پکارتے پکارتے جاں بحق ہو گئے۔

چند ساتھیوں نے کوشش کی کہ حضرت زید کی لاش کو سپرد خاک کر دیا جائے مگر یوسف بن عمر ثقفی نے لاش کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ سر کاٹ کر دمشق بھیج دیا اور دھڑ کو دفن کرا دیا۔ حضرت زید کے ساتھ ان کے فرزند یحییٰ بن زید بھی تھے اور جب انہوں نے یہ صورت دیکھی تو بھاگ کر روپوش ہو گئے اور بہت دن تک نینوا اور خراسان کی وادیوں میں خود کو لوگوں کی نظروں سے بچاتے رہے۔

کوفیوں کی دھوکہ بازی کے سلسلے میں بعض مورخین یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ عین لڑائی کے وقت کوفیوں نے جو خود کو شیعان علی بھی کہتے تھے حضرت زید سے کہا کہ آپ ہم کو یہ بتائیے کہ آپ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم کو کیسا جانتے ہیں کیونکہ ہم نے سنا ہے کہ آپ ان کو برا نہیں جانتے ہیں؟ حضرت زید نے جواب دیا میں نے اپنے خاندان میں کسی شخص کو ان حضرات کی شان میں کوئی ناشائستہ لفظ کہتے کبھی نہیں سنا ہے اور میں بھی ان کے متعلق کوئی لفظ نہیں کہہ سکتا ہوں بلکہ

Marfat.com

ہم اہل بیت کا ہمیشہ یہ عقیدہ رہا ہے کہ وہ خلافت کے زیادہ حق دار تھے۔کوفیوں نے جواب دیا کہ جب وہ خلافت کے حقدار تھے اور آپ ان حقداروں کو لائق احترام بھی سمجھتے ہیں تو پھر اگر حضرت امیر معاویہؓ کی اولاد اور خاندان نے حکومت اپنے ہاتھ میں لے رکھی ہے تو اس میں کیا برائی ہے لہذا ہم آپ کے اس عقیدہ سے اتفاق نہیں کرتے ہیں بیعت فسخ کرتے ہیں اور آپ کا ساتھ چھوڑتے ہیں یہ کہہ کر کوفی چل دیئے اور حضرت زید نے بلند آواز سے کہا''رفضمتونی رفضکم اللہ''جس طرح تم مجھے چھوڑ کر چل دیئے ہو اللہ تعالیٰ تم کو بھی چھوڑ دے اسی دن سے رافضی کا لفظ لوگوں کی زبان پر آنے لگا جو آج تک بولا جاتا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے متعلق کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ حضرت زید کے حامی تھے مگر یہ غلط ہے البتہ ان کو اہل بیت سے قلبی اُنس تھا چنانچہ اسی اُنس کی بنا پر آپ نے حضرت کو سمجھایا کہ وہ کوفیوں کی باتوں پر بھروسہ نہ کریں اور کسی تحریک کی سربراہی اختیار نہ کریں مگر حضرت نے ان کی بات نہیں مانی اور وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا حضرت زید کے ساتھ کوفیوں کی غداری کا یہ واقعہ ۱۳۲ھ میں رونما ہوا۔

Marfat.com

بنوعباس کے اقتدار کا آغاز

بنوعباس کے اقتدار کا سلسلہ اگرچہ بنی امیہ کے آخری خلیفہ مروان الحمار کے بعد ۱۳۲ھ میں شروع ہوا مگر اس تحریک کی بنیادیں ہشام بن عبدالملک کے دور ہی میں مضبوط ہو چکی تھیں البتہ یہ تحریک میدان میں نہیں آئی تھی بلکہ اندر ہی اندر منظم ہو رہی تھی اور ہشام بن عبدالملک کے دور حکومت کے آخری ایام میں اس قابل ہو گئی تھی کہ کھل کر اپنے اقتدار کے لئے جدوجہد کر سکے۔

بنوامیہ کی حکومت کے ختم ہونے اور بنوعباس کے ہاتھ میں اقتدار کے آنے کے سلسلہ میں مورخین نے جو واقعات تحریر کئے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ علویوں میں محمد بن حنفیہؒ اور ان کی اولاد بھی حکومت کی خواہاں تھی مگر وہ عباسیوں کی طرح نہ تو سوجھ بوجھ رکھتے تھے اور نہ ہی ان کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ وہ حصول حکومت کے لئے کوئی تحریک چلا سکیں۔ شیعان کوفہ نے ان کو بھی اہل بیت کی طرح اپنے اشاروں پر چلانا چاہا مگر محمد بن حنفیہؒ چونکہ ان کی دھوکہ بازیوں کو دیکھ چکے تھے جو انہوں نے حضرت علیؓ، امام حسنؓ اور امام حسینؓ کے ساتھ کی تھیں، اس لئے ان سے دور دور رہے۔ البتہ عبداللہ ابن عباسؓ کی اولاد میں یہ قابلیت موجود تھی کہ وہ شیعان کوفہ کی امداد کے بغیر اپنی حکومت کے قیام کے لئے منظم طور پر کوئی تحریک چلا سکیں۔

محمد بن حنفیہؒ بھی درحقیقت امام حسنؓ کی طرح امن پسند واقع ہوئے تھے اور ان کا بھی یہی حال تھا کہ اگر کسی اچھے آدمی کے ہاتھ میں حکومت آ جائے تو پھر اس کی مخالفت نہیں کرنی چاہئے یہی وجہ تھی کہ عبداللہ ابن زبیرؓ کے بعد محمد بن حنفیہؒ نے عبدالملک کی بیعت کر لی تھی اور حجاج کی معرفت عبدالملک کو جو خط لکھا تھا اس کا مضمون یہ تھا۔

''محمد بن علی کی طرف سے اللہ کے بندے عبدالملک کے نام! امابعد! اس وقت جب کہ امت میں خلیفہ کے بارے میں اختلاف تھا میں الگ رہا اور اب جبکہ تمہاری خلافت پر لوگوں نے اتفاق کر لیا ہے میں بھی حجاج کے ہاتھ پر تمہاری بیعت کرتا ہوں اور یہ تحریری بیعت نامہ تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔ امید ہے کہ تمہاری طرف سے امان وایفائے عہد کا خیال رکھا جائے گا، فریب میں کوئی بھلائی نہیں ہے

Marfat.com

اور اگر تم اسے غلط سمجھتے ہو یا انکار کرتے ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کی زمین بہت وسیع ہے۔"

عبدالملک کو اس تحریر سے انتہائی خوشی ہوئی اور انہوں نے محمد بن حنفیہؓ کو جواب میں لکھا۔

"آپ میرے نزدیک لائق ستائش ہیں میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر دعویٰ کرتا ہوں کہ آپ کے احترام کو ہمیشہ ملحوظ رکھا جائے گا آپ جہاں مناسب سمجھتے ہیں قیام کریں میں ہمیشہ آپ کی اعانت کرتا رہوں گا۔"

عبدالملک کا یہ خط حجاج نے محمد بن حنفیہؓ کی خدمت میں پیش کیا اور کہا کہ مجھے بھی آپ کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت کی گئی ہے اس کے بعد محمد بن حنفیہؓ مکہ سے مدینہ آ گئے اور تمام زندگی مدینہ میں مقیم رہے۔ صرف ایک مرتبہ ۷۸ھ میں وہ عبدالملک سے ملنے ملک شام گئے اور جلدی پھر مدینہ آ گئے اور پھر مدینہ ہی میں ۸۱ھ میں انتقال فرمایا۔

محمد بن حنفیہؓ کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے ابو ہاشم کی خواہش تھی کہ اقتدار بنی امیہ سے نکل کر علویوں کے ہاتھ میں آئے مگر باوجود خواہش کے وہ اس خیال کو عملی جامہ نہیں پہنا سکے اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ ان کے پاس مخلص کارکنوں کی کمی تھی اور دوسری سیاسی اعتبار سے بھی وہ کمزور تھے۔ وہ صرف اتنا کر سکے کہ اپنے خیالات اپنے دوستوں تک پہنچاتے رہے اس طرح انہوں نے اگرچہ اپنے ہم خیالوں کی بڑی تعداد پیدا کر لی تھی مگر عملی قدم اٹھانے سے ہمیشہ ہچکچاتے رہے بنو عباس میں محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب ایک ایسے شخص تھے جن کو قدرت نے حصول حکومت کے لئے بڑی اچھی سمجھ عطا کی تھی اور وہ فلسطین کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں مقیم بنو عباس کی حکومت کے لئے باقاعدہ کام کر رہے تھے اور قرب و جوار میں بہت سے لوگوں کو انہوں نے متعین کر رکھا تھا کہ وہ عباسیوں کے اقتدار کے لئے لوگوں کو ہموار کریں محمد بن علی کے مبلغین نے بڑا کام کیا اور بہت سے لوگوں کو بنو عباس کا ہم خیال بنا کر عباسی حکومت کے قیام کی اس تحریک کو تقویت پہنچائی اسی زمانہ میں جب کہ محمد بن علی عباسیوں کے اقتدار کے لئے فلسطین کے ایک گاؤں حمیمہ میں مقیم تھے۔ ابو ہاشم سلیمان بن عبدالملک سے ملنے دمشق گئے اور واپسی میں وہ حمیمہ آئے تاکہ محمد بن علی سے ملیں اور ان کی تحریک کا جائزہ لیں مگر اتفاقاً آتے ہی بیمار ہو گئے اور جب حالت زیادہ خراب ہوئی تو انہوں نے عبداللہ بن عباسؓ کے پوتے محمد بن علی کو وصیت کرتے ہوئے کہا "برادرم! خلافت اسلامیہ کے حصول کے لئے اپنی کوششیں جاری رکھئے، میں اپنے تمام حقوق تمہاری طرف منتقل کرتا ہوں اور اپنے محبوں کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ سب عباسیوں کے اقتدار کے لئے محمد بن علی کا ساتھ دیں اور ان کی اطاعت

Marfat.com

کریں۔ابو ہاشم اس کے بعد انتقال کر گئے اور حصول اقتدار کی یہ تحریک محمد بن علی کے ہاتھ میں آ گئی۔

ابو ہاشم کی وصیت نے عباسیوں کے ہاتھ خوب مضبوط کئے اور وہ تمام لوگ جو ابو ہاشم سے عقیدت رکھتے تھے خفیہ طور پر محمد بن علی کے ہاتھ پر آ کر بیعت کرنے لگے۔ ۱۰۰ھ میں جبکہ حضرت عمر بن عمر عبدالعزیزؒ خلیفہ تھے محمد بن علی نے اس تحریک کو آگے بڑھانے کے لئے بہت سے لوگوں کو مما لک اسلامیہ عراق حجاز، خراسان، یمن اور مصر کی طرف روانہ کیا چنانچہ میسرہ کو عراق میں ابو محمد صادق کو خراسان میں متعین کیا کہ وہ عباسیوں کی خلافت کے لئے برابر کوششیں کرتے رہیں اس کے علاوہ محمد بن علی نے بارہ نقیب مقرر کئے اور ان کو مما لک اسلامیہ میں پھیلا دیا۔ان نقیبوں کو ہر جگہ کامیابی نصیب ہوئی۔

۱۰۴ھ میں ابو محمد صادق کی کوشش سے خراسان کے چند با اثر لوگوں نے تحریک عباسیہ کو قبول کر لیا جن کو ابو محمد صادق لے کر محمد بن علی کے پاس حمیمہ آئے۔اسی زمانہ میں بکیر بن ہامان جو سندھ میں حاکم تھا کوفہ آیا اور اس کے بعد اس کی ابو محمد صادق سے ملاقات ہوگئی۔ابو محمد صادق نے اس کو اپنی تحریک کی طرف مائل کر لیا۔محمد بن علی نے بکیر کو عراق و خراساں میں تحریک عباسیہ کا مہتمم بنا دیا۔بکیر نے ابو عکرمہ، ابو محمد صادق، محمد خنیس اور عمار عبادی کو چند دوسرے لوگوں کے ساتھ خراسان میں تحریک عباسیہ کی عام دعوت کے لئے مقرر کیا مگر خراسان کے گورنر اسد قصری نے ان سب کو گرفتار کر کے قتل کرا دیا صرف عمار عبادی بچا اور بھاگ کر بکیر اور محمد بن علی کو اس واقعہ سے مطلع کیا۔اس کے بعد ۱۱۸ھ میں بکیر نے عمار بن زید کو خراسان میں متعین کیا عمار نے نام بدل کر خراش رکھا اور تحریک عباسیہ کو آگے بڑھانے کی جدوجہد شروع کی۔مگر غلطی یہ کی کہ تحریک عباسیہ میں شریک ہونے کو نماز اور روزہ سے بھی افضل بیان کیا محمد بن علی کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے عمار (خراش) کی اس حرکت کو سخت ناپسند کیا اور اس کے حق میں بددعا بھی کی۔اس کے بعد ہی اسد قصری نے اس کو گرفتار کرا کے قتل کرا دیا۔خراسان کے چند با اثر لوگ جو تحریک عباسیہ کے حامی تھے وہ محمد بن علی کے پاس آئے اور انہوں نے عمار کی ناشائستہ حرکت پر اظہار افسوس کیا اور معافی چاہی محمد بن علی نے معاف کر دیا۔

۱۲۴ھ میں عباسیہ تحریک پورے ملک میں پھیل چکی تھی اور محمد بن علی کے مقرر کردہ نقیب عراق و خراسان کے علاوہ ہر جگہ اس تحریک کو مضبوط بنانے میں مصروف ہو گئے تھے اور بہت سے با اثر لوگ در پردہ اس تحریک کے حامی بن چکے تھے۔اسی زمانہ میں محمد بن علی کا پیمانہ عمر لبریز ہو گیا اور جب وہ انتقال کرنے لگے تو اپنے تینوں بیٹوں ابراہیم، ابوالعباس اور ابو جعفر کو یکے بعد دیگرے اپنا جانشین بنا کر فوت ہو گئے۔امام ابراہیم نے اپنے والد کی وصیت کے مطابق اس تحریک کو نقطہ عروج پر پہنچایا بکیر بن

Marfat.com

ہامان نے حمیمہ سے خراسان پہنچ کر محمد بن علی کی وفات کی خبر خراسانیوں کو سنائی اور ان کی وصیت سے مطلع کیا اور کہا کہ اب تمہارے امام ابراہیم ہیں اور ان کی اطاعت ہم تم سب پر واجب ہے خراسانیوں نے امام ابراہیم کی اطاعت کا عہد کیا اور بکیر بن ہامان کے ہاتھ بہت سا مال وزر امام ابراہیم کی خدمت میں بھیجا تا کہ وہ اس تحریک کو چلانے میں خرچ کر سکیں۔ امام ابراہیم نے اپنے والد کے مقرر کردہ نقیبوں کو تازہ ہدایات روانہ کیں اور ابو مسلم خراسانی کو اس تحریک کا ناظم اعلیٰ بنا کر خراسان روانہ کیا۔

امام ابراہیم نے تحریک عباسیہ کو بڑی ہوشیاری سے چلایا اور منظم کیا۔ تمام علاقوں میں الگ الگ داعی مقرر کئے اور بڑے نظم وضبط کے ساتھ عراق، خراسان، فارس، شام وحجاز اور دوسرے ممالک اسلامیہ میں اپنی تحریک کا مضبوط جال پھیلا دیا درحقیقت امام ابراہیم کو جتنے آدمی ملے ان میں سب سے زیادہ قابل ابو مسلم خراسانی تھا جس نے تحریک عباسیہ کو چار چاند لگا دیئے اور کامیابی تک پہنچانے کے لئے تمام ذمہ داریاں اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ امام ابراہیم ابو مسلم خراسانی کی کارکردگی سے بہت متاثر ہوئے اور اسے تمام مبلغوں کا افسر اعلیٰ مقرر کیا اور سب کو ہدایات روانہ کیں کہ وہ سب ابو مسلم کی ماتحتی میں کام کریں اور اپنے کاموں کی تفصیلات واطلاعات ابو مسلم کو بھیجتے رہیں تا کہ امام ابراہیم کو ابو مسلم کے زریعہ اس تحریک کے حالات معلوم ہوتے رہیں اور ان کو الگ الگ لوگوں سے ملنے اور ان کے کاموں کو سمجھنے کی ضرورت باقی نہ رہے غرض ابو مسلم خراسانی امام ابراہیم کے ماتحت تحریک عباسیہ کا سب سے بڑا داعی بن گیا اور امام ابراہیم کا دست راست سمجھا جانے لگا۔

ابو مسلم خراسانی ایرانی نسل کا نو مسلم تھا اور بزرجمہر کی اولاد سے تھا اس کا نام ابراہیم بن عثمان بن بشار تھا یہ اصفہان میں پیدا ہوا سات برس کی عمر میں باپ نے مرتے وقت ایک شخص عیسیٰ بن موسیٰ سراج کے حوالہ کر دیا۔ عیسیٰ اپنے ساتھ کوفہ لایا اور چار جامہ کا کام سکھانے لگا۔ ابو مسلم جب جوان ہوا تو عیسیٰ نے اس کو مال کی فروخت کے لئے خراسان، موصل اور دوسرے مقامات پر روانہ کیا، جہاں ابو مسلم کو ملکی حالات اور تحریک عباسیہ کے کچھ لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوا، اس کے تھوڑے ہی دن بعد یوسف بن عمر گورنر نے عیسیٰ بن موسیٰ کو تحریک عباسی کا ایجنٹ ہونے کے شبہ میں قید کر دیا۔ ابو مسلم کو اکثر قید خانہ میں عیسیٰ سے ملنے جانے کا اتفاق ہوتا تھا اور پھر وہیں اس کی ملاقات ان لوگوں سے بھی ہوئی جو حکومت بنی امیہ کی مخالفت میں یا تحریک عباسیہ کی حمایت کے شبہ میں قید کئے گئے تھے ان لوگوں کی باتوں نے ابو مسلم پر بڑا اثر کیا اور ساتھ ہی اس کے دل میں ایرانیت کو ختم کرنے کے سلسلہ میں عربوں کے خلاف جذبہ نفرت پیدا ہوا اور وہ حکومت بنی امیہ کو دل سے برا سمجھنے لگا۔ چونکہ یہ فطری ہوشیار، بہادر اور دوراندیش تھا

Marfat.com

اس لئے بڑی جلدی قید خانہ میں بنی امیہ کے مخالفین کے دلوں میں اس کی وقعت پیدا ہوگئی اور قیدی اس کو عزت کی نظر سے دیکھنے لگے۔

اسی زمانہ میں خراسان میں تحریک عباسیہ کا ایک داعی قحطبہ بن شبیب امام ابراہیم کے پاس حمیمہ جاتے ہوئے راستہ میں ان قیدیوں سے ملا اور وہاں اسے معلوم ہوا کہ عیسیٰ کا غلام ابومسلم بہت قابل اور ہوشیار ہے قحطبہ نے ابومسلم سے ملاقات کی تو واقعی وہ اس کی ذہانت کا قائل ہوگیا اور عیسیٰ سے کہا کہ یہ اپنا خادم مجھے دے دو۔ عیسیٰ نے خوشی سے دے دیا اور قحطبہ ابومسلم کو لے کر حمیمہ آ گیا۔ امام ابراہیم نے ابومسلم کو اپنا خصوصی مشیر بنا کر اپنے پاس رکھ لیا۔

تھوڑے دن کے بعد امام ابراہیم نے ابومسلم کی شادی اپنے ایک مرید ابونجم عمران کی لڑکی سے کرادی اس عقد سے امام ابراہیم کی غرض یہ تھی کہ ابونجم کو جو حکومت بنی امیہ کو اولادعلیؓ میں لانے کا حامی تھا اس رشتہ سے شیعان علی کی حمایت بھی ابومسلم کو حاصل ہو جائے گی یہ تو امام ابراہیم کی دوراندیشیاں تھیں مگر تاریخ کا جائزہ لینے کے بعد جو حقیقت سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ ابومسلم کو شیعوں عباسیوں اور بنی امیہ کسی سے محبت نہیں تھی وہ ایرانیت کا حامی تھا بنی امیہ کی حکومت کا تختہ الٹ کر عربوں سے ایرانی حکومت کے خاتمہ کا بدلہ لینا چاہتا تھا اسے تمام عربوں سے نفرت تھی مگر بنی امیہ کا خاص طور پر دشمن تھا کیونکہ حکومت ان ہی کے ہاتھ میں تھی لہذا بنی امیہ سے انتقام لینے کی غرض سے ہی وہ تحریک عباسیہ کا رکن بنا اور سرگرمیاں شروع کردیں۔

Marfat.com

ہشام بن عبدالملک کی وفات

ہشام بن عبدالملک نے تقریباً بیس سال حکومت کی اور خناق کے مرض میں مبتلا ہو کر ۶ ربیع الثانی ۱۲۵ھ میں وفات پائی۔ انتقال کے وقت ہشام کی عمر چون برس کے قریب تھی ہشام کا بیس سالہ دور حکومت بنی امیہ کی حکومت کا کامیاب دور سمجھا جاتا ہے۔ مخالفین کو دبانے اور حکومت کو بہتر طریقہ پر چلانے میں ہشام کا نام مورخوں نے نمایاں طور پر لیا ہے وہ نہ صرف حوصلہ مند تھے بلکہ جہانبانی کی جملہ خصوصیات ان میں موجود تھیں۔ بہت سی جدید فتوحات حاصل کیں اور بہت سی مفید اصلاحات رائج کیں فوج کے محکمہ کو ترقی دی۔ عدالتوں کو بہتر اور منظم کیا کئی اجڑے علاقے آباد کئے اور جدید شہروں کی بنیاد ڈالی۔ سب سے خوبصورت شہر جو ہشام نے آباد کیا اس کا نام رصاصہ تھا جو شام میں قصرین کے قریب تھا۔ ہشام کو اس شہر سے خاص انس تھا اور وہ گرمیوں کا زمانہ اسی شہر میں گزارتے تھے ہشام نے ملکی صنعت میں ریشمی کپڑے کو خوب ترقی دی اور مذہبی و علمی کاموں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

ہشام کی خواہش تھی کہ وہ اپنے بعد اپنے بیٹے کو ولی عہد بنائیں مگر وہ کوشش کے باوجود ولید بن یزید کو معزول کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے کیونکہ یزید بن عبدالملک نے ہشام کے بعد ولید کو ہی ولی عہدی کے لئے نامزد کیا تھا ہشام کی یہ کوشش ولید پر بھی ظاہر ہو گئی مگر انہوں نے کسی انتقام کا خیال دل میں پیدا نہیں کیا البتہ عمال حکومت کو اپنا ہم خیال ضرور بنائے رکھا اور یہی وہ چیز تھی جس کی وجہ سے ہشام اپنے بیٹے کو ولی عہد بنانے میں کامیاب نہیں ہو سکے مگر اس کے باوجود ہشام کی ذات سے حکومت اسلامیہ کو بہت بڑی تقویت پہنچی۔ بنی امیہ کے خلاف جتنی تحریکیں اٹھیں اور حکومت کے لئے خطرات پیدا ہوئے ہشام نے بڑے تدبر سے ان کا مقابلہ کیا اور انتظام حکومت میں کسی قسم کا خلل نہ آنے دیا۔

اکثر مورخین کی رائے ہے کہ ہشام میں امیر معاویہؓ کا حلم اور تدبر اور عبدالملک کی سیاست اور اولوالعزمی دونوں ایک ساتھ جمع ہو گئیں تھیں بلکہ یوں سمجھنا چاہئے کہ بنی امیہ میں ان تینوں خلفاء پر سیاست و تدبر کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ ہشام کی طبیعت میں شک اور بخل دو چیزیں زیادہ پائی جاتی تھیں اور ان دونوں کی وجہ سے ان کو بعض اوقات نقصانات بھی اٹھانا پڑے شک کا حال تو یہ تھا کہ ان کو کسی شخص پر

Marfat.com

زیادہ دن بھروسہ کرنے کی نوبت نہیں آئی اور وہ بڑی جلدی جلدی اپنے اعمال اور گورنروں کو بدلتے رہتے تھے البتہ خالد بن عبداللہ قصری طویل عرصہ تک عراق کے گورنر رہے مگر پندرہ برس کے بعد ان کو بھی ہٹا دیا ان کی سادگی اور کفایت شعاری نے ان کو بخیل مشہور کر دیا تھا۔

ولید کو معزول کرنے میں ہشام کا خیال درحقیقت غلط نہیں تھا کیونکہ ولید کے مزاج میں حکومت کرنے کی صلاحیت نہیں تھی اور ہشام کو اندیشہ تھا کہ یہ اپنی کوتاہ اندیشیوں سے حکومت اسلامیہ کے لئے مضر ثابت ہوں گے چنانچہ واقعات نے آگے چل کر بتا دیا کہ ولید کی ذات حکومت بنی امیہ کے استحکام کے لئے سخت نقصان رساں ثابت ہوئی بلکہ خاتمہ کا سبب قرار پائی۔

Marfat.com

ولید بن یزید کی حکومت

ہشام بن عبدالملک کی وفات کے بعد ولید بن یزید بن عبدالملک تخت خلافت پر بیٹھے۔ ولید کی ولادت ۹۰ھ میں ہوئی تھی ولید کی ماں محمد بن یوسف کی بیٹی اور حجاج بن یوسف کی بھتیجی تھیں۔ ولید اپنے والد کی وفات کے وقت کم عمر تھے اور والد کی وصیت کے مطابق ہشام کے ولی عہد بنائے گئے تھے ولید نے حکومت سنبھالتے ہی ان لوگوں سے خوب بدلے لئے جو ان کو معزول کرنے میں ہشام کے ہم خیال تھے بہتوں کے وظائف بند کئے بہتوں کو قید میں ڈلوایا۔ سلیمان بن ہشام کو کوڑوں سے پٹوایا ان کی ڈاڑھی منڈواکر شہر میں تشہیر کرائی یزید بن ہشام اور ولید بن عبدالملک کے کئی بیٹوں کو قید خانہ میں بھجوادیا اس کے علاوہ انہوں نے مدینہ کے گورنر ہشام بن اسماعیل مخزومی کے جوان لڑکوں کو اور عراق کے گورنر خالد بن عبداللہ قصری کو پکڑوا کر اپنے مقرر کردہ عراق کے گورنر یوسف بن عمر کے حوالہ کیا اور اس نے ان سب کو خوب تکالیف پہنچائیں اور اس کے بعد مرواڈالا ہشام بن عبدا ملک کی عداوت میں بے شمار لوگوں کو ان کے ہاتھوں اذیت اٹھانا پڑی اور اس وجہ سے پوری مملکت ان کے خلاف ہوگئی۔

ولید بن یزید نے تخت حکومت پر قدم رکھنے کے بعد اپنے دونوں بیٹوں عثمان اور حکم کو اپنا ولی عہد بنایا اور لوگوں سے ان کے لئے بیعت لی، عوام اگرچہ ولید سے خوش نہیں تھے مگر ان کے ظلم سے ڈرکر بیعت کرلی اور اپنی جانوں کو مصیبت سے بچالیا۔

ولید نے نہ صرف عمال اور امرا کے ساتھ ظلم وستم کئے بلکہ عقائد واعمال کے اعتبار سے بھی انہوں نے ایسی ہی بے راہ روی اختیار کی کہ مسلمان ان کو بہت بری نظر سے دیکھنے لگے اور ان کی حکومت کے خاتمہ کا انتظار کرنے لگے۔ اگرچہ بظاہر ان کی اطاعت کرتے رہے مگر دل سے نالاں اور ناراض تھے۔

ولید کے عہد میں حکومت بنی امیہ کئی صوبوں میں منقسم تھی اور ہر صوبہ پر ایک گورنر ہوا کرتا تھا جو اپنے ماتحت علاقوں پر حاکم مقرر کرتا تھا بڑے بڑے صوبے اس نام سے موسوم تھے حجاز، عراق، جزیرہ، دارمینا، شام، مصر، افریقہ، اندلس اور خراسان وغیرہ ہر صوبہ میں کچھ ولایتیں شامل ہوا کرتی تھیں جن کا انتظام گورنر کے ذمہ ہوا کرتا تھا۔ حجاز میں مکہ، مدینہ، طائف اور یمن شامل تھے ایک آدھ مرتبہ ایسا بھی

Marfat.com

ہوا کہ ان کو الگ ایک صوبہ قرار دیا اور اس کا الگ گورنر مقرر کیا گیا۔ شام میں اردن، حمص، دمشق، قنسرین شامل تھے۔ مصر میں افریقہ شامل تھا اور کبھی الگ مستقل صوبہ بنا دیا جاتا تھا اسی طرح اندلس کو بھی کبھی الگ رکھا جاتا تھا اور کبھی مصر کے ماتحت کر دیا جاتا تھا یہی حال خراسان کا تھا کبھی عراق میں شامل کر دیا جاتا تھا اور کبھی مستقل صوبہ بنا دیا جاتا تھا ہر صوبہ کے حاکم کو پورے اختیارات ہوتے تھے البتہ افسر مال اور امیر شریعت مرکز سے مقرر ہوا کرتے تھے مگر سپہ سالاری اور نمازوں کی امامت گورنر کے ذمہ ہوا کرتی تھی۔

ولید کے زمانہ میں خراسان الگ ایک صوبہ تھا اور اس کی گورنری نصر بن سبار کو حاصل تھی ولید نے خراسان کو عراق کے ماتحت کر کے نصر بن سبار کو معزول کر دیا اور یوسف بن عمر کو عراق کا گورنر بنا دیا یہ حکم نامہ نصر کے پاس ولید اور یوسف بن عمر دونوں کی طرف سے پہنچا جس میں لکھا تھا کہ تم کو معزول کیا جاتا ہے فوراً دمشق آ کر صوبہ کا حساب پیش کرو۔ اسی زمانہ میں جبکہ نصر بن سبار کو ولید کا حکم نامہ نہیں ملا تھا خاندان سادات کے ایک بزرگ یحیٰی بن زید بن علی نے مخالفین کے بہکانے سے بغاوت کھڑی کر دی اور بہت سے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر نصر بن سبار سے مقابلہ شروع کر دیا یہ مقابلہ زیادہ دیر نہیں رہ سکا اور میدان جنگ میں یحیٰی بن زید اپنے والد کی طرح پیشانی پر ایک تیر لگنے سے وفات پا گئے۔ یہ ۱۲۵ھ کا واقعہ ہے۔

ولید کے ظلم وستم جب حد سے زیادہ بڑھ گئے تو ملک میں عام بے چینی پھیل گئی خصوصاً ولید کے وہ تمام رشتہ دار جن پر ولید نے ہشام کی دشمنی میں ستم ڈھائے تھے سخت مخالف ہو گئے اور ان کے چچا زاد بھائی یزید بن ولید بن عبدالملک نے تنگ آ کر یزید کے خلاف ریشہ دوانیاں شروع کر دیں اور مسلمانوں کو ولید کی غیر شرعی زندگی کے خلاف اتنا ابھارا کہ بہت جلد امراء اور عوام نے یزید بن ولید کے ہاتھ پر خفیہ بیعت کر لی یزید نے دمشق کی سکونت چھوڑ کر قریب کے ایک گاؤں کو اپنا مستقر بنایا اور پوری مملکت میں ولید کے خلاف ایسی آگ لگائی کہ ولید کو حالات پر قابو پانا مشکل ہو گیا۔

یزید بن ولید نے خلیفہ کے خلاف ایسا پروپیگنڈہ کیا کہ پوری مملکت سے ہزارہا آدمی سمٹ سمٹ کر یزید بن ولید کے پاس جمع ہو گئے اور اچھی خاصی فوج تیار ہو گئی اور جب پوری طرح اطمینان ہو گیا تو یزید بن ولید نے ۲۷ جمادی الثانی ۱۲۶ھ میں جمعہ کے دن دمشق پر چڑھائی کی سب سے پہلے کوتوال شہر کو گرفتار کیا پھر سرکاری خزانہ کو قبضہ میں لیا اور اس کے بعد دارالامارۃ کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ ولید کے لئے اب حالات پر قابو پانا مشکل ہو گیا تھا چنانچہ انہوں نے پہلے تو اپنے محل کا دروازہ بند کر لیا اور اس

Marfat.com

کے بعد کوشش کی کہ کسی طرح دمشق سے نکل کر حمص چلے جائیں مگر یزید بن ولید کی فوجوں نے قصر خلافت میں بیٹھے رہنے پر مجبور کر دیا اور جب انہوں نے دیکھا کہ اب نکلنے اور بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے تو قرآن کریم لے کر تلاوت کرنے بیٹھ گئے اور ساتھ ہی اعلان کیا کہ آج میرے اوپر وہی وقت آیا ہے جو کبھی حضرت عثمان غنیؓ پر آیا تھا۔

یزید بن ولید کی فوج نے محل کی دیواروں پر چڑھ کر اور قصر خلافت کے اندر کود کر ولید کا خاتمہ کر دیا اور ان کے سر کو کاٹ کر یزید بن ولید کے سامنے رکھ دیا۔ یزید نے پہلے تو ان کے سر کی خوب تذلیل کی اور اس کے بعد ان کے بھائی سلیمان کو دے دیا۔ یہ ۲۸ جمادی الثانی ۱۲۶ھ ہفتہ کے دن کا واقعہ ہے یزید نے پورے ملک کا نظم ونسق اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اپنے خلیفہ ہونے کا اعلان کر دیا ولید نے ایک سال ۳ ماہ حکومت کی اور اپنے برے کردار سے نہ صرف رسوا بدنام ہوئے بلکہ حکومت بنی امیہ کے خاتمہ کے بہت سے اسباب بھی پیدا کر دیئے یہی وہ اندیشہ تھا جس کی بنا پر ہشام ان کی ولی عہدی کو ختم کرنا چاہتے تھے مگر کامیاب نہیں ہو سکے۔

Marfat.com

یزید بن ولید کی حکومت

یزید بن ولید کا پورا نام ابو خالد یزید بن ولید بن عبدالملک بن مروان بن حکم ہے۔ ان کو یزید ثالث اور یزید ناقص بھی کہتے ہیں یزید ناقص کا خطاب ان کو فوجیوں نے دیا تھا جن کی تنخواہیں انہوں نے کم کردی تھیں۔ یزید ثالث کی ولادت دمشق میں ۹۱ ھ میں ہوئی تھی۔

یزید ثالث نے تخت خلافت پر بیٹھنے کے بعد ایک بہت بڑے مجمع میں اعلان کیا جس کا خلاصہ یہ ہے۔

''میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کروں گا جو بدعقیدہ اور بداعمال تھا وہ مارا گیا میں وقت پر تنخواہیں تقسیم کرتا رہوں گا اور عدل وانصاف کے قیام میں پوری کوشش کروں گا میرے دروازہ پر کوئی دربان نہیں رہے گا جس کا جب دل چاہے وہ فریاد کرسکتا ہے اگر میں غلط راستہ اختیار کروں تو تم مجھے معزول کرسکتے ہو۔

اس اعلان سے فارغ ہونے کے بعد یزید ثالث نے اپنے بھائی ابراہیم بن ولید اور ان کے بعد عبدالعزیز بن حجاج بن عبدالملک کے حق میں لوگوں سے ولی عہدی کی بیعت لی اور اس کے بعد ملک کے نظم ونسق کی طرف متوجہ ہوئے حمص اور فلسطین کے لوگ ولید کے طرف دار تھے ان کو جب ولید کے قتل کا حال معلوم ہوا تو وہ ولید کے خون کا بدلہ لینے اٹھ کھڑے ہوئے اور یزید بن خالد بن یزید بن معاویہ کو اپنا سردار بنالیا اور دمشق کی جانب چل دیئے یزید ثالث نے سلیمان بن ہشام بن عبدالملک کو فوج دے کر مقابلہ کے لئے روانہ کیا دونوں فوجیں کچھ دیر مقابلہ کرتی رہیں مگر سلیمان نے بڑی جلدی یزید بن خالد کو گرفتار کرکے میدان جنگ سے حمص والوں کو مار بھگایا یہی حال اہل فلسطین کا ہوا اور سلیمان بن ہشام کی فوج کے فلسطین والوں کے قدم میدان سے اکھاڑ دیئے سلیمان نے بڑی ہوشیاری سے بہت سے باغیوں کو خلیفہ کی اطاعت پر رضامند کرلیا۔

حمص اور فلسطین کے فسادات اور بغاوت کو ٹھنڈا کرنے کے بعد یزید ثالث نے یوسف بن عمر کو عراق اور خراسان کی گورنری سے معزول کرکے منصور بن جمہور کو وہاں کا گورنر بنایا یوسف بن عمر نے منصور کو چارج دینے سے انکار کردیا اور اپنے حامیوں کی ایک ٹولی لئے ہوئے عراق سے دمشق کی طرف

Marfat.com

چل دیئے ممکن ہے کہ وہ دارالخلافہ پر قبضہ کرنا چاہتے ہوں مگر یزید ثالث نے دمشق کے قریب ان کو گرفتار کر کے قتل کرادیا منصور نے عراق کی حکومت ہاتھ میں لے کر کوفہ کی جیل سے ان تمام قیدیوں کو رہا کر دیا جو یوسف کے زمانہ سے قید کے مصائب برداشت کر رہے تھے قیدیوں کی رہائی سے کوفہ کی فضا بہت حد تک منصور کے موافق ہوگئی مگر جب اس نے اپنے بھائی کو خراسان میں نصر بن سباء کو معزول کرنے کے بعد حاکم مقرر کیا تو حالات اتنے بگڑے کہ اول تو نصر بن سباء نے منصور کے بھائی کو خراسان میں گھسنے نہیں دیا پھر اس کے بعد ہی یزید ثالث نے دو ہی ماہ کے بعد منصور کو عراق کی گورنری سے معزول کر کے عبداللہ ابن عمر ابن عبدالعزیز کو وہاں کا گورنر بنا دیا۔

عبداللہ نے نصر بن سباء کو خراسان میں بدستور قائم رکھا اور جو بغاوتیں کبھی کبھی اٹھتی رہتی تھیں ان کو سختی سے دبانے کی تاکید کی نصر نے بڑی قابلیت سے یمامہ خراسان اور اطراف کی بغاوتوں کو قابو میں کیا مگر وہ ابھی پورے طور پر مطمئن نہیں ہوئے تھے کہ مروان بن محمد بن مروان حاکم آرمینیا نے حاکم جزیرہ عبدہد غسانی کو زیر کر کے آرمینیا اور جزیدہ پر اپنی حکومت قائم کر لی اور تمام متعلقہ علاقوں میں گماشتے بھیج کر اپنے اثر ورسوخ کو اتنا بڑھا لیا کہ چند روز کے بعد ولید بن یزید کے خون کا بدلہ لینے کے لئے یزید ثالث کے خلاف دمشق کی طرف بڑھنا شروع کر دیا یزید ثالث نے جب یہ خبر سنی کہ مروان بن محمد شام پر حملے کے لئے آ رہا ہے تو انہوں نے گھبرا کر آرمینیا جزیرہ موصل اور آذربائیجان کی گورنری کا مستقل پروانہ روانہ کر دیا۔ مروان یزید ثالث کی بیعت کا اقرار کر کے واپس ہو گئے اور اپنے صوبوں پر حکومت کرنے لگے۔

اس واقعہ کے بعد یزید ثالث کو زیادہ دن زندہ رہنے کا موقعہ نہیں ملا اور تقریباً چھ ماہ حکومت کرنے کے بعد ۲۰ ذی الحجہ ۱۲۶ھ میں فوت ہو گئے۔ یہ خلیفہ اگرچہ نیک اور با اخلاق تھا مگر عقل کا کوتاہ اور حکومت کی صلاحیت سے محروم تھا۔

Marfat.com

ابراہیم بن ولید بن عبدالملک کی حکومت

ابو اسحاق ابراہیم بن ولید بن عبدالملک اپنے بھائی یزید ثالث کی وفات کے بعد ذی الحجہ ۱۲۶ھ میں تخت خلافت کے وارث بنے چونکہ عوام ان کو پسند نہیں کرتے تھے اس لئے بہت سے لوگوں نے ان کی بیعت سے انکار کر دیا اس کے علاوہ حکومت کی چولیں بھی باہمی اختلاف کی وجہ سے ہل چکی تھیں اس لئے ابراہیم کی خلافت ناکام ہی رہی اور ایک دن بھی وہ چین سے نہیں گزار سکے۔

مروان بن محمد بن مروان جو آرمینیا میں بااختیار حاکم کی حیثیت سے حکومت کر رہے تھے یزید ثالث کی وفات کا حال سنتے ہی ۸۰ ہزار فوج لے کر دمشق کی سمت روانہ ہو گئے پہلے قنسرین کو فتح کیا پھر حمص پہنچ کر اس پر قبضہ کیا حمص والوں نے مروان کو اپنا خلیفہ تسلیم کر کے بیعت کر لی ابراہیم کو جب ان حالات کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے سلیمان بن ہشام کو ایک لاکھ بیس ہزار فوج دے کر مروان کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔

جب دونوں فوجین مقابل ہوئیں تو مروان نے سلیمان کے پاس پیغام بھیجا کہ ہم ولید بن یزید کے خون کا بدلہ لینے اٹھے ہیں اگر تم ولید کے دونوں بیٹے عثمان اور حکم کو جن کو ولید نے ولی عہد بنایا تھا رہا کر دو تو اس ارادہ کو ترک کر دیں گے مگر سلیمان نے اس درخواست کو ماننے سے انکار کر دیا آخر دونوں فوجیں ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑیں زبردست معرکہ آرائی کے بعد سلیمان کے بیس ہزار آدمی مارے گئے اور وہ مروان سے شکست کھا کر دمشق میں ابراہیم کے پاس پہنچ گئے مروان نے اسی میدان میں عثمان اور حکم پسران ولید کے لئے لوگوں سے بیعت لی اور فاتحانہ شان سے دمشق کی طرف چل دیئے۔

ابراہیم بن ولید سلیمان اور ان کے چند دوسرے مشیر جو دمشق میں موجود تھے اپنی جانوں کے لئے شدید خطرہ محسوس کرنے لگے اور پھر غصہ میں آ کر عثمان اور حکم دونوں قیدیوں کو قتل کر دیا مروان نے جیسے ہی دمشق میں قدم رکھا ابراہیم اور سلیمان دمشق کے محل سے نکل کر تدمر کی طرف فرار ہو گئے۔

مروان بن محمد بن مروان نے دمشق پر قبضہ کرنے کے بعد عثمان اور حکم دنوں کی لاشوں کو سامنے منگوایا دیر تک بے گناہوں کے قتل پر آنسو بہائے پھر ان کی نماز جنازہ پڑھنے کے بعد سپرد خاک کر دیا

Marfat.com

اس کام سے فارغ ہو کر مروان نے دمشق میں ایک بہت بڑے مجمع کے سامنے کھڑے ہو کر سوال کیا کہ آپ سب لوگ کس کو اپنا خلیفہ بنانا چاہتے ہیں؟ سب نے بالاتفاق مروان کا نام لیا اور اس کے بعد مروان کے ہاتھ پر بیعت کرنا شروع کر دی یہ ۲۴ صفر ۱۲۷ھ دوشنبہ کے دن کا واقعہ ہے۔

ابراہیم ابن ولید مفرور خلیفہ بہت دن مارے مارے پھرے پھر مروان کو لکھا کہ میں تمہارے حق میں خلافت سے دستبردار ہوتا ہوں اور امان چاہتا ہوں مروان نے ان کی درخواست منظور کر لی اور معاف کر دیا۔

Marfat.com

آخری خلیفہ
مروان بن محمد بن مروان

مروان بن محمد بن مران بن حکم خاندان بنی امیہ کے آخری خلیفہ تھے ان کو مروان ثانی اور مروان الحمار بھی کہا گیا ہے مران الحمار کے لقب کی وجہ یہ ہے کہ عرب میں حمار کو صابر، محنتی اور بوجھ اٹھانے والا جانور سمجھا جاتا تھا چنانچہ مروان کو جب چین سے خلافت کرنے کا موقعہ نہیں ملا اور ان کا زیادہ وقت گھوڑے کی پشت پر بیٹھے لڑائیوں میں گزرا تو لوگ ان کو مروان الحمار کہنے لگے۔

مروان ثانی کی پیدائش ۷۲ھ میں اس وقت ہوئی جبکہ ان کے والد محمد بن مروان جزیدہ میں گورنر تھے ان کی ماں ایک کردستانی خاتون تھیں جو کبھی ابراہیم اشتر کے نکاح میں تھیں اور اس کے قتل کے بعد محمد بن مروان کے نکاح میں آئی۔ مروان ثانی نے ۱۲۷ھ میں اپنے بھتیجے ابراہیم کو شکست دے کر تخت خلافت پر قدم رکھا مگر حالت یہ تھی کہ حکومت کی بنیادیں ہل چکی تھیں اور پورے ملک میں بغاوت وفساد رونما تھا عباسیوں کی تحریک اور شیعان کوفہ کی خفیہ سازشوں نے حالات اتنے بدتر کر دیئے تھے کہ حکومت کا وقار اور اثر اس درجہ گھٹ گیا تھا کہ حکومت چلانا کسی لائق حکمران کے بس کا بھی نہیں رہا تھا۔

مروان ثانی نے بے انتہا کوشش کی کہ اس گرتی ہوئی حالت اور مٹتی ہوئی حکومت کو منظم اور مضبوط کیا جائے مگر وہ اس کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکے چنانچہ آخری نتیجہ یہی نکلا کہ مروان ثانی کے بعد کسی اور کو اس تخت پر بیٹھنے کی نوبت نہیں آئی اور بنی امیہ کی حکومت ختم ہو کر عباسیوں کے ہاتھ میں منتقل ہوگئی۔

مروان ثانی نے دمشق کو چھوڑ کر حران کو پایہ تخت بنایا اور تقویت حاصل کرنے کے لئے معزول خلیفہ ابراہیم کو تدبر سے بلا کر اپنے مشیروں میں شامل کر لیا اور اس کی گذر اوقات کے لئے معقول وظیفہ مقرر کر دیا اس سے مروان کی غرض یہ تھی کہ ابراہیم کے حامیوں کی حمایت بھی اسے حاصل ہو جائے گی۔

مروان ثانی کے تخت نشین ہونے کے بعد جو بغاوتیں نمودار ہوئیں وہ دو قسم کی تھیں ایک تو ان عجمیوں کی تھیں جو ابو مسلم خراسانی کے اشارہ پر پورے ملک سے عربی اقتدار کو ختم کر کے عجمی ایرانی

Marfat.com

اقتدار قائم کرنا چاہتے تھے یہ لوگ امام ابراہیم بن محمد بن علی عباسی کو اپنا رہنما مانتے تھے مگر حقیقت میں ابو مسلم خراسانی جو اس تحریک کا سب سے بڑا رکن تھا اس کی غرض یہ نہیں تھی کہ عربیوں یا عباسیوں کا اقتدار قائم ہو وہ ایرانیت کا دلدادہ تھا اس کی نظر میں اسلام اور عرب سے زیادہ ایران اور اس کی تہذیب اور اقتدار تھا مگر حالات کچھ ایسے تھے کہ اس کو مجبوراً امام ابراہیم کے ساتھ رہ کر اپنے مقصد کو حاصل کرنے کا خواب دیکھنا پڑا۔

دوسری بغاوت وہ تھی جو عرب سرداروں کی طرف سے اٹھ رہی تھی ان کا اگرچہ ابو مسلم خراسانی سے کوئی تعلق نہیں تھا مگر یہ مروان ثانی کی مخالفت وموافقت کے چکر میں مبتلا ہو کر باہم دست وگریبان بنے ہوئے تھے۔ عربوں کے اس اختلاف کی وجہ سے تحریک عباسیہ نے خوب تقویت حاصل کی اور بے حد فائدہ اٹھایا ابو مسلم خراسانی جانتا تھا کہ جب تک عربوں میں خانہ جنگی بڑھے گی نہیں اس وقت تک ہمارا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا چنانچہ اس نے عربوں کی باہمی دشمنی اور عداوت کی آگ کو خوب بھڑکایا اور جیسے جیسے یہ آگ بڑھتی جاتی تھی ابو مسلم خراسانی کے لئے میدان صاف ہوتا جاتا تھا۔

سب سے پہلے مروان ثانی کے خلاف جو بغاوت اٹھی وہ ان کے گھر میں شام میں اٹھی۔ چنانچہ پہلی شوال ۱۲۷ھ کو ان کو اطلاع ملی کہ اہل حمص نے عربوں کو اپنے ساتھ ملا کر خروج کیا ہے مروان ثانی فوج لے کر حمص روانہ ہوئے ابراہیم اور سلیمان ان کے ساتھ تھے حمص کے قریب پہنچے تو اہل حمص نے شہر کے دروازہ بند کر لئے مروان نے شہر پناہ کی دیواریں توڑ دیں اور شہر میں داخل ہو کر سخت مقابلہ کیا اہل حمص نے ہتھیار ڈال دیئے اور اطاعت قبول کر لی مروان ابھی حمص ہی میں تھے کہ ان کو یہ خبر وحشت اثر ملی کہ اہل غوطہ نے خالد قصری کو اپنا سردار بنا کر دمشق پر چڑھائی کر دی اور والی دمشق محصور ہو گئے ہیں مروان ثانی نے حمص ہی سے دس ہزار فوج دمشق کی طرف روانہ کی اس فوج نے جاتے ہی اہل غوطہ پر حملہ کر دیا محصورین کو جب اس امداد کی خبر ہوئی وہ اندر سے نکل کر حملہ آور ہوئے اہل غوطہ شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے اور خالد قصری کو قتل کر دیا گیا اس کے بعد ہی اہل فلسطین نے ثابت بن نعیم کو اپنا سردار بنا کر طبریہ کا محاصرہ کر لیا والی طبریہ ولید بن معاویہ بن مروان بن حکم محصور ہو کر ان کے حملہ کو روکنے کی کوشش کر رہے تھے کہ مروان ثانی کی امدادی فوج ابو ولورد کی سرکردگی میں پہنچ گئی ولید نے اندر سے نکل کر اور ابوالورد نے باہر سے ایسا حملہ کیا کہ اہل فلسطین نے ہار مان لی بہت سے ان کے آدمی مارے گئے اماحس کرمانی نے ثابت اور اس کے تین لڑکوں کو گرفتار کر کے مروان ثانی کے پاس بھیج دیا مروان نے چاروں کو مروا کر ان کی لاشیں شارع عام پر لٹکوا دیں۔

Marfat.com

ان بغاوتوں کو دبانے اور ختم کرنے کے بعد مروان ثانی نے ذرا اطمینان کا سانس لیا اور حمص سے دیرایوب میں آ کر چند دن قیام کیا اسی مقام پر انہوں نے اپنے دونوں بیٹوں عبداللہ اور عبیداللہ کے لئے ولی عہدی کی لوگوں سے بیعت لی اور اس کے بعد ہشام کی لڑکیوں سے دونوں کی شادی کر دی۔

ابراہیم بن ولید کو اگرچہ مروان ثانی نے تدمر سے اپنے پاس بلا لیا تھا اور ابراہیم مروان کے ساتھ ایک مشیر کی حیثیت سے موجود تھے مگر اس کے باوجود اہل تدمر نے ابھی تک اطاعت قبول نہ کی تھی اور وہ ابھی تک اپنی خودمختاری پر جمے ہوئے تھے مروان ثانی نے دیرایوب سے تدمر کا رخ کیا اہل تدمر فوج کی کثرت دیکھ کر گھبرا گئے اور بغیر ہی جنگ کئے مران ثانی کی اطاعت قبول کر لی۔

عراق میں ایک خارجی لیڈر کی سرگرمیاں برابر بڑھتی جا رہی تھیں۔ مروان ثانی نے اس خارجی لیڈر ضحاک تیبانی کی سرکوبی کے لئے تدمر سے یزید بن عمر بن ہبیرہ کو عراق روانہ کیا اور خود تدمر سے آ کر قرقیا میں مقیم ہو گئے تاکہ یہاں سے امدادی فوج عراق کی جانب روانہ کرتے رہیں یزید بن عمر نے ابھی کوچ کیا ہی تھا کہ مروان ثانی کا خصوصی مددگار سلیمان بن ہشام جو رصاصہ میں بیماری کے بہانے ٹھہر گیا تھا اپنی خلافت کے خواب دیکھنے لگا بہت سے شامی سلیمان کے گرد جمع ہو گئے جن کو لئے ہوئے وہ قنسرین میں آ کر ٹھہر گیا اور بہت سے خطوط اور پیغامات کے ذریعہ مختلف علاقوں کے شامیوں کو اپنی امداد کی طرف توجہ دلائی چنانچہ بڑی جلدی سلیمان کے پاس بہت بڑی فوج جمع ہو گئی اور وہ پورے شام پر قبضہ کرنے کی تدبیریں سوچنے لگے۔

مروان ثانی کو قرقیا میں اس حادثہ کی اطلاع ملی تو وہ فوراً فوج لے کر سلیمان کی طرف چل دیئے قنسرین کے قریب مقام حناف میں مروان ثانی اور سلیمان بن ہشام کی فوجین مقابل آئیں بڑی خونریز جنگ کے بعد سلیمان کو شکست ہوگئی سلیمان کا لڑکا اور ہشام بن عبدالملک کا ماموں خالد مخزومی میدان جنگ میں مارے گئے سلیمان نے بھاگ کر حمص میں دم لیا اور دوبارہ لشکر مرتب کئے اور مقابلہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ مران ثانی نے قنسرین سے حمص پہنچ کر حمص کا محاصرہ کر لیا اور دس ماہ مسلسل اس محاصرہ کو قائم رکھا بہت سے حمص والے مارے گئے آخر تنگ آ کر حمصیوں نے معافی مانگ لی اور سلیمان خفیہ راستے کے ذریعہ حمص سے نکل کر تدمر کی طرف چلے گئے۔

مروان ثانی نے سلیمان سے فارغ ہو کر عراق کا رخ کیا تاکہ خارجی لیڈر ضحاک شیبانی کا عراق میں استحصال کرے اور یزید بن عمر بن ہبیرہ جو پہلے سے عراق میں موجود تھا اس کی مدد کی جائے ضحاک نے کافی طاقت جمع کر لی تھی مگر یزید بن عمر نے پوری قوت سے اس کا مقابلہ کیا مروان ثانی کی فوجوں

Marfat.com

نے بھی اس کی مدد کی اضحاک نے شکست کھائی مگر دوبارہ پھر اپنی منتشر قوت کو جمع کر لیا اور مقابلہ پر آ گیا یزید بن عمر نے اسے دوبارہ شکست دی یہاں یہ بتا دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ شروع میں ضحاک نے کوفہ پر قبضہ کر لیا تھا اور عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کو کوفہ سے نکل کر واسط میں ٹھہرنا پڑا تھا اس کے ساتھ ہی سلیمان بن ہشام بھی مروان ثانی سے شکست کھا کر کوفہ میں ضحاک سے آ کر مل گیا تھا ضحاک نے پوری طاقت دیکھتے ہوئے موصل پر بھی چڑھائی کر دی اور وہاں کے عامل عبداللہ بن مروان بن محمد جن کے پاس صرف سات ہزار فوج تھی مقابلہ کی تاب نہ لا سکے چنانچہ ضحاک نے موصل کا محاصرہ کر لیا مروان ثانی اور یزید بن عمر بن ہبیرہ نے پوری قوت سے ضحاک کا مقابلہ کیا ضحاک کی ایک لاکھ فوج سے زبردست مقابلہ ہوا اور ضحاک مارا گیا مگر خارجی منتشر نہیں ہوئے اور انہوں نے سعید بن بلال کو اپنا سردار بنا کر دوبارہ مقابلہ کیا اور جب سعید بھی مارا گیا تو خارجیوں نے شیبان بن عبدالعزیز کو اپنا سردار بنا لیا مروان ثانی اور یزید بن عمر نے اس کے بعد پوری قوت خارجیوں کے مقابلہ پر لگا دی اور اس زور سے حملہ کیا کہ شیباں بن عبدالعزیز مقابلے کی تاب نہ لا سکا اور اپنی بچی کھچی فوج کو ساتھ لے کر خراسان کی طرف چل دیا اور وہاں پہنچ کر ابو مسلم خراسانی کے گروہ میں شامل ہو گیا۔

قبل اس کے کہ ابو مسلم خراسانی تحریک عباسیہ کا نامور رکن اور مروان ثانی کی جنگ اور مقابلہ کا ذکر کیا جائے خراسان کے حالات پر بھی روشنی ڈال دی جائے جس وقت خارجی سردار شیبان بن عبدالعزیز خراسان پہنچا اس وقت خراسان میں ابو مسلم خراسانی کے علاوہ دو طاقتیں اور بھی موجود تھیں اور یہ سب اپنے اپنے الگ الگ مقاصد رکھتے تھے اور اپنی اپنی حکومت کے قیام کے خواب دیکھ رہے تھے ایک حرث بن شریح، دوسرے نصر بن سیار جس کو یزید بن عمر بن ہبیرہ نے خراسان کی گورنری پر مروان ثانی سے سفارش کر کے مقرر کیا تھا تیسری ایک طاقت ابن کرمانی کی تھی جو کرمان میں اپنی قوت کو بڑھانے اور اسلامی حکومت پر قبضہ کرنے کی تدابیر میں لگا ہوا تھا اور پھر چوتھی قوت شیبان خارجی کی پہنچ چکی تھی۔

ان میں سے کسی کو کسی سے ہمدردی نہیں تھی اور سب کے دلوں میں اپنے اقتدار کا خیال بیٹھا ہوا تھا حرث اور کرمانی نے آپس میں صلاح کر کے نصر بن سیار کو اپنے راستہ سے ہٹانے کے لئے حملہ کر دیا چنانچہ نصر کو شکست ہو گئی اور وہ مرو سے بھاگ کر صحرا میں مقیم ہو گیا اس کے تھوڑے ہی دن بعد ۱۲۸ھ میں حرث اور کرمانی میں ٹھن گئی حرث بن شریح مارا گیا اور کرمانی نے مرو پر قبضہ کر لیا نصر بن سیار نے جب یہ صورت دیکھی تو اپنی جمعیت کو لے کر بڑھا اور کرمانی سے ٹکرا گیا کئی مقابلے ہوئے اور ایک

Marfat.com

دوسرے نے اپنی قوتوں کا خوب مظاہرہ کیا مگر کوئی کسی کو مغلوب نہ کر سکا۔

ابو مسلم خراسانی ان جھگڑوں کو دور سے دیکھ رہا تھا اور چاہتا تھا کہ یہ آپس میں لڑ کر کمزور ہو جائیں تاکہ جو خطرہ ان کی طرف سے ہو سکتا ہی وہ ٹل جائے۔ اس کے ساتھ ہی ابو مسلم خراسانی نے نصر بن سیار اور کرمانی دونوں کو الگ الگ خط لکھے اور دونوں کو ایک ہی بات لکھی کہ امام ابراہیم نے مجھے تمہاری ساتھ ہمدردی کرنے کا حکم دیا ہے اور کچھ خصوصی ہدایات بھی فرمائی ہیں ابو مسلم نے یہ خطوط دونوں کو علیحدہ علیحدہ قاصدوں کے ہاتھ روانہ کئے اور ان کو ہدایت کر دی کہ راستہ میں یہ خط صرف ان قبائل اور آدمیوں کو دکھائے جائیں جو صاحب خط کا ہمدرد اور طرف دار ہو۔ اس ترکیب سے ابو مسلم کی غرض یہ تھی کہ وہ نصر اور کرمانی کے حامیوں کو اپنا ہم خیال بنائے اور ان کو یقین دلائے کہ وہ ان کا ہمدرد ہے۔

ابو مسلم خراسانی نے دوسری کوشش یہ کی کہ خارجیوں کو بھی مختلف تدابیر سے اپنا ہم خیال بنالیا اور جب اس کو ان کی طرف سے اطمینان ہو گیا تو اپنا لشکر لے کر نصر بن سیار اور کرمانی جو اپنی اپنی فوجیں لئے ایک دوسرے کے مقابل پڑے ہوئے تھے ان کے درمیان میں ٹھہر گیا اور خیمے لگوا دیئے ابو مسلم کے اس طرز عمل سے کرمانی اور نصر دونوں اس مغالطہ میں رہے کہ یہ ہمارا دوست اور طرف دار ہے۔ اسی درمیان میں نصر نے کرمانی کو لکھا کہ ابو مسلم کی باتیں مجھے مشتبہ معلوم ہوتی ہیں اور اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ اس کی ذات سے مجھے اور تم کو دونوں کو نقصان پہنچے۔ اس لئے مناسب ہے کہ باہمی ملاقات کے بعد آپس کی غلط فہمیاں رفع کر لی جائیں کرمانی کو نصر کی باتوں پر یقین آ گیا اور وہ نصر سے ملنے کے لئے دوسو کی جمعیت اپنے ساتھ لے کر نصر کے خیمہ کی طرف چل دیا اور جب نصر کے خیمے کے قریب پہنچا تو نصر کی فوج نے سب کو گھیر کر قتل کر دیا کرمانی کے بیٹے علی نے بھاگ کر جان بچائی اور ابو مسلم خراسانی کے پاس پہنچ کر تمام حالات سے آگاہ کیا ابو مسلم نے علی سے کہا کہ میں تمہاری مدد کرتا ہوں تم میری اور اپنی فوج کو لے کر مقابلہ کرو اور اپنے باپ کے قتل کا بدلہ لو۔ علی بن کرمانی نے ابو مسلم کے مشورہ کے مطابق نصر پر حملہ کر دیا کئی دن معرکہ کارزار گرم رہا نصر بن سیار شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا اور کسی جگہ روپوش ہو گیا اس کی فوج کچھ ماری گئی اور کچھ منتشر ہو گئی علی بن کرمانی نے ابو مسلم کی مدد سے مرو پر قبضہ کر لیا۔

ابو مسلم خراسانی کو کسی سے ہمدردی نہیں تھی وہ اپنا الو سیدھا کرنے کی فکر میں ان کھیلوں کو دیکھ رہا تھا اور اپنی تدبیروں سے غافل نہیں تھا چنانچہ ۱۳۰ھ میں اس نے موقع پا کر خارجی شیبانی اور علی بن کرمانی دونوں کو قتل کرا دیا۔ نصر بن سیار نے اپنی منتشر طاقت کو کئی مرتبہ جمع کرنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ

Marfat.com

ہوسکا اور پھر اسی دھن میں رے سے متصل ایک چھوٹے سے گاؤں میں اچانک بیمار ہو کر ۱۳۱ھ کے اوائل میں مر گیا نصر کی موت کے بعد پورے خراسان میں ابو مسلم خراسانی کا کوئی مد مقابل اور رقیب باقی نہیں رہا سوائے مروان ثانی کے ہر طرف میدان صاف تھا اور ابو مسلم خراسانی مروان ثانی کو نیچا دکھانے کے لئے دیوانہ وار اپنی قوت کو بڑھانے میں مصروف تھا۔

مروان ثانی کے زمانہ میں بغاوتوں کا سلسلہ عراق، شام اور خراسان کے علاوہ حجاز، یمن اور حضرت موت میں بھی اٹھ کھڑا ہوا چنانچہ ابوحمزہ مختار بن عوف ازدی نے حضرت موت اور اس کے ملحقات میں علم بغاوت بلند کیا حضرت موت کا رئیس عبدال بن یحییٰ بھی اس کے ساتھ ہو گیا۔ ابوحمزہ نے پہلے حضرت موت کو پورے طور پر قبضہ میں کیا اور اس کے بعد آگے قدم بڑھایا اور مدینہ پر قبضہ کر لیا ابوحمزہ مدینہ پر قبضہ کرنے کے بعد جب اپنی فوجیں لے کر شام کی طرف بڑھا تو مروان ثانی نے اپنے عطیہ سعدی کو اس کے مقابلہ کے لئے مقرر کیا ابن عطیہ نے وادی قریٰ میں ابوحمزہ کو روک لیا اور ایسا شدید حملہ کیا کہ ابوحمزہ مارا گیا اور اس کے ساتھی بھاگ کھڑے ہوئے یہاں سے فارغ ہو کر ابن عطیہ نے یمن کا رخ کیا اور جب وہاں پہنچا تو حضرت موت کے رئیس کو عبداللہ بن یحییٰ کو مقابلہ پر تیار کھڑا ہوا دیکھا تو دونوں فوجوں میں لڑائی چھڑ گئی عبداللہ بھاگنا چاہتا تھا کہ ابن عطیہ کے آدمیوں نے قتل کر دیا اور ابن عطیہ نے اس کا سر کاٹ کر مروان ثانی کے پاس بھیج دیا اس میں شک نہیں کہ مروان ثانی نے ملک میں اٹھنے والی بغاوتوں کو بہت حد تک دبایا اور ختم کیا مگر تحریک عباسیہ اور ابو مسلم خراسانی کے ہاتھوں وہ اپنی حکومت کو نہیں بچا سکے اور بہت جلدی ملک و حکومت سے محروم ہو گئے۔

Marfat.com

مروان ثانی کی شکست اور عباسیوں کا اقتدار

پچھلے اوراق میں بیان کیا جا چکا ہے کہ تحریک عباسیہ کا سب سے سرگرم داعی ابومسلم خراسانی تھا جس کی بنیادی نیت اس تحریک میں شامل ہونے کی یہ تھی کہ وہ تحریک عباسیہ کی آڑ میں عربیت کے اقتدار کو ختم کر کے ایرانی اقتدار کو بحال کرے۔ وہ عباسیوں کا ساتھ چھوڑ کر بھی اپنے مقاصد کے لئے کوشش کر سکتا تھا مگر اول تو نومسلم تھا دوسرے مسلمانوں میں اس کے متعلق بعض وجوہات کی بناء پر یہ خیال پیدا ہو چکا تھا کہ وہ بڑا شاطر اور مطلبی ہے ایسی حالت میں اس کے لئے یہی ایک راستہ رہ گیا تھا کہ وہ عباسیوں کے ساتھ رہ کر امویوں کے اقتدار کو ختم کرے اور اس کے بعد عباسیوں کو راستہ سے ہٹا کر ایرانیوں کو برسر اقتدار لائے۔

اسی مقصد کے تحت اس نے جو کچھ کیا وہ یقیناً اس کا ایک کارنامہ تھا مگر عباسیوں کی سوجھ بوجھ کے آگے اس کی چل نہیں سکی اور باوجود انتہائی کوشش کے اسے اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہو سکی اگر تاریخی حقائق کا غائر نظر سے مطالعہ کیا جائے تو اس بات کے تسلیم کرنے سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ ابومسلم اگر اپنے ارادوں میں کامیاب ہو جاتا تو نہ صرف عربوں کی حکومت ختم ہو جاتی بلکہ عجمیوں کے اقتدار کے ساتھ وہ اسلام بھی رخصت ہو جاتا جو خلفائے راشدین اور حضرت امیر معاویہؓ کی کوششوں سے ممالک عجم میں پھیلا تھا درحقیقت عبداللہ ابن سباء کے بعد یہ دوسرا شخص تھا جو عربی اقتدار و تہذیب کو ختم کر کے ایرانی تہذیب و اقتدار کے لئے کوشش کر رہا تھا فرق صرف اتنا تھا کہ عبداللہ بن سبا نے اہل بیت کی جھوٹی محبت کی آڑ لی تھی اور ابومسلم خراسانی عباسیوں کے سہارے اپنے خواب کی تعبیر دیکھنا چاہتا تھا۔

غرض ابومسلم خراسانی نے بہت بڑی حد تک اپنے حریفوں کو راستہ سے صاف کر دیا تھا شیبان اور ابن کرمانی کو اس نے قتل کرا دیا تھا اور نصر بن سیار اس کے مقابلہ سے بھاگ کر خود اپنی موت ہمدان کے قریب سارہ کے مقام میں مر گیا تھا اب سوائے مروان ثانی کے کوئی اسے روکنے والا اور اس کی عجم پرست تحریک کو دبانے والا نہیں تھا مگر اس کا کیا علاج تھا کہ آخری اموی خلیفہ نہ صرف نااہل ثابت ہوئے بلکہ اپنے تساہل اور ناعاقبت اندیشی سے سو سالہ اموی حکومت ہی کو ختم کرا دیا۔

Marfat.com

نصر بن سیار والی خراسان اگرچہ ایک دانشمند اموی مدبر تھا اور اسے بغاوتوں کے دبانے اور باغیوں کی سرکوبی میں خاصی شہرت حاصل ہوچکی تھی مگر ابو مسلم کے مقابلہ میں اس کی ناکامی کی صرف ایک ہی وجہ ہوئی کہ مروان ثانی کے دل میں اس کی طرف سے کوئی شکوک پیدا ہوچکے تھے اور اس لئے وہ اس کی مدد کرنے میں تساہل سے کام لیتا رہا۔ حالانکہ وہ مروان ثانی کو بار بار ابو مسلم کی ریشہ دوانیوں اور عباسیوں کی بڑھتی ہوئی طاقتوں کے خطرناک نتائج سے مطلع کرتا رہا چنانچہ ایک مرتبہ نصر بن سیار نے مروان ثانی کو اپنے خط میں جو اشعار لکھے تھے ان کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے۔

میں راکھ کی ایک چنگاری کو دیکھ رہا ہوں جو عنقریب شعلہ بن کر تیزی سے بھڑکنے والی ہے جس طرح آگ دو لکڑیوں سے روشن ہو جاتی ہے اسی طرح جنگ باتوں ہی باتوں میں شروع ہو جاتی ہے اگر اس خطرہ کا انسداد نہیں کیا گیا تو ایسی خوفناک جنگ چھڑے گی جس کے اثر اور مصائب سے نوجوان بوڑھے ہو جائیں گے میں بڑے تعجب سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ بنی امیہ جاگ رہے ہیں یا سو رہے ہیں اگر میری قوم سو رہی ہے تو اس سے کہہ دینا چاہئے کہ اب بیدار ہو جائے کیونکہ کھڑے ہونے کا وقت آ گیا ہے۔

مروان ثانی جو خارجیوں کے نرغے میں پھنسے ہوئے تھے نصر بن سیار کی کوئی مدد نہ کر سکے اسی زمانہ میں نعیم بن ثابت جذامی نے بھی بغاوت کھڑی کر دی مروان ثانی نے نصر کو لکھا کہ میں دور ہوں اور تم موقعہ پر موجود ہو میرے لئے اس وقت تمہاری مدد کرنا ناممکن ہے لہذا جو تم مناسب سمجھتے ہو کرو۔ نصر کو یہ جواب پڑھ کر سخت مایوسی ہوئی اور اس نے ہبیرہ کو لکھا کہ تم کچھ مدد کرو اور عراق سے اپنی فوج کو میرے لئے بھیجو مگر وہ بھی اس کی مدد نہیں کر سکا کیونکہ عراق میں تحریک عباسیہ کے دو نامور میسرہ اور بکر بن ہامان نے ایسے حالات پیدا کر رکھے تھے کہ ابن ہبیرہ مدد تو درکنار جواب بھی نہیں دے سکا۔

نصر بن سیار نے آخری خط مروان ثانی کو اس وقت لکھا جبکہ وہ ابو مسلم کے مقابلہ سے بھاگ کر ہمدان سے سارہ میں پہنچا اور بیمار ہو گیا مرنے سے پہلے اس نے لکھا ”میں اس فتنے کو ٹھنڈا کرنے سے عاجز اور لاچار ہوں مجھے اندیشہ ہے کہ یہ فتنہ اتنا آگے بڑھے گا کہ کوئی ملک اس سے محفوظ نہیں رہے گا“ مروان ثانی اب پہلے سے زیادہ مجبور تھے کیا کر سکتے تھے خط لے کر رکھ لیا اور سوچ رہے تھے کہ نصر کو کیا جواب دیا جائے اور جو خطرہ بڑھ کر پورے طور پر سامنے آ چکا ہے اسے کس طرح دبایا جائے مروان اس ادھیڑ بن میں تھے کہ ان کے جاسوس ایک قاصد کو پکڑ کر لائے جو ابو مسلم خراسانی کا خط امام ابراہیم کے پاس حمیمہ لئے جا رہا تھا۔

Marfat.com

ابو مسلم نے اس خط میں امام ابراہیم کو ان عربوں کے خلاف بھڑکایا تھا جو خراسان میں موجود تھے اور ان کو ان استحصال کی طرف توجہ دلائی تھی غرض یہ تھی کہ امام ابراہیم سے عربوں پر سختی کرنے کی اجازت اس بہانے سے حاصل کر لی جائے اور پھر عربوں پر ہاتھ صاف کر کے عجمیوں کو برسر اقتدار آنے کا زیادہ موقع مل سکے۔

مروان ثانی نے ابو مسلم کے خط کو پڑھ کر قاصد کی بہت آؤ بھگت کی اور اسے بہت کچھ دے لے کر اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ ابو مسلم کے اس خط کو لے کر امام ابراہیم کے پاس جائے اور امام ابراہیم جو جواب دیں وہ لے کر ہمارے پاس آئے۔ قاصد نے وعدہ کیا اور امام ابراہیم کے جواب کو لے کر واپس مروان ثانی کے پاس آ گیا۔

امام ابراہیم نے ابو مسلم کو جواب میں بہت سی ہدایات لکھی تھیں اور یہ بھی لکھا تھا کہ خراسان جو عرب میں موجود ہیں اور تمہارے کاموں میں مزاحم ہو رہے ہیں ان کو فوراً قتل کر دو اور خراسان کے اصل باشندے جو مسلمان ہو چکے ہیں ان پر بھروسہ رکھو اور پورے انہاک سے اپنے کام میں لگے رہو اس خط سے مروان ثانی پر اچھی طرح واضح ہو گیا کہ امام ابراہیم تحریک عباسیہ کے موجودہ داعی ہیں اور حمیمہ میں رہ کر اس تحریک کو کامیاب بنانے کی جدوجہد میں مصروف ہیں ساتھ ہی ابو مسلم کی عرب دشمنی کا بھی ان کو پورے طور پر اندازہ ہو گیا اور نصر بن سیار کی باتیں بھی صحیح ثابت ہو گئیں مگر اب حالات اس درجہ بگڑ گئے تھے کہ بڑے سے بڑا اقدام بھی اس خطرہ کو ٹال نہیں سکتا تھا جو بنی امیہ کی حکومت کے سر منڈلا رہا تھا۔

مروان ثانی نے امام ابراہیم کے جواب کو پڑھ کر والی دمشق کو لکھا کہ بلقاء کے عامل کے ذریعہ امام ابراہیم کو گرفتار کر کے ہمارے پاس بھیج دو والی دمشق نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور بلقاء کے عامل نے امام ابراہیم کو حمیمہ سے گرفتار کر کے مروان ثانی کے پاس بھیج دیا مروان ثانی نے امام ابراہیم سے ابو مسلم خراسانی اور تحریک عباسیہ کے متعلق کچھ سوالات کیے اور پھر ان کا خط ان کے سامنے رکھ دیا۔ امام ابراہیم خاموش ہو گئے اور مروان ثانی نے ان کو حران کے قید خانہ میں محبوس کر دیا۔ مروان ثانی کے وہ مخالفین جو امام ابراہیم کے پاس حمیمہ میں موجود تھے بلقاء کے عامل نے ان کو بھی گرفتار کر کے پیش کیا تھا ان میں سعید بن ہشام بن عبدالملک اس کے دونوں لڑکے عثمان و مروان عباس بن ولید بن عبدالملک عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز اور ابو محمد سفیانی بھی شامل تھے یہ بھی امام ابراہیم کے ساتھ حران میں قید کر دیے گئے۔

امام ابراہیم کو اپنی گرفتاری کا اندیشہ پہلے سے تھا اور انہوں نے وصیت کر دی تھی کہ میرے بعد میرا بھائی ابو العباس عبداللہ میرا جانشین ہو گا اس وصیت کے علاوہ یہ ہدایت بھی کر دی تھی کہ علاقہ بلقاء کو

Marfat.com

چھوڑ کر کوفہ کو اپنا مستقر بنانا چاہیے امام ابراہیم پر ابو مسلم نے جو جادو کیا تھا اس کا اثر اتنا زیادہ تھا کہ انہوں نے اپنی گرفتاری سے ذرا پہلے یہ حکم بھی لوگوں کو دیا تھا کہ سب لوگوں کو ابو مسلم پر اعتماد کرنا چاہیے اور اس کو اپنا افسر اعلیٰ سمجھتے ہوئے اس کی اطاعت کرنا چاہیے نیز امام ابراہیم نے ایک سیاہ جھنڈا قحطبہ بن شبیب کے ہاتھ ابو مسلم کو بھیجا تھا اور ہدایت کی تھی کہ جب خروج کرنے کا وقت آئے تو اس جھنڈے کو ساتھ رکھنا چاہیے چنانچہ ابو مسلم نے امام ابراہیم کے حکم کے مطابق ۱۳۱ھ تک تمام خراسان پر قبضہ کر لیا۔

امام ابراہیم اور ان کے ساتھی جو حران کے قید خانہ میں تھے تھوڑے ہی دن بعد وبائی بیماری میں مبتلا ہو کر وفات پا گئے سعید بن ہشام بھاگنا چاہتا تھا مگر گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا صرف ابو محمد سفیانی بچا تھا جسے مروان ثانی نے آزاد کر دیا تھا۔

ابو العباس عبداللہ اپنے بھائی ابو جعفر اور تمام اہل خاندان کو امام ابراہیم کی وصیت کے مطابق حمیمہ سے لے کر کوفہ آ گئے ادھر ابو مسلم خراسانی کے حکم سے قحطبہ بن شبیب نے کوفہ پر حملہ کر کے ابن ہبیرہ کو شکست دے کر کوفہ پر قبضہ کر لیا ابو مسلم خراسانی بھی خراسان اور اس کے ملحقات پر قبضہ کرنے کے بعد ایک لاکھ فوج کے ساتھ کوفہ آ گیا اور عراق کے بیشتر حصہ پر قبضہ کرنے کے بعد کوفہ میں ابو مسلم خراسانی نے باقاعدہ ابو العباس عبداللہ کو امام ابراہیم کا جانشین قرار دیتے ہوئے کوفہ کی جامع مسجد میں ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس کے بعد بیعت عام شروع ہو گئی ابو العباس عبداللہ نے جامعہ کوفہ میں اپنے نام کا خطبہ پڑھا اور اپنی خلافت کا اعلان کیا یہ ربیع الاول ۱۳۲ھ کا واقعہ ہے۔

ایران خراسان اور عراق پر عباسیوں نے جس وقت مکمل قبضہ کیا اور کوفہ میں ابو العباس کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی تو مروان ثانی حران میں مقیم تھے اس خبر کو سن کر اگرچہ ان کی ہمت ٹوٹ گئی اور ان کو یقین ہو گیا کہ اب عباسیوں کے ہاتھ سے حکومت بچانا مشکل ہے مگر اس کے باوجود انہوں نے آخر وقت تک مقابلہ کرنے کا فیصلہ کر لیا اور ایک لاکھ بیس ہزار فوج کو ساتھ لے کر کوفہ کی سمت چل دیئے نہر زاب کے کنارے پہنچے تو ابو العباس کا چچا عبداللہ بن علی تقریباً بیس ہزار فوج لے کر مقابلہ پر آیا دونوں طرف کی فوجوں میں مقابلہ ہوا قریب تھا کہ مروان ثانی عبداللہ کو میدان سے بھگا دیں مگر اسی اثناء میں مروان ثانی کی فوج کے بعض سرداروں نے جنگ کی رفتار سست کر دی اور فوج بھی حملہ کرنے اور جوش و خروش سے مقابلہ کرنے میں تساہل سے کام لینے لگی عبداللہ نے جب یہ کیفیت دیکھی تو اپنے مخصوص ہمراہیوں اور جانبازوں کو لے کر اس زور سے حملہ کیا کہ مروان ثانی کی فوج کا شیرازہ بکھر گیا انہوں نے ہر چند اپنی فوج کے سرداروں کو للکارا مگر کوئی بھی ٹس سے مس نہ ہوا مروان ثانی نے ہر چند لالچ بھی دیا

Marfat.com

بلکہ جس قدر خزانہ ان کے پاس موجود تھا سب میدان میں ڈلوا دیا اور اعلان کر دیا کہ دشمن کو بھگاؤ اور یہ خزانہ آپس میں تقسیم کر لو۔ مگر مروان ثانی کی فوج بجائے حملہ کرنے کے خزانہ لوٹنے میں مصروف ہو گئی جو لوگ تھوڑا بہت مقابلہ کر رہے تھے وہ بھی خزانہ کی طرف جھک گئے مروان ثانی کے بیٹے عبداللہ نے فوجیوں کو اس حرکت سے روکنے کی بہت کوشش کی مگر فوج نے ایک نہیں سنی اور خزانہ لوٹ کر میدان سے بھاگ کھڑی ہوئی۔

ابوالعباس کے چچا عبداللہ بن علی نے پوری قوت سے حملہ کر دیا۔ مروان ثانی کے لئے اب میدان میں رکنا مشکل ہو گیا اور وہ ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۲ھ کو نہر زاب کے کنارے عباسیوں سے شکست کھا کر موصل کی طرف بھاگے مگر موصل والوں نے ان کو اتنا ذلیل کیا اور طعنے دیئے کہ ان کو وہاں ٹکنا دوبھر ہو گیا آخر وہاں سے بھاگ کر پھر حران میں آئے یہاں ان کا بھتیجا ابان بن یزید بن محمد حاکم تھا مروان ثانی تقریباً پندرہ دن حران میں رہے اور اس کوشش میں تھے کہ دوبارہ فوج کو مجتمع کر کے مقابلہ کیا جائے اسی دوران انہوں نے سنا کہ عبداللہ بن علی فوجیں لئے حران کے قریب پہنچ چکا ہے مروان ثانی نے خطرہ محسوس کیا اور حران سے بھاگ کر حمص آ گئے عبداللہ بن علی جب حران پہنچا تو ابان بن یزید نے عباسی جھنڈا بلند کر دیا اور ابوالعباس کی بیعت عبداللہ کے ہاتھ پر قبول کر لی عبداللہ نے ابان کو امان دے دی اور وہ حران میں بدستور قائم رہا۔

مروان ثانی نے حمص میں چند روز قیام کیا ان کا ارادہ تھا کہ وہ حمص میں زیادہ ٹھہرے اور فوج کا انتظام کر کے مقابلہ کرے۔ مگر حمص والوں نے بھی ساتھ نہیں دیا اور مروان کو مجبور ہو کر حمص سے دمشق آنا پڑا۔ یہاں کا حاکم ان کا چچا زاد بھائی ولید بن معاویہ بن مروان بن حکم تھا ممکن تھا کہ مروان ثانی دمشق میں رہ کر عبداللہ سے لڑنے کی کوئی تدبیر کرتے مگر حالات ایسے مایوس کن پیدا ہوئے کہ ان کو دمشق سے فلسطین میں آ کر خاموشی کی زندگی گزارنا پڑی۔

عبداللہ بن علی نے حران کو قبضہ میں لینے کے بعد اس قید خانہ کو مسمار کرا دیا جس میں امام ابراہیم قید کئے گئے اور جہاں ان کی وفات ہوئی تھی اور اس کے فوراً بعد وہ فوج کو لے کر دمشق پہنچا ولید بن معاویہ نے مقابلہ کیا مگر جلدی مارا گیا عبداللہ نے دمشق میں رہ کر تمام انتظامات مکمل کئے اور فوج لے کر فلسطین کی طرف چل دیا اور اپنے بھائی صالح بن علی کو مقرر کیا کہ وہ مروان ثانی کا تعاقب کرے اور مروان ثانی نے جب سنا کہ صالح اور عبداللہ فلسطین کی طرف آ رہے ہیں تو وہ فلسطین سے نکل کر عریش پہنچے وہاں سے نہر نیل ہوتے ہوئے مقام صعید میں پہنچے اور وہاں بھی خود کو غیر محفوظ سمجھتے ہوئے مقام

Marfat.com

بوصیر میں آ کر مقیم ہو گئے۔

اس بھاگ دوڑ کے زمانہ میں مروان ثانی کے ساتھ چند فوجی سوار تھے اور وہ بھی افسردہ اور نڈھال ہو رہے تھے صالح جو تعاقب میں لگا ہوا تھا عریش اور صعید ہوتا ہوا بوصیر پہنچا مروان ثانی ایک مکان میں مقیم تھے اور ان کی چند ساتھی آس پاس لگے ہوئے تھے صالح کی فوج نے ان سواروں کو مار بھگایا اور رات شروع ہوتے ہی اس گھر پر حملہ کر دیا جس میں مروان موجود تھے اس وقت مروان کے ساتھ دو تین آدمی رہ گئے تھے۔ مروان ثانی نے جب خود کو گھرا ہوا دیکھا تو وہ گھر سے باہر نکلے لڑنے کی ہمت کہاں تھی البتہ وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح صالح کے آدمیوں کی نظر سے بچ کر نکل جاؤں مگر ایک شخص جو پہلے سے تیار کھڑا تھا اس نے جیسے ہی مروان کو گھر سے نکلتے دیکھا ایک برچھا اس زور سے مارا کہ بنی امیہ کے آخری خلیفہ مروان ثانی وہیں ڈھیر ہو گئے۔ ایک ساتھی نے چلا کر کہا کہ امیر المومنین مروان ثانی مارے گئے صالح کی فوج کے ایک سردار ابوعون نے بڑھ کر مران ثانی کا سر کاٹ کر صالح کے سامنے ڈال دیا۔

صالح نے عبداللہ بن علی کو دیا اور عبداللہ بن علی نے ابوالعباس عبداللہ کے پاس بھیج دیا۔ یہ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲ھ (۵ اگست ۷۵۰ء) کا واقعہ ہے۔

مروان ثانی کے مرتے ہی بنی امیہ کی ۹۲ سالہ حکومت ختم ہو گئی۔ فوج کا کچھ حصہ مارا گیا اور کچھ نے عباسیوں کی اطاعت قبول کر لی مروان ثانی کے دونوں بیٹے عبداللہ اور عبید اللہ بھاگ کر حبشہ پہنچے عبید اللہ حبشیوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ عبداللہ نے بھیس بدل کر فلسطین ی سکونت اختیار کر لی مگر مہدی کے زمانہ میں ان کو بھی گرفتار کر کے قید خانہ میں ڈال دیا گیا۔

مروان ثانی نے چھ سال کے قریب حکومت کی وہ اگرچہ بنی امیہ کے آخری خلیفہ ثابت ہوئے اور ان کے دور میں بنی امیہ کی حکومت ختم ہو کر عباسیوں کے ہاتھ میں پہنچی مگر حالات سے واضح ہوتا ہے کہ مروان ثانی ایک بہادر اور جفاکش حکمران تھے۔ انہوں نے جو حکومت اپنے ہاتھ میں لی تھی وہ ہر لحاظ سے ایک کمزور اور کھوکھلی حکومت تھی عباسیوں کی تحریک بہت حد تک جڑ پکڑ چکی تھی اور پھر یہ کہ بغاوت کا سلسلہ بھی خاصا پھیل چکا تھا۔ اگر وہ ذرا پہلے اس مسند پر آ جاتے تو شاید ان کو یہ دن نہیں دیکھنا پڑتا انہوں نے انتہائی محنت اور کوشش کی کہ مٹتی ہوئی حکومت کو باقی رکھا جائے مگر کوشش کے باوجود وہ بگڑے ہوئے حالات پر قابو نہیں پا سکے۔

مروان ثانی کا تمام زمانہ گھوڑے کی پیٹ پر گزرا اور وہ کسی جگہ جم کر نہ بیٹھ سکے وہ خلیفہ ضرور تھے مگر ایک دن بھی بحیثیت خلیفہ ان کو حکومت کرنے کا موقع نہ مل سکا بغاوتوں کو دبانے اور تحریک عباسیہ کے

Marfat.com

مقابلہ میں ان کے رات دن ایک ہو گئے تھے یہی وجہ ہے کہ مروان ثانی کا زمانہ ملکی ترقیوں اور غیر مسلموں سے جہاد کرنے کے سلسلہ میں خالی نظر آتا ہے مسلمانوں کی تلواریں مسلمانوں کے خلاف اٹھتی رہیں اور نظم مملکت بگڑتے بگڑتے اس نقطہ پر پہنچ گیا کہ وہ حکومت جس کی بنیاد حضرت امیر معاویہؓ نے ربیع الاول ۴۱ھ میں رکھی تھی ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲ھ کو ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی۔

Marfat.com

بنی امیہ کا انتظام حکومت

بنی امیہ کا دور حکومت تہذیب، تمدن اور فتوحات کے لحاظ سے شاندار دور ہے، چونکہ اکثر مورخین نے انصاف سے کام نہیں لیا اور عباسیوں کے دور اقتدار اور ان کی داد و دہش سے متاثر ہو کر واقعات قلم بند کئے ہیں اس لئے ان کے محاسن اور کارناموں کو بہت حد تک دبایا اور مسخ کیا گیا ہے مگر اس کے باوجود ایک کو چھوڑ کر باقی تمام خلفاء منظم اور سیاستداں تھے۔ انہوں نے اسلامی حکومت کے حدود کو ہندوستان اور چین سے لے کر اسپین اور فرانس تک پھیلا دیا۔

خلفائے بنی امیہ نے وسیع و عریض مملکت اسلامیہ کو جس نظام کے تحت چلایا وہ اتنا مضبوط اور منظم تھا کہ غیر مسلم ہمسایہ ملک بھی رشک کیا کرتے تھے، بلکہ غیر مسلم باشندے اپنے ہم مذہب حاکموں سے زیادہ ایک مسلمان حاکم کے ماتحت رہنا پسند کرتے تھے۔

انتظام مملکت اور انصرام حکومت کے اعتبار سے اموی حکومت بہت سے مختلف شعبوں میں منقسم تھی ہر شعبہ منظّم تھا اور اپنے کام کو انجام دینے میں مرکزی حکومت کے احکامات کا پابند تھا چنانچہ مرکزی حکومت چار بڑے شعبوں پر مشتمل تھی جن کی مختصر تفصیلات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) دیوان خراج، یہ مالیات کا شعبہ تھا اس شعبہ میں پوری مملکت کی آمدنی اور خرچہ کے جملہ حسابات رہا کرتے تھے۔

(۲) دیوان خاتم یہ شعبہ خلیفہ وقت کے احکامات کا محافظ تھا خلیفہ کی جانب سے جو احکامات صادر ہوا کرتے تھے یہ شعبہ ان کو محفوظ کیا کرتا تھا اور ہر حکم کی نقلیں صوبائی گورنروں کو بھیجا کرتا تھا تا کہ وہ اس کے مطابق عمل کریں اس شعبہ کو حضرت امیر معاویہ نے قائم کیا تھا اور اس وقت قائم کیا تھا جبکہ مملکت میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہو گئے تھے جو جعلی احکامات اور ہدایات کے ذریعہ لوگوں میں انتشار اور گمراہی پھیلانے لگے تھے اس شعبہ کے قیام نے ہر قسم کی دھوکہ بازیوں اور نقلی فرمانوں کا دروازہ بند کر دیا جو حکم خلیفہ کی طرف سے نافذ ہوتا وہ پہلے اس شعبہ میں آتا اس کی نقلیں محفوظ کر لی جائیں اس کے بعد اس کی اشاعت کی جاتی تھی۔

Marfat.com

(۳) محکمہ رسل و رسائل، صوبائی گورنروں اور خلفاء کے درمیان تمام خط و کتابت اس محکمہ کی معرفت ہوا کرتی تھی کسی خط پر اس وقت تک غور نہیں کیا جاتا تھا جب تک وہ اس محکمہ کی وساطت سے موصول نہ ہو۔ اس محکمہ کے قیام میں بھی یہی مصلحت پوشیدہ تھی کہ کسی جھوٹی اور غلط اطلاع پر مرکز کی طرف سے کوئی حکم صادر نہ ہونے پائے۔

شعبہ متفرقات، مذکورہ بالا محکموں کے علاوہ جو متفرق کام ہوا کرتے تھے وہ اس شعبہ کی وساطت سے انجام پاتے تھے اس شعبہ میں بھی کئی الگ الگ شعبہ تھے جو کاموں کی نوعیت کے لحاظ سے قائم کیے گئے تھے جو کام جس شعبہ سے متعلق ہوتا تھا وہ اس کے پاس پہنچا دیا جاتا تھا۔

صوبائی انتظام، اموی دور میں اسلامی مملکت چھ بڑے بڑے صوبوں میں بٹی ہوئی تھی ہر صوبہ میں متعدد علاقے ہوا کرتے تھے صوبائی گورنر کا تقرر خلیفہ کے حکم سے ہوا کرتا تھا اور گورنر کے حکم سے صوبہ کے تمام علاقوں کے حکام مقرر کیے جاتے تھے ہر حاکم گورنر کے سامنے جواب دہ ہوتا تھا اور گورنر اپنے کاموں کی تفصیلات متعلقہ محکمہ کی معرفت خلیفہ کے سامنے پیش کیا کرتا تھا اسلامی مملکت میں صوبہ جاتی تقسیم اس نہج پر قائم تھی حجاز، عراق، جزیرہ، شام، مصر اور شمالی افریقہ۔

صوبہ حجاز میں مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ اور یمن کے علاقے شامل تھے عراق کے صوبہ عمان، بحرین، کرمان سیستان، کابل خراسان اور سندھ کے علاقے شامل تھے عراق کے گورنر کو بڑی اہمیت حاصل ہوا کرتی تھی کیونکہ عراق میں اکثر بغاوت اٹھتی رہتی تھی اور وہ شاطروں کا اچھا خاصا مرکز سا بن گیا تھا جزیرہ کا صوبہ موصل آذربائیجان اور آرمینیہ پر مشتمل تھا۔

چوتھا صوبہ مصر تھا جس میں قرب وجوار کے علاقے شامل تھے پانچواں صوبہ شمالی افریقہ کا تھا عراق کی طرح مملکت میں اس صوبہ کو بھی بڑی اہمیت حاصل تھی اس صوبہ کا دارالحکومت قیروان میں تھا ہسپانیہ، جنوبی فرانس سسلی سارڈینا اور بحیرہ روم کے جزائر اس صوبہ میں شامل تھے جہاں گورنر اپنے نائب مقرر کیا کرتا تھا بعد میں اندلس کو مستقل صوبہ بنا دیا گیا تھا اور وہاں کے گورنر کو خلیفہ مقرر کیا کرتا تھا چھٹا صوبہ شام کا تھا یہ مرکزی صوبہ تھا اور اس کا صدر مقام دمشق تھا اموی حکمران کا یہ پایہ تخت تھا اس صوبہ میں اردن، حمص اور قنسرین وغیرہ مقامات شامل تھے بہت عرصہ تک اس صوبہ میں کوئی گورنر مقرر نہیں کیا گیا بلکہ مرکزی حکومت یعنی خلیفہ کے زیر انتظام تھا مروان ثانی نے جب حران میں قیام کیا تو دمشق میں بھی گورنر مقرر کیا گیا تمام صوبے کے گورنر اندرونی معاملات میں خودمختار ہوا کرتے تھے۔ البتہ بعض اہم اور سیاسی امور میں ان کو خلیفہ کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا اور وہاں کے حکم کے مطابق ان کو

Marfat.com

طے کرنا پڑتا تھا۔

ہر صوبہ میں پولیس کا ایک مستقل شعبہ ہوتا تھا اور پولیس افسر کا تقرر گورنر اپنی مرضی سے کیا کرتا تھا اور جب مناسب سمجھتا تھا ان کو برخاست یا معزول کر کے دوسرے افسر کو مقرر کرتا تھا صوبہ کے پولیس کو ''احداث'' کہا جاتا تھا۔ اس پولیس کو ہر وقت استعمال نہیں کیا جاتا تھا بلکہ خاص موقعوں پر ان سے کام لیا جاتا تھا اس پولیس میں زیادہ ہوشیار اور چاق چوبند لوگ رکھے جاتے تھے اور ان کی تنخواہ بھی کچھ زیادہ ہوا کرتی تھی۔

فوج کا نظام بھی بنی امیہ کے زمانہ میں کافی منظم اور وسیع ہو گیا تھا آنحضرتؐ اور خلافت راشدہ کے ابتدائی دور میں ہر مسلمان کو فوج کا ایک سپاہی اور مجاہد سمجھا جاتا تھا اور ان کو بجائے تنخواہ کے مال غنیمت میں سے حصہ دیا جاتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوج کا مستقبل محکمہ قائم کیا اور حسب حیثیت ان کی تنخواہیں مقرر فرمائیں بصرہ اور کوفہ میں دو بڑی چھاؤنیاں قائم کیں جہاں ہزارہا کی تعداد میں اسلامی لشکر ہر وقت موجود رہا کرتا تھا۔

امویوں کے زمانہ میں اس محکمہ نے زیادہ ترقی کی اور فوج کی تعداد دور فاروقی سے کئی گنی بڑھ گئی چنانچہ حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں لشکر اسلام کی تعداد دو لاکھ کے قریب پہنچ گئی تھی جس میں ساٹھ ہزار شامی، اسی ہزار عراقی اور چالیس ہزار مصری بھی شامل تھے خلیفہ عبدالملک اور خلیفہ ولید کے زمانہ میں فوج کی تعداد بہت زیادہ بڑھ گئی تھی اور قیروان و واسط میں دو نئی چھاؤنیاں اور بھی قائم کی گئی تھیں کیونکہ بیرونی فتوحات کا سلسلہ جاری تھا اور یہ کہ اندرونی شورشیں بھی اٹھتی رہتی تھیں ترکستان سندھ شمالی افریقہ اور ہسپانیہ کی فتوحات میں ان فوجوں کی موجودگی سے بڑا فائدہ پہنچا تھا اس کے علاوہ تمام سرحدی مقامات پر بھی چھاؤنیاں قائم کی گئی تھیں جہاں بڑی تعداد میں باقاعدہ فوج رہا کرتی تھی ان تمام چھاؤنیوں کے گرد مضبوط فصیل بھی بنا دی گئی تھی جسے شہر پناہ کہا جاتا تھا شام اور روم کی سرحد پر تھوڑے فاصلہ سے فوج متعین رہتی تھی جو باروں مہینے رومیوں سے جہاد میں مصروف رہتی تھی فوج کی تعداد میں اس وقت اور بھی زیادہ اضافہ ہو گیا تھا جس وقت شمالی افریقہ کے بربری قبائل داخل اسلام ہو گئے تھے چنانچہ فرانس اور ہسپانیہ کی حکومتیں بھی مقابلہ پر نہیں جم سکیں اور ان کو بھی اسلامی مملکت کے ماتحت آنا پڑا۔

دمشق جو پایہ تخت تھا اس کی حفاظت کے لئے مخصوص فوج تھی جس میں سب شامی تھے یہ بڑی مضبوط فوج خیال کی جاتی تھی اور اس صوبہ کی شورشوں کو دبانے میں اس فوج کو بڑا ملکہ تھا۔ بیرونی فتوحات اور بغاوتوں کے لئے اس فوج کو بہت کم استعمال کیا جاتا تھا البتہ عراقیوں کی شرارتوں کو ختم

Marfat.com

کرنے کے لئے شامی فوج کے چند دستے واسط کی چھاؤنی میں مقرر رہتے تھے جو وقت ضرورت حرکت میں آیا کرتے تھے۔

فوج میں مراتب کی تقسیم اس طرح ہوا کرتی تھی کہ سب سے چھوٹا افسر جسے امیر العشرہ کہا جاتا تھا اس کے ماتحت دس سپاہی ہوا کرتے تھے اس سے اوپر نائب کا عہدہ تھا جس کے ماتحت دس امیر العشرہ اور سو سپاہی ہوا کرتے تھے۔ اس کے بعد ایک قائد ہوا کرتا تھا جس کے ماتحت دس نائب اور ان کی فوج ہوا کرتی تھی اس سے اوپر امیر کا عہدہ تھا جس کے ماتحت دس ہزار فوج اور ان کے تمام افسر ہوا کرتے تھے اور امیر کے بعد سپہ سالار کا عہدہ تھا جو پوری فوج کا حاکم اعلیٰ ہوا کرتا تھا۔

اسلامی لشکروں میں پیادہ سپاہیوں کے علاوہ رسالہ اور توپ خانہ بھی ہوا کرتا تھا۔ توپ خانہ کا سامان اونٹوں پر لدا ہوتا تھا اور یہ اونٹ لشکر کے پیچھے چلا کرتے تھے اس کے علاوہ ہر لشکر کے ساتھ شہر پناہ کی دیواروں اور قلعہ کی دیواروں کو توڑنے کے لئے منجنیق بھی ہوا کرتی تھی منجنیق ایک قسم کی توپ ہوا کرتی تھی جس کے ذریعے بڑے بڑے پتھر پھینک کر دیواروں پر مارتے تھے۔

دشمن کے مقابلہ میں صف آرائی کے وقت سب سے آگے ہراول دستہ ہوتا تھا دائیں اور بائیں میمنہ اور میسرہ کی فوجیں ہوا کرتی تھیں۔ مرکزی حصہ کو قلب لشکر کہا جاتا تھا اور اس کی کمان میں سپہ سالار کے ہاتھ میں ہوا کرتی تھی اور میمنہ اور میسرہ پر الگ الگ فوجی افسر مقرر ہوا کرتے تھے۔

مسلمانوں کے پاس بری فوج تو بہت مضبوط تھی البتہ بحری فوج نہیں تھی۔ رومیوں کے مقابلہ کے لئے بحری فوج کی بڑی ضرورت تھی۔ چنانچہ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ میں بحری فوج قائم کی اور ساحل شام پر جہاز سازی کے کئی کارخانے قائم کئے اور بہت جلدی دو سو جہاز تیار ہو گئے اور بحری بیڑہ رومیوں کے مقابلہ میں کام کرنے لگا۔ اسلامی بیڑہ کے ملاحوں میں زیادہ تر شامی مسلمان تھے عربوں کو بحری بیڑہ میں رکھنے کی کوشش کی جاتی تھی مگر وہ کچھ گھبراہٹ محسوس کرتے تھے اس لئے ان کی تعداد اس فوج میں بہت کم آتی تھی، غرض حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے وقت تک بحر روم اور ساحل مصر پر مسلمانوں کے سولہ سو جہاز نظر آنے لگے تھے۔ ولید کے زمانہ میں بحری فوج نے بہت ترقی کی اور موسیٰ بن نصیر نے جو افریقہ کا حاکم تھا کئی اور بھی کارخانے قائم کئے جن کو سندھ اور اندلس کی فتوحات میں استعمال کر کے مسلمانوں نے بڑی کامیابی حاصل کی۔

بحر روم کے علاوہ خلیج فارس اور بحر ہند میں بھی مسلمانوں کے بحری بیڑے موجود تھے ان بیڑوں کے جہازوں کی بناوٹ میں رومی بیڑے کے جہازوں سے تھوڑا فرق تھا اور ان جہازوں کو زیادہ تر

Marfat.com

تجارتی مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ خلیج فارس میں باروں مہینے جہاز چلتے رہتے تھے۔ البتہ بحر ہند میں زیادہ تر جاڑوں کے ایام میں جہاز چلتے تھے عدن، میراف، بصرہ، دیبل اور ہرمز تجارتی لحاظ سے بہت بڑی اور مشہور بندرگاہیں تھیں۔

ذرائع آمدنی کے سلسلہ میں حسب ذیل وسائل تھے زمین کا لگان، زکوٰۃ، خراج، تجارتی محصول، جزیہ اور مال غنیمت کا خمس، محصول کی شرح مختلف تھی جو اس علاقہ کے حالات کے لحاظ سے وصول کی جاتی تھی اور وصول کرنے میں اس بات کو ملحوظ رکھا جاتا کہ کسی شخص پر زیادتی اور ظلم نہ ہونے پائے۔

ہر صوبہ میں ایک بیت المال قائم تھا اور تمام آمدنی اس میں جمع کی جاتی تھی۔ صوبائی حکومت کے تمام اخراجات سرکاری افسروں کی تنخواہیں فوج اور پولیس کے آدمیوں کی تنخواہیں مستحقین کے وظائف اور روزینے مدارس اور مکاتب کے اخراجات، مسجدوں کا خرچ، نہروں اور سڑکوں کے اخراجات اور دوسرے تمام اخراجات اسی بیت المال سے پورے کئے جاتے تھے اور بقیہ آمدنی کا ایک بڑا حصہ جو اخراجات سے بچ رہتا تھا وہ مرکزی بیت المال میں جمع کر دیا جاتا تھا۔

ہر صوبہ کے بیت المال کا ایک افسر ہوتا تھا جسے صاحب الخراج کہا جاتا تھا کچھ عرصہ تک اس افسر کا تقرر مرکز کی طرف سے ہوتا تھا مگر بعد میں یہ اختیار گورنر کے ہاتھ میں دیدیا گیا تھا مگر اس کے بعد بھی بعض اوقات مرکز کو اس جانب توجہ دینا پڑتی تھی اور خصوصی احکامات جاری کرنا پڑتے تھے۔

محکمہ عدل وانصاف کو شعبہ قضا کہا جاتا تھا خلفاء راشدینؓ اور بنی امیہ کے ابتدائی دور میں صوبائی گورنر اور دیگر بڑے بڑے حکام انتظامی امور کے علاوہ قاضیوں اور منصفوں کے فرائض بھی انجام دیا کرتے تھے مگر بعد میں ہر صوبہ اور شہر میں قاضیوں کا مستقل تقرر بھی کیا جانے لگا اور گورنروں کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ اپنے ماتحت علاقوں میں قاضیوں کا تقرر کریں۔ دارالخلافہ کے قاضی کو خلیفہ خود مقرر کیا کرتا تھا غیر مسلموں کی فریاد سننے اور ان کے مقدمات کو طے کرنے کے لئے ایک ایک منصف ہوا کرتا تھا جو ان کے مذہب اور رسم ورواج کے مطابق قضیہ کو طے کرتا تھا۔

مسلمانوں کے تمام فیصلے شریعت اسلامیہ کی رو سے ہوا کرتے تھے۔ اگر کوئی ایسا معاملہ ہوتا کہ قرآن وحدیث میں اس کے متعلق کوئی قطعی اور واضح حکم تلاش کے باوجود نہ ملتا تو پھر قاضی صاحبان اپنے اجتہاد اور علماء کے مشورہ سے فیصلہ کیا کرتے تھے قاضیوں کے آرام کا پورا خیال رکھا جاتا تھا اور ان کو معقول تنخواہ دی جاتی تھی تا کہ وہ انصاف کرنے میں کسی لالچ اور رشوت کا خیال پیدا نہ کریں۔

مقدمات کے علاوہ ملک کے جملہ اوقاف کی نگرانی اور انتظام بھی قاضیوں کے سپرد تھا۔

Marfat.com

رفاہ عامہ کا محکمہ بھی ہمیشہ سرگرم عمل رہتا تھا رعایا کی سہولت اور ان کے اخلاق و عادات کو بگڑنے سے روکنے کے لئے بہت سے مفید کام کئے گئے۔ حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس طرف بہت زیادہ توجہ دی جدید مساجد بنانے کے علاوہ مسجد نبویؐ، جامع دمشق اور مسجد اقصیٰ کو از سرنو تعمیر کیا گیا پانی کی تکلیف دور کرنے کے لئے خصوصاً مدینہ میں نہریں بنائی گئیں اور آبادی کے وسط میں نل اور فوارے لگائے گئے۔ اندرون ملک کی شاہراہوں پر مسافروں کے لئے مسافر خانے، کنویں اور حفاظتی پولیس اور شفاخانے بنائے گئے۔ شہروں میں مہمان خانے محتاج خانے اور اسپتال قائم کئے گئے جو لوگ محتاج اور اپاہج تھے ان کے وظیفے مقرر کئے گئے نئے اور خوبصورت شہر بسائے گئے جن کا تذکرہ گزشتہ اوراق میں کیا جا چکا ہے۔

پورے ملک میں امن و امان قائم تھا اور گری پڑی چیزوں کو لوگ اٹھا کر سرکاری افسروں کے پاس جمع کرا دیا کرتے تھے اور ایک شخص بڑی آسانی سے جا کر اپنا گمشدہ سامان حاصل کر لیا کرتا تھا۔ بے کاری و مفلسی کو لوگ بھول گئے تھے۔ فارغ البالی کا یہ عالم تھا کہ لوگوں کو خیرات و صدقات دینے کے لئے جلدی کوئی مستحق اور محتاج نہیں ملتا تھا۔

اموی دور میں محکمہ صحت کے قیام کی طرف بھی توجہ دی گئی۔ طبیب یونانی سے استفادہ کیا گیا اور کئی کتابوں کے ترجمے کرائے گئے۔ خالد بن یزید اول علم طب کے سب سے بڑے عالم تھے اور یونانی علوم کے علاوہ فلسفہ اور کیمیا پر بھی ان کو دسترس حاصل تھی چنانچہ انہوں نے اس موضوع پر کچھ کتابیں بھی لکھی تھیں۔

اموی دور میں ملک کی زبان عربی تھی اور اسے زیادہ وسیع کرنے کی ہمیشہ کوشش جاری رہتی تھی خلفائے راشدینؓ کے زمانہ میں مصر، شام اور ایران کے دفاتر میں مقامی زبانوں کو استعمال کیا جاتا تھا مصر میں قبطی، ایران میں فارسی اور شام میں سریانی زبانیں بولی جاتی تھیں یہی وجہ تھی کہ دفتری نظام مقامی باشندوں کے ہاتھ میں تھا۔ بیت المال اور خزانہ کے کام میں یہودی زیادہ نظر آتے تھے کیونکہ مسلمان حساب میں کمزور بھی تھے اور گھبراتے بھی تھے۔ اموی دور میں اس بات کی کوشش کی گئی تھی کہ دفتری نظام پورے طور پر مسلمانوں کے خصوصاً عربوں کے ہاتھ میں آنا چاہئے، چنانچہ اس جانب سب سے زیادہ توجہ عبدالملک نے دی اور عربوں کو تیار کر کے تمام دفتری نظام ان کے ہاتھ میں دیدیا اس کام سے عربی زبان کو بڑی تقویت اور ترقی حاصل ہوئی اور پورے ملک کا شہری و دفتری نظام عربی میں ہوگیا۔

تعلیم و تصنیف کی جانب بھی خلفائے بنی امیہ نے خاص توجہ دی۔ حضرت امیر معاویہؓ نے ایک

Marfat.com

یعنی عالم سے تاریخ کی پہلی کتاب مرتب کرائی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے حکم سے علماء نے احادیث نبویؐ کے مجموعے تیار کرائے اور احادیث وتفسیر کی کئی کتابیں بھی لکھی گئیں اور علوم فقہ پر بھی قلم اٹھایا گیا چنانچہ پہلی تفسیر عبدالملک کے زمانہ میں لکھی گئی ولید نے عربی زبان کو زیادہ آسان اور عام فہم کرنے کے لئے حروف پر اعراب اور نقطے لگانے کا زیادہ اہتمام کیا اور اس طریقہ سے غیر عربوں کو عربی سے خاصا لگاؤ پیدا ہو گیا خلیفہ ہشام نے تاریخ ایران کا فارسی سے عربی میں ترجمہ کرایا اور فن عروض اور علم پر بھی چند کتابیں لکھی گئیں۔

بنی امیہ کے دور سے قبل مسلمانوں کا اپنا کوئی سکہ نہیں تھا۔ لین دین دوسری قوموں کے سکہ کے ذریعہ ہوا کرتے تھے اور بعض اوقات بڑی دشواری پیش آیا کرتی تھیں خلیفہ عبدالملک نے غیر ملکی سکوں کو ختم کر کے ان کی جگہ اسلامی سکوں کو چلایا اور سکہ سازی کی طرف بھی پوری توجہ دی ملک میں کئی ٹکسالیں قائم کیں جہاں سکے ڈھالے جاتے تھے۔

غرض اموی دور اسلامی عظمت وترقی کا دور تھا دنیا کا ایک بڑا حصہ وہ فتح کر چکے تھے اور باوجود شاہانہ تزک واحتشام کے ان کی نظر میں اسلام کی اشاعت اور اس کی عظمت کو دیکھنے کی ہمیشہ متمنی رہیں اور وہ کتاب وسنت سے کسی وقت بے نیاز نہیں رہے تاریخ پڑھنے والوں کو جو خامیاں اور غلطیاں اس دور میں نظر آتی ہیں وہ ہر دور میں ملیں گی۔ انبیائے کرام کی ذات معصوم اور محفوظ عن الخطا ہے یا پھر حضرات شیخین کا دور پرانوار ہے جسے قربت رسولؐ کا شرف حاصل تھا۔

وللہ الحمد اولاً و آخراً والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد و آلہ واصحابہ کثیراً کثیرا۔

☆☆☆

Marfat.com

یزید کے پیچھے مدتوں نماز پڑھتے رہے تھے یزید کے قریب میں ایک عرصہ تک رہنے کی وجہ سے ان کو یزید کے کردار کا اچھی طرح علم تھا یہی وجہ ہے کہ حضرت امام حسینؓ کی کوئی تقریر ایسی موجود نہیں ہے جس میں انہوں نے یزید کو شرابی، زانی اور فسق و فجور کا مرتکب ٹھہرایا ہو۔ حضرت امام زین العابدین کے سامنے اپنے والد کا یہی طرزِ عمل تھا جس کی وجہ سے وہ حادثہ کربلا کے بعد کئی دن یزید کے مہمان رہے ان کے ساتھ دسترخوان پر کھانا کھایا اور ان کے عطیات و تحائف کو خوشی سے قبول فرمایا۔ ورنہ علیؓ کے پوتے، خاندان نبوت کے آخری وارث اور آدم آل محمد ایک شرابی، زانی اور فاسق و فاجر کے ساتھ کھانا کھائیں؟ توبہ ہم تو ایسا گمان بھی نہیں کر سکتے!

جو لوگ حادثہ کربلا کو یزید کے خلاف امام حسینؓ کا خروج کہتے ہیں ہمیں ان سے اتفاق نہیں ہے بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ حضرت امامؓ کی دلی خواہش یہ تھی کہ وہ خلافت راشدہ کے دور کو واپس لانے کے لئے بے چین تھے اور چاہتے تھے کہ جس طرح بھی ہو سکے یزید کی حکومت کے رخ کو خلافت راشدہ کی سمت موڑ دیا جائے اور وہ یزید کی طرف سے اتنے مایوس بھی نہیں تھے کہ وہ حضرت امامؓ کے مشورہ کو ماننے سے انکار کر دیں اس میں شک نہیں کہ وہ اپنے والد اور بڑے بھائی امام حسنؓ کے بعد خود کو تخت خلافت کا حقدار سمجھتے تھے مگر اس کے لئے اتنے بے چین بھی نہیں تھے کہ یزید ان کے مشورہ کو قبول کر لیتے جب بھی وہ تلوار سونت کر میدان میں آ جاتے، خلافت سے زیادہ ان کو اسلام، اس کی اشاعت اور خلافت راشدہ کے طریقوں سے محبت تھی۔ ان کا یہ فرمانا کہ مجھے یزید کے پاس جانے دو، مدینہ واپس ہو جاؤں، کسی سرحد پر چلا جاؤں اور جہاد میں مصروف رہوں۔ ان کی نیت کی پاکیزگی اور ظاہر و باطن کی صفائی کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

وہ امام المومنین تھے احکام قرآن سے کماحقہ واقف تھے وہ قول و نقل کے تضاد کو بدترین گناہ سمجھتے تھے اگر ان کا عقیدہ یہ ہوتا کہ ظاہر و باطن کا ایک ہونا ضروری نہیں ہے تو پھر جو کچھ ہوا اس کی نوبت نہیں آتی اور امام حسینؓ یزید کی دولت و حکومت کے سہارے بڑے عیش و عشرت کی زندگی بسر فرماتے صرف دل اور زبان کی رفاقت توڑنا پڑتی۔

بہر حال حضرت امام حسینؓ کی مساعی کو شیعان کوفہ نے کامیاب نہیں ہونے دیا خلافت راشدہ کا دور جسے وہ واپس لانے کے لئے کوشاں تھے اور جو اس وقت اسلام کی سب سے بڑی خدمت تھی کوفہ کے شیعوں کی منافقانہ چالوں کی نذر ہو گئی ورنہ ممکن ہے کہ بنی امیہ کا دور حکومت حضرت امامؓ اور یزید کی باہمی ملاقات و گفتگو کے بعد خلافت راشدہ کا نقش ثانی ہوتا۔

Marfat.com

تاریخ بنی امیّہ

تاریخ مسلمانانِ عالم

مولانا قاری احمد

ادارہ تحقیقات

Marfat.com